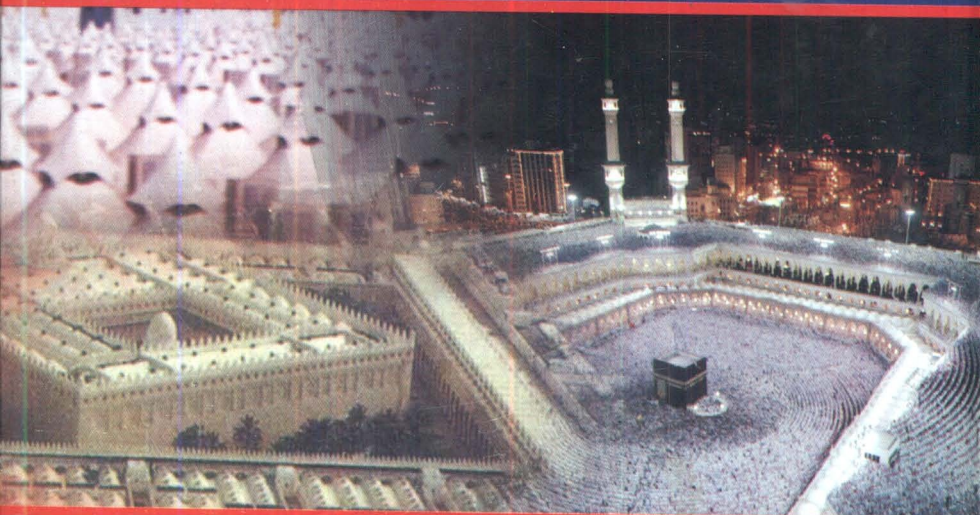


حج و عمرہ کی آسانیاں

www.KitaboSunnat.com



دَائِمَةُ النَّوْءِ سَلَامٌ أَبَدًا

پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل

اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

حج و عمرہ کی آسان نیاں

پروفیسر اکرم رضا اللہی

دائرۃ النور اسلام آباد

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

ناشر

دارالافتاء
دارالافتاء

موبائل: 0333 - 5139853
0321 - 5336844
فون: 051 - 2106400

دفتر 14 پبلی منزل، کینجیل پلازہ، جی 11 مرکز اسلام آباد

252-5

فضائل حج

اشاعت _____ 2009ء

قیمت _____ =/320 روپے

اہتمام _____ قذوسیہ اسلامک پریس

پاکستان میں ملے گئے ہیں

مکتبہ قذوسیہ

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Tel # +92-42-37351124 , +92-42-37230585

E-mail: info@quddusia.com

www.QUDDUSIA.com

دارالافتاء

موبائل: 0333 - 5139853

0321 - 5336844

فون: 051 - 2106400

دفتر 14 پبلی منزل، کینجیل پلازہ، جی 11 مرکز اسلام آباد

فہرست مضامین

پیش لفظ

- ۳۶ اللہ تعالیٰ کا بندوں کے ساتھ آسانی اور تخفیف کا ارادہ فرمانا
- ۳۷ دین میں تنگی کا نہ ہونا اور اس کا سراپا آسانی ہونا
- ۳۷ نبی کریم ﷺ کا آسانی کرنے والا بنا کر مبعوث کیا جانا
- ۳۹ اُمت کو آسانی کرنے کا حکم نبوی ﷺ
- ۳۹ تالیف کتاب حکم نبوی ﷺ کی تعمیل کی ایک حقیر کوشش
- ۴۰ کتاب کی تیاری میں پیش نظر باتیں
- ۴۱ خاکہ کتاب
- ۴۲ شکر و دعا

-۱-

فرضیت حج سے متعلقہ آسانیاں

۱: استطاعت کے بغیر حج کا فرض نہ ہونا:

- ۴۳ آیت شریفہ
- ۴۳ مردوں کے لیے استطاعت میں شامل چار باتیں
- ۴۳ خواتین کے لیے استطاعت میں شامل پانچویں بات
- ۲: زندگی میں صرف ایک حج فرض ہونا:
- ۴۶ دو حدیثیں

ان حدیثوں کے متعلق دو باتیں:

۴۷ ----- ا: حدیثوں پر ائمہ کے تحریر کردہ عنوانات

۴۷ ----- ب: صرف ایک دفعہ حج فرض ہونے پر اجماع اُمت

۳: پیدل یا سواری پر حج کرنے کا اختیار:

۴۸ ----- دو دلیلین

ان دلیلوں کے حوالے سے تین باتیں:

۴۹ ----- ا: سواری کا وجود راستے کی شرط نہ ہونا

۴۹ ----- ب: دونوں طرح حج کرنے کے جواز پر اتفاق

۴۹ ----- ج: دونوں کی افضلیت میں علماء کا اختلاف

۴: حج و عمرہ پیدل کرنے کی نذر ماننے والوں کے لیے آسانی:

۵۰ ----- دو حدیثیں

ان کے حوالے سے چار باتیں:

۵۲ ----- ا: عدم استطاعت کی صورت میں سوار ہونے کی اجازت

۵۲ ----- ب: تا حد استطاعت پیدل جانا

۵۲ ----- ج: سوار ہونے پر کفارہ

۵۳ ----- د: کفارہ میں اونٹ ذبح کرنے کا مستحب ہونا اور بکری کفایت کرنا

تتبیہ:

۵۳ ----- صحیح حدیث سے کفارہ کے ثبوت کے بعد انکار کی گنجائش نہ ہونا

۵: وقف فی سبیل اللہ سواری پر حج و عمرہ کی اجازت:

۵۴ ----- دو حدیثیں

۵۷ ----- پہلی حدیث پر امام ابن خزیمہ کا تحریر کردہ عنوان

- ب -

حج میں رزقِ حلال طلب کرنے کی اجازت

- ۵۸ ----- تین روایات
- ۶۱ ----- ان کے حوالے سے چار باتیں
- ۶۱ ----- ۱: اعمالِ حج سے فراغت کے اوقات میں تجارت کا جواز
- ۶۲ ----- ب: حجاج کو کرایہ پر سواریاں مہیا کرنے کا حج میں رکاوٹ نہ ہونا
- ۶۲ ----- ج: خدمتِ حجاج کے لیے ملازمت کا حج میں رکاوٹ نہ ہونا
- ۶۲ ----- د: سعودی دائمی مجلس افتاء کا فتویٰ

- ج -

عمرے سے متعلقہ آسانیاں

۱: عمرے کی سارا سال اجازت ہونا:

- ۶۳ ----- پانچ دلائل
- ۶۶ ----- ان کے حوالے سے پانچ باتیں
- ۶۷ ----- سعودی دائمی مجلس افتاء کا فتویٰ
- تنبیہ:

۶۸ ----- ۱۳۳۹ھ و ۱۴۰۰ھ کے دوران عمرہ کے متعلق دو آراء اور ان میں ترجیح

۲: سفر حج میں عمرہ:

۳: حج کو ختم کر کے عمرہ میں بدلنا:

- ۷۰ ----- تین روایات
- ان روایات کے حوالے سے چار باتیں:

حج و عمرہ کی آسانیاں

۶

فہرست

- ۱: صحابہ کو سفرِ حج میں عمرہ کرنے کا حکم نبوی ﷺ ----- ۷۲
 ب: حج کو عمرہ میں بدلنے کا حکم نبوی ﷺ ----- ۷۳
 ج: ایسے لوگوں کی عمرے کے بعد احرام کی پابندیوں سے آزادی - ۷۳
 د: ان آسانوں کا قیامت تک کے لیے ہونا ----- ۷۳

-۳-

حج و عمرہ میں نیابت سے متعلقہ آسانیاں

- چھ احادیث ----- ۷۴
 ا: استطاعت نہ رکھنے والے بوڑھے شخص کی طرف سے بیٹے کا حج و عمرہ ----- ۷۴
 ب: استطاعت نہ رکھنے والے معمر باپ کی طرف سے بیٹی کا حج ----- ۷۵
 ج: حج کیے بغیر فوت ہونے والے باپ کی طرف سے بیٹے کا حج ----- ۷۵
 د: نذر ماننے والی فوت شدہ خاتون کی جانب سے بیٹی کا حج ----- ۷۶
 ہ: نذر ماننے والی فوت شدہ خاتون کی طرف سے بھائی کا حج ----- ۷۷
 و: اپنے حج سے پہلے کسی دوسرے کی طرف سے حج نہ کرنا ----- ۷۷
 ان کے حوالے سے چھ باتیں:

-۵-

احرام سے متعلقہ آسانیاں

- ۱: میقات سے پہلے احرام پہننا:
 ایک حدیث ----- ۸۲
 اس کے حوالے سے دو باتیں:
 ا: آنحضرت ﷺ اور صحابہ کا مدینہ طیبہ میں احرام پہننا ----- ۸۳

حج و عمرہ کی آسانیاں ۷ فہرست

ب: آپ ﷺ اور صحابہ کا میقات سے احرام کی نیت کرنا ----- ۸۳
۲: احرام سے پہلے سر کے بالوں کو جمانا:

دو حدیثیں ----- ۸۴
ان کے حوالے سے تین باتیں:

۱: [تلمیذ] سے مراد ----- ۸۵

ب: حدیث کی شرح میں امام نووی کا بیان ----- ۸۶

ج: بالوں کے جمانے کا دوسری حدیث سے بظاہر تعارض کا جواب - ۸۶
۳: میقات کے اندر موجود لوگوں کے لیے جائے احرام میں آسانی:

دو روایتیں ----- ۸۷
ان کے حوالے سے پانچ باتیں:

۱: مقامات میقات اور مکہ کے درمیان رہنے والوں کا اپنی جگہوں سے

احرام باندھنا ----- ۸۸

ب: اہل مکہ کا حج کا احرام مکہ سے باندھنا ----- ۸۹

ج: مکہ میں موجود بیرونی لوگوں کا حج کا احرام مکہ سے باندھنا ----- ۹۰

د: ارادہ حج کے بغیر میقات سے گزرنے والوں کا جائے ارادہ سے احرام

باندھنا ----- ۹۱

ہ: اہل مکہ کا احرام عمرہ کے لیے حدود حرم سے نکلنا ----- ۹۳

۴: جوتے اور تہبند نہ پانے والے محرم کے لیے آسانی:

دو حدیثیں ----- ۹۳

ان کے متعلق چار باتیں:

۱: جوتے اور تہبند میسر نہ آنے پر موزے اور شلوار پہننا ----- ۹۵

حج و عمرہ کی آسانیاں ۸ فہرست

- ب: صحیح حدیث کے مطابق موزوں کائٹھوں کے نیچے سے کاٹنا ----- ۹۵
- ج: بحالتِ مجبوری شلوار پہننے پر اسے نہ پھاڑنا ----- ۹۶
- د: بحالتِ مجبوری موزے اور شلوار پہننے پر فدیہ کا نہ ہونا ----- ۹۶
- ۵: احرام کے لیے مخصوص نماز کا نہ ہونا:
- ۶: احرام باندھنے کے لیے وقت کی پابندی کا نہ ہونا:
- ایک حدیث ----- ۹۷
- اس حوالے سے دو باتیں:
- ا: آنحضرت ﷺ کا احرام کی خاطر کوئی مخصوص نماز نہ پڑھنا ----- ۹۷
- ب: آنحضرت ﷺ کا اس کے لیے نہ وقت مخصوص کرنا اور نہ کسی وقت سے روکنا ----- ۹۹
- ۷: معلق احرام باندھنے کا جواز:
- دو حدیثیں ----- ۹۹
- ان کے حوالے سے تین باتیں:
- ا: امام نووی کا بیان ----- ۱۰۱
- ب: امام بخاری اور امام نووی کے تحریر کردہ عنوانات ----- ۱۰۱
- ج: اسے اب نادرست کہنے کے لیے استدلال اور اس کے دو جوابات ----- ۱۰۲
- ۸: مطلق احرام کا معتبر ہونا:
- تین علماء کے اقوال ----- ۱۰۳
- ان کے حوالے سے تین باتیں ----- ۱۰۳
- ا: جمہور علماء کا اسے درست قرار دینا ----- ۱۰۳
- ب: اس کا معلق احرام جیسا ہونا ----- ۱۰۳

ج: اس کے تعین کا بعد میں اختیار ہونا ۱۰۴
 ۹: مشروط احرام باندھنا:

ایک حدیث ۱۰۵
 اس کے حوالے سے چھ باتیں:

۱: اس پر امام نووی کا تحریر کردہ عنوان ۱۰۶

ب: ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی صحابی سے اس کی مخالفت کا ثابت نہ ہونا ۱۰۶

ج: حدیث کے نہ پہنچنے کی بنا پر ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اس کا مخالف ہونا --- ۱۰۷

د: حدیث کے مقابلے میں کسی کی رائے کی کوئی حیثیت نہ ہونا ۱۰۷

ہ: اس حدیث پر اعتراضات اور ان کے جوابات ۱۰۸

و: مشروط احرام کے فوائد ۱۰۹

۱۰: ناگہانی حالات میں غیر مشروط احرام سے نکلنے میں آسانی:

ایک آیت شریفہ اور ایک حدیث ۱۱۰
 ان دونوں کے متعلق پانچ باتیں:

۱: آیت شریفہ میں موجود حکم کا ہر رکاوٹ پر چسپاں ہونا ۱۱۱

ب: صحیح بخاری میں ذکر کردہ قول کے مطابق ہر روکنے والی چیز سے

[احصار ہونا] ۱۱۲

ج: [مَا اسْتَمْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ] [میسر آنے والی قربانی] سے مراد- ۱۱۲

د: روکے جانے پر قربانی کے وجوب کے متعلق دو آراء ۱۱۳

ہ: نفلی حج سے روکے جانے پر آئندہ سال حج کا فرض نہ ہونا ۱۱۳

۱۱: قربانی نہ پانے والے [مُحْصَر] کے لیے آسانی:

دس روزے رکھ کر حلال ہونا ۱۱۴

- ۱۱۴ دو آراء
- ۱۱۵ ۱۲: محرم کا غسل کرنا:
- ۱۱۵ ایک حدیث اور ائمہ کے اس پر تحریر کردہ عنوانات
- ۱۱۳: محرم کا سر میں کھجلی کرنا:
- ۱۱۷ سابقہ حدیث سے اس کا ثبوت
- ۱۱۸ عائشہ، ابن عمر رضی اللہ عنہم، ابن تیمیہ، ابن باز رحمہم اللہ کے فتاویٰ
- ۱۱۳: احرام دھونا یا تبدیل کرنا:
- ۱۱۹ چار علماء کے اقوال
- ۱۱۵: محرم کا سائے تلے آنا:
- ۱۲۰ دو حدیثیں
- ان کے متعلق چار باتیں:
- ۱۲۱: نمبرہ میں سورج ڈھلنے تک آنحضرت ﷺ کا خیمے کے سائے تلے بیٹھنا
- ۱۲۲ ب: دوسری حدیث پر امام ابو داؤد کا تحریر کردہ عنوان
- ۱۲۲ ج: علامہ ابن قدامہ کا بیان
- ۱۲۳ د: شیخ ابن باز کا فتویٰ
- ۱۲۱: لا علمی میں کپڑے پہننے اور خوشبو لگانے پر دم کا واجب نہ ہونا:
- ۱۲۱: لا علمی میں پہنی ہوئی قمیص سر کی جانب سے اُتارنا:
- ۱۲۴ دو حدیثیں
- ۱۲۶ ان کے حوالے سے تین باتیں
- ۱۲۶: لا علمی سے جبے میں احرام باندھنے، خوب خوشبو لگانے اور بحالتِ احرام
- ۱۲۶ قمیص میں ہونے پر فدیہ نہ ہونا

- ۱۳۳ ----- محدثین کے عنوانات
- ۲۱: محرم کو بوقتِ ضرورت سرمنڈانے کی اجازت:
- ۲۲: سرمنڈانے کے فدیے میں آسانی:
- ۱۳۶ ----- ایک آیت شریفہ اور ایک حدیث
- ان دونوں کے حوالے سے دو باتیں:
- ۱۳۸ ----- ا: مجبوری کی حالت میں محرم کے لیے سرمنڈانے کا ثبوت
- ب: روزے، صدقے یا قربانی میں سے ایک بطور فدیہ اختیار کرنا۔ ۱۳۸
- ۲۳: حالتِ احرام میں موذی جانوروں کو مارنے کی اجازت:
- ۱۳۹ ----- دو حدیثیں
- ان کے حوالے سے آٹھ باتیں:
- ۱۳۰ ----- ا: حدیث کا مقصود غیر مذکور جانوروں کے مارنے کی نفی نہیں
- ب: احناف کے نزدیک حدیث میں ذکر کردہ پانچ حیوانات، سانپ، بھیڑیے اور حملہ آور موذی جانور کو مارنے کی اجازت۔ ۱۳۱
- ج: امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک حدیث میں مذکورہ حیوانات اور
- ان ایسی خصلت والے جانوروں کو مارنے کی اجازت۔ ۱۳۱
- د: خصلت کی تعیین میں اختلاف اور ترجیح۔ ۱۳۱
- ز: ان جانوروں کا مارنا واجب نہیں بلکہ جواز ہے۔ ۱۳۲
- ہ: (الْقَلْبُ الْعَقُورُ) سے مراد کے متعلق اقوال علماء۔ ۱۳۲
- و: [نماز میں بھی] انھیں مارنے سے مقصود۔ ۱۳۲
- ح: انہیں [فَوَاسِقُ] کہنے کے دو اسباب۔ ۱۳۳
- ۲۴: محرم کے لیے آبی شکار کرنے اور سمندری کھانے کا حلال ہونا:

۱۳۵ ----- ایک آیت شریفہ
اس کے حوالے سے چار باتیں:

۱۳۵ ----- ا: [صَبَدُ الْبَحْرِ] سے مراد

۱۳۶ ----- ب: سمندری شکار اور اس کے کھانے میں فرق

۱۳۶ ----- ج: اس حکم کا حج و عمرہ دونوں کے احرام والوں کے لیے ہونا

۱۳۶ ----- د: اس بارے میں اہل علم کا اجماع

۲۵: محرم کے تعاون کے بغیر حلال شخص کے کیے ہوئے برسی شکار کا کھانا:

۱۳۷ ----- دو حدیثیں

ان کے حوالے سے پانچ باتیں:

۱۳۹ ----- ا: پہلی حدیث کی شرح میں امام نووی کا قول

۱۳۹ ----- ب: پہلی حدیث پر امام ابن حبان کے تحریر کردہ دو عنوانات

ج: حالت احرام میں تفصیل پوچھے بغیر شکار کا گوشت کھانے پر امام

۱۵۰ ----- ابن خزیمہ کا تبصرہ

د: حالت احرام میں تفصیل پوچھے بغیر گوشت رد کرنے پر امام ابن خزیمہ

۱۵۱ ----- کا تبصرہ

۱۵۱ ----- ہ: دوسری حدیث پر امام ابن خزیمہ کا تحریر کردہ عنوان

۲۶: حالت احرام میں برسی شکار کرنے کی سزا میں آسانیاں:

۱۵۲ ----- آیت شریفہ

اس کے حوالے سے دو باتیں:

۱۵۲ ----- ا: شکار کرنے والے کی تین حالتیں

ب: آیت شریفہ میں تین آسانیاں:

- ۱۵۲: ۱: قصد اشکار کے باوجود حج و عمرہ کا باطل نہ ہونا
- ۱۵۳: ۲: غلطی اور بھول سے شکار کرنے پر سزا کا نہ ہونا
- ۱۵۴: ۳: قربانی، مسکینوں کو کھانا کھلانے یا روزوں میں سے ایک کو اختیار کرنا
- ۲۷: فوت ہونے والے محرم کے بقیہ اعمال کی ادائیگی کی پابندی نہ ہونا:
- ۱۵۵: اس بارے میں ایک حدیث اور اس پر امام بخاری کا تحریر کردہ عنوان

- و -

مکہ مکرمہ آنے سے متعلقہ آسانیاں

۱: محرم کے لیے رات دن میں ہر وقت مکہ مکرمہ آنے کا جواز:

- ۱۵۷: دو حدیثیں
- ان کے حوالے سے تین باتیں:

- ۱۵۸: ۱: آنحضرت ﷺ سے دن اور رات دونوں میں داخلے کا ثبوت
- ۱۵۹: ۲: ایک رائے کے مطابق دن کو آنے کا مستحب ہونا
- ۱۶۰: ۳: دوسری رائے کے مطابق دونوں میں آنے کی فضیلت میں برابری
- ۱۶۰: خلاصہ: رات اور دن دونوں میں آنے کا جواز
- ۲: مکہ مکرمہ آتے جاتے مخصوص راستوں کی پابندی کا نہ ہونا:
- ۱۶۰: اس بارے میں ایک حدیث اور اس کی شرح

- ز -

طواف وسعی سے متعلقہ آسانیاں

۱: بیت اللہ میں ہر وقت طواف اور نماز کی اجازت:

- ایک حدیث ----- ۱۶۲
اس کے حوالے سے دو باتیں:
- ۱: بعض ائمہ کے اس پر تحریر کردہ عنوانات ----- ۱۶۲
- ب: مالکیہ اور حنفیہ کا اوقات ممنوعہ میں طواف کی دو رکعتوں سے روکنا -- ۱۶۳
- مولانا عبدالحی لکھنوی کا انہیں جائز قرار دینا ----- ۱۶۳
- ۲: بوجہ عذر سواری پر طواف وسعی کی اجازت:
- دو حدیثیں ----- ۱۶۵
- ان کے حوالے سے چار باتیں:
- ۱: آنحضرت ﷺ کا سواری پر طواف اور اس کے اسباب ----- ۱۶۶
- ب: بوجہ عذر سواری پر طواف کے جواز پر اتفاق ----- ۱۶۸
- بلا عذر سواری پر طواف کے متعلق دو رائیں ----- ۱۶۸
- ج: آنحضرت ﷺ کا سواری پر سعی کرنا ----- ۱۶۹
- د: پیدل چلنے والوں کو تکلیف نہ ہو ----- ۱۶۹
- ۳: حجرِ اسود کے بوسہ دینے، چھونے اور اشارہ کرنے میں اختیار:
- سات روایات ----- ۱۷۰
- ان کے متعلق سات باتیں:
- ۱: حجرِ اسود پر سجدہ کرنا اور اسے بوسہ دینا ----- ۱۷۵
- ب: اسے ہاتھ سے چھونا اور بوسہ دینا ----- ۱۷۵
- ج: اسے بوسہ دینا ----- ۱۷۶
- د: اسے ہاتھ سے چھو کر چھونے والے ہاتھ کو چومنا ----- ۱۷۶
- ہ: اسے چھڑی سے چھو کر چھڑی کو چومنا ----- ۱۷۶

و: اس کی طرف دور سے اشارہ کرنا ----- ۱۷۶
 ز: ایک ہی طواف کے بعض چکروں میں ہاتھ سے چھونا اور بعض میں نہ چھونا ۱۷۶
 ۴: رکن یمانی چھونے کے متعلق آسانی:

چار روایات ----- ۱۷۶
 ان کے حوالے سے چار باتیں:

۱: آنحضرت ﷺ کا اسے چھونا ----- ۱۷۸
 ب: اسے بوسہ دینے کا ثابت نہ ہونا ----- ۱۷۸
 ج: نہ چھونے کی صورت میں اس کی طرف اشارہ کرنے کا ثابت نہ ہونا ۱۷۹
 د: اسے چھونے والے ہاتھ کو چومنے کے متعلق دو رائیں ----- ۱۸۰
 ۵: کعبہ شریف سے دور رہ کر طواف کی اجازت:

دو روایتیں اور پانچ علماء کے اقوال ----- ۱۸۱
 مذکورہ بالا گفتگو کے حوالے سے تین باتیں:

۱: ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نمازیوں کے پیچھے سے طواف کرنے کا حکم نبوی ﷺ ۱۸۳
 ب: عائشہ رضی اللہ عنہا کا کعبہ سے دور اختلاط سے گریز کرتے ہوئے طواف ۱۸۳
 ج: کعبہ سے قریب طواف کا افضل ہونا ----- ۱۸۳
 ۶: طواف وسعی کے ہر چکر میں مخصوص ذکر و دعا کا نہ ہونا:

چار علماء کے اقوال ----- ۱۸۳
 ان کے حوالے سے تین باتیں:

۱: طواف وسعی کے ہر چکر میں متعین ذکر و دعا کا ثابت نہ ہونا ----- ۱۸۷
 ب: رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان [رَبَّنَا اِنْتَنَا... الخ] کا پڑھنا -- ۱۸۷
 ج: دوران سعی بعض سلف صالحین کا [رَبِّ اغْفِرْ... الخ] کا پڑھنا ۱۸۷

۷: دورانِ طوافِ گفتگو کی اجازت:

۱۸۸ ----- تین حدیثیں

ان کے حوالے سے دو باتیں:

۱۸۹ ----- ا: دورانِ طوافِ گفتگو کی اجازت کا ثبوت

۱۹۰ ----- ب: بے مہارِ گفتگو کی ممانعت

۱۹۰ ----- گفتگو خیر کی اور قلیل ہو

تنبیہ:

۱۹۱ ----- دورانِ طوافِ موبائل فون کے استعمال کا باعثِ تعجب اور افسوس ہونا

۸: دورانِ طوافِ پانی پینے کی اجازت:

۱۹۲ ----- آ: حضرت ﷺ کا اس دورانِ پانی پینا

۱۹۳ ----- بعض محدثین کے اس پر تحریر کردہ عنوانات

۱۹۳ ----- امام عطاء کا بیان

۹: طواف میں تسلسل کا شرط نہ ہونا:

۱۰: دوبارہ طواف شروع کرنے پر سابقہ چکروں کا شمار کرنا:

۱۹۳ ----- اس بارے میں پانچ روایات

ان کے حوالے سے چار باتیں:

۱۹۵ ----- ا: آ: حضرت ﷺ اور صحابہ کا طواف میں تسلسل کو برقرار نہ رکھنا

۱۹۵ ----- ب: جمہور کے نزدیک کسی بھی سبب سے طواف روکنے کا جواز

۱۹۶ ----- ج: نمازِ جنازہ کے لیے طواف چھوڑنے کی افضلیت میں اختلاف

د: طواف دوبارہ شروع کرنے پر سابقہ چکروں کے شمار کے متعلق سعودی

۱۹۶ ----- دائمی مجلس افتاء کا فتویٰ

۱۱: طواف کی دو رکعتوں کے لیے جگہ کی پابندی نہ ہونا:

دور وایتیں ----- ۱۹۷

ان کے حوالے سے تین باتیں:

۱: پہلی حدیث سے انہیں مسجد کے باہر پڑھنے کا جواز ----- ۱۹۹

ب: انہیں مسجد کے باہر پڑھنے کے متعلق امام بخاری کا تحریر کردہ عنوان --- ۱۹۹

ج: انہیں کسی بھی جگہ پڑھنے کے جواز کے متعلق علامہ ابن قدامہ کا قول - ۲۰۰

۱۲: دخول کعبہ کا واجب نہ ہونا:

ایک حدیث اور اس پر امام ابن خزیمہ کا تحریر کردہ عنوان ----- ۲۰۰

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بیان ----- ۲۰۲

۱۳: حطیم میں نماز کا کعبۃ اللہ کے اندر کی نماز ہونا:

ایک حدیث اور امام ابن خزیمہ کا تحریر کردہ عنوان ----- ۲۰۳

۱۴: طواف وسعی کے درمیان وقفہ کرنا:

امام احمد کا قول ----- ۲۰۴

حضرات ائمہ، عطاء، حسن، قاسم اور سعید بن جبیر کا موقف اور عمل ----- ۲۰۴

علامہ ابن قدامہ کا استدلال ----- ۲۰۵

سعودی دائمی مجلس افتاء کے دو فتاویٰ ----- ۲۰۵

۱۵: سعی کے لیے طہارت کا شرط نہ ہونا:

تین دلائل ----- ۲۰۶

اس آسانی کے حوالے سے تین باتیں:

ا: حالت طہارت میں سعی کا مستحب ہونا ----- ۲۰۸

ب: اب سعی کی جگہ کے داخل مسجد ہونے کے سبب حائضہ اور زچہ سعی نہ کریں ----- ۲۰۸

۲۰۸ ----- حج: سعودی داعی مجلس افتاء کا فتویٰ
۱۶: حج میں طواف سے پہلے سعی:

۲۰۸ ----- ایک حدیث
تنبیہ:

۲۰۹ ----- سعی پر گناہ اور فدیہ کا نہ ہونا
۷: ا: قارین پر ایک سعی کا ہونا:

۲۱۰ ----- تین احادیث
ان احادیث کے حوالے سے تین باتیں:

۲۱۲ ----- ا: پہلی حدیث پر بعض محدثین کے تحریر کردہ عنوانات

۲۱۳ ----- ب: عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول [انہوں نے دوسری دفعہ طواف کیا] کا مقصود

۲۱۳ ----- ج: دورائیں اور ان میں ترجیح

۱۸: عمرہ کے بعد وقف عرفات تک طواف کا ضروری نہ ہونا:

۲۱۲ ----- ایک حدیث اور اس کی شرح

تنبیہ:

۲۱۵ ----- رب تعالیٰ کے مہمانوں کا میسر آنے والے موقع سے فائدہ اٹھانا۔

-ح-

عرفات سے متعلقہ آسانیاں

۱: یومِ عرفہ کے تعیین میں غلطی کا حج پر اثر انداز نہ ہونا:

۲۱۶ ----- دو حدیثیں

ان کے حوالے سے چار باتیں:

- ۱: ان حدیثوں کا معنی ----- ۲۱۷
- ب: پہلی حدیث پر امام ترمذی کا تحریر کردہ عنوان ----- ۲۱۹
- ج: ارشادِ تعالیٰ (وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ) کی تفسیر
میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصری کا بیان ----- ۲۱۹
- د: امام عطاء کا فتویٰ ----- ۲۱۹
- ۲: وقوفِ عرفات کے وقت میں آسانی:
- دو حدیثیں ----- ۲۲۰
- ان کے حوالے سے سات باتیں:
- ۱: بعض محدثین کے بیان کے مطابق پہلی حدیث کی شان و عظمت ----- ۲۲۳
- ب: فجر سے پہلے رات کے کسی حصے میں یہاں قوف سے اس رکن کی تکمیل - ۲۲۳
- ج: یومِ عرفہ کے زوال سے طلوعِ فجر تک کسی حصے میں یہاں قوف سے حج
کا پانا ----- ۲۲۳
- بعض لوگوں کا اس بارے میں اختلاف اور ان کی تردید - ۲۲۳
- د: صرف رات کو یہاں قوف سے مالکیوں کے نزدیک دم کا وجوب اور
ان کی تردید ----- ۲۲۴
- ہ: یومِ عرفہ کو قبل از زوال یہاں قوف سے اس رکن کی تکمیل کے متعلق دو آراء ۲۲۴
- ز: صرف دن کو یہاں قوف پر وجوب دم کے متعلق دو رائیں اور ترجیح ----- ۲۲۵
- ۳: سارے عرفات کا ٹھہرنے کی جگہ ہونا:
- دو حدیثیں ----- ۲۲۵
- ان کے متعلق تین باتیں:
- ۱: امام نووی کا پہلی حدیث پر تحریر کردہ عنوان اور اس کی شرح ----- ۲۲۶

- ۲۲۷-----ب: آنحضرت ﷺ کے اعلان کا مقصود
- ۲۲۷-----ج: امام بیہقی کا تحریر کردہ عنوان
- ۴: عرفات میں یوم عرفہ کا روزہ نہ رکھنا:
- ۲۲۸-----دو حدیثیں
- ان کے حوالے سے چار باتیں:
- ۱: آنحضرت ﷺ، خلفائے ثلاثہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہاں روزہ نہ رکھنا ۲۲۹
- ب: بعض ائمہ کے پہلی حدیث پر تحریر کردہ عنوانات ۲۲۹
- ج: بعض ائمہ کے دونوں اور بعض کے دوسری حدیث پر تحریر کردہ عنوانات - ۲۳۰
- د: پہلی حدیث کی شرح میں بعض محدثین کے بیانات ۲۳۱
- ۵: عرفات میں خطبہ مختصر دینا:
- ۲۳۳-----ایک حدیث اور اس پر امام بخاری کا تحریر کردہ عنوان
- ۶: عرفات میں ظہر و عصر کو جمع و قصر کرنا:
- ۲۳۵-----دو حدیثیں
- ان کے حوالے سے چھ باتیں:
- ۱: ظہر و عصر کو ظہر کے اولین وقت میں ادا کرنا ۲۳۵
- ب: آنحضرت ﷺ کا ظہر کے بعد اور عصر کے پہلے والی سنتیں نہ پڑھنا ۲۳۵
- ج: حضرات صحابہ کا ظہر و عصر کو جمع کرنا ۲۳۵
- د: دونوں نمازوں کے لیے ایک اذان اور دو دفعہ اقامت ۲۳۶
- ہ: مسجد نمبرہ اور خیموں میں بھی ظہر و عصر کا جمع و قصر پڑھنا ۲۳۶
- و: جمع و قصر کا کئی و غیر کئی سب حجاج کے لیے ہونا ۲۳۷
- ۷: عرفات میں بوقت ضرورت ایک ہاتھ کے ساتھ دعا کرنا:

- ۲۳۸ ایک حدیث
 ۲۳۸ امام ابن خزیمہ کا اس پر تحریر کردہ عنوان

- ط -

مزدلفہ سے متعلقہ آسانیاں

۱: قیام مزدلفہ کے وقت میں آسانی:

- ۲۳۹ ایک حدیث
 اس کے حوالے سے دو باتیں:
 ۲۳۹ ایہاں آنے والے کے دو باتیں پانے سے حج پورا ہونا
 ۲۴۰ ب: امام ترمذی کا اس پر تحریر کردہ عنوان
 ۲: سارے مزدلفہ کا ٹھہرنے کی جگہ ہونا:
 ۲۴۰ دو حدیثیں
 ان کے حوالے سے دو باتیں
 ۲۴۱ ا۔ امام ابن خزیمہ کا تحریر کردہ عنوان
 ۲۴۲ ب۔ امام بیہقی کا تحریر کردہ عنوان
 ۳: مزدلفہ میں مغرب و عشاء جمع و قصر کرنا:
 ۲۴۲ دو حدیثیں
 ان کے حوالے سے چار باتیں:
 ۲۴۳ ا: آنحضرت ﷺ کا دونوں نمازوں کو جمع فرمانا
 ۲۴۳ ب: دونوں نمازوں کے لیے ایک اذان اور دو دفعہ اقامت
 ۲۴۳ ج: دونوں نمازوں کے درمیان اور بعد میں سنت و نفل کا نہ ہونا
 ۲۴۳ د: جمع و قصر کا کئی وغیر کئی سب حجاج کے لیے ہونا

۴: شب مزدلفہ میں تہجد کا نہ ہونا:

۲۴۴ ----- ایک حدیث اور امام ابن قیم اور شیخ البانی کے اقوال

۵: خواتین اور کمزوروں کا مزدلفہ سے رات ہی کو روانہ ہونا:

۲۴۵ ----- چار احادیث

ان کے حوالے سے پانچ باتیں:

۱: خواتین اور کمزور لوگوں کے لیے رات ہی میں منیٰ کی طرف روانگی

۲۴۸ ----- کی اجازت

ب: روانگی چاند ڈوبنے کے وقت سے ہونا

ج: بعض ائمہ کا قبل از فجر رمی کرنے کے جواز کا قول

د: بعض ائمہ کا طلوع فجر سے رمی شروع کرنے کا قول

ہ: بعض ائمہ کا طلوع آفتاب سے رمی کی ابتدا کا قول

و: ان اقوال میں جمع و ترجیح

۲۵۱ -----

- ی -

منیٰ سے متعلقہ آسانیاں

۱: منیٰ میں نماز قصر کرنا:

۲۵۲ ----- دو حدیثیں

ان کے حوالے سے تین باتیں:

۱: عثمان رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک یہاں نماز کا قصر پڑھا جاتا

ب: عثمان رضی اللہ عنہ کا نا سمجھ لوگوں کی غلط فہمی کے خدشے کی وجہ سے نماز پوری

پڑھنا

ج: مکی وغیر مکی سب حجاج کا نماز قصر پڑھنا

۲: منیٰ و عرفات کے درمیان آتے جاتے تلبیہ، تکبیر یا تہلیل کہنا:

۲۵۵ ----- دو حدیثیں

ان کے حوالے سے تین باتیں:

۱: پہلی حدیث کے مطابق تلبیہ یا تکبیر حسب رغبت پکارنے کا اختیار ۲۵۶

ب: دوسری حدیث کے مطابق تلبیہ کے ساتھ تکبیر یا تہلیل ملانے کا اختیار ۲۵۶

ج: بعض محدثین کے تحریر کردہ عنوانات ----- ۲۵۶

۳: دس ذوالحجہ کے چار اعمال میں ترتیب کا لازم نہ ہونا:

پانچ روایات ----- ۲۵۷

ان کے حوالے سے آٹھ باتیں:

۱: چار روایتوں میں تقدیم و تاخیر کی چھ صورتوں اور پانچویں میں اجمالی استفسار ۲۶۱

ب: [لا حَرَجَ] سے مراد ----- ۲۶۱

ج: تقدیم و تاخیر پر وجوب دم کے لیے استدلال پر دو اعتراضات ----- ۲۶۱

د: [لا حَرَجَ] سے [گناہ کی نفی] کے احتمال پر تین اعتراضات ----- ۲۶۲

ه: [لا حَرَجَ] کا عالم، جاہل اور بھولنے والے سب کے لیے ہونا ----- ۲۶۳

و: قربانی سے پہلے سر منڈانے پر دم لازم ہونے میں اختلاف اور ترجیح ----- ۲۶۴

ز: رمی سے پہلے طواف زیارت کے متعلق اختلاف اور ترجیح ----- ۲۶۵

ح: تقدیم و تاخیر کے متعلق علامہ قرطبی کی رائے ----- ۲۶۶

۴: غروب آفتاب کے بعد کنکریاں مارنا:

تین روایات ----- ۲۶۷

ان کے حوالے سے پانچ باتیں:

۱: [لا حَرَجَ] سے مقصود گناہ اور فدیہ کی نفی ----- ۲۶۸

- ب: رات کوری کے جواز کے استدلال پر دو اعتراضات اور ان کے جوابات - ۲۶۸
- ج: دوسری حدیث پر شیخ البانی کا تحریر کردہ عنوان اور علامہ ابن قدامہ کی اس کے متعلق تحریر ----- ۲۶۹
- د: امام مالک کا ایک تحریر کردہ عنوان ----- ۲۷۰
- ہ: سعودی دائمی مجلس برائے افتاء کا فتویٰ ----- ۲۷۰
- ۵: عذروا لے کا دو دن کی رمی ایک دن میں کرنا:
- ایک حدیث ----- ۲۷۱
- اس کے حوالے سے چار باتیں:
- ا: چرواہوں اور پانی پلانے والوں کو منی سے باہر رات گزارنے کی اجازت ۲۷۲
- ب: چرواہوں کو دونوں کی رمی ایک دن میں کرنے کی اجازت ----- ۲۷۲
- ج: دونوں میں سے ایک دن کے تعین میں اختلاف اور ترجیح ----- ۲۷۲
- د: اس اجازت کا ہر حقیقی عذروا لے کے لیے ہونا ----- ۲۷۳
- ۶: بچے اور معذور کی طرف سے رمی کرنا:
- ا: بچوں کی طرف سے رمی ----- ۲۷۴
- ب: معذور افراد کی طرف سے رمی ----- ۲۷۵
- ۷: رمی جمرہ کے بعد ازدواجی تعلقات کے سوا اجرام کی دیگر پابندیوں کا خاتمہ:
- دو حدیثیں ----- ۲۷۶
- ان کے حوالے سے تین باتیں:
- ا: حدیث سے اس بات کا ثبوت ----- ۲۷۷
- ب: پابندیوں کے خاتمہ سے پہلے حجامت کے لیے استدلال اور اس کا جواب -- ۲۷۸
- ج: صرف رمی سے پابندیوں کے خاتمہ کی رائے کی ترجیح ----- ۲۷۸

۸: احرام کھولتے ہوئے سر منڈانے، بال ترشوانے میں اختیار:

۲۷۹----- دو حدیثیں

ان کے حوالے سے تین باتیں:

۲۸۲----- ا: امام بخاری کا تحریر کردہ ایک باب کا عنوان

ب: حج اول میں بال موٹنے کے ضروری ہونے کے قول کی تردید

۲۸۳----- ج: بالوں کے منڈوانے کی افضلیت اور اس کا سبب

۹: یوم النحر کے غروب آفتاب کے بعد طواف زیارت کرنا:

۲۸۳----- دو روایتیں

ان کے حوالے سے پانچ باتیں:

۲۸۷----- ا: یوم النحر کو غروب آفتاب کے بعد طواف افاضہ کرنے کا ثبوت --

ب: طواف افاضہ کے آخری وقت کے متعلق تین علماء کے اقوال -

ج: غروب آفتاب تک طواف افاضہ نہ کرنے پر حالت احرام میں پلٹنا

د: حالت احرام میں پلٹنے کے متعلق حدیث کی تاویل اور اس کی تردید

۲۸۸----- ہ: صحابہ کی بلا تردید اطاعت نبوی ﷺ

۱۰: عذر کی بنا پر منیٰ سے باہر راتیں گزارنا:

۲۹۰----- دو حدیثیں

ان کے حوالے سے چار باتیں:

۲۹۱----- ا: پانی پلانے والوں کو منیٰ سے باہر راتیں بسر کرنے کی اجازت -----

ب: اس رعایت کا سبب پانی پلانے والوں کے لیے ہونا -----

ج: چرواہوں کے لیے منیٰ سے باہر راتیں بسر کرنے کی رعایت ---

د: دیگر شدید عذر والوں کے لیے یہی رعایت -----

۱۱: منیٰ سے بارہ یا تیرہ ذوالحجہ کو نکلنے کا اختیار:

دو دلیلیں ----- ۲۹۳

ان کے حوالے سے چھ باتیں:

۱: [فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ] سے مراد ----- ۲۹۴

ب: تیسرے دن تک رکنے کی افضلیت ----- ۲۹۵

ج: امام حج کے لیے تیسرے دن تک رکنے کا بہتر ہونا ----- ۲۹۵

د: دوسرے دن نکلنے والے پر تیسرے دن کی رمی کا نہ ہونا ----- ۲۹۵

ه: دوسرے دن نکلنے والے کا غروب آفتاب سے پہلے روانہ ہونا -- ۲۹۵

و: غروب آفتاب سے پہلے جائے قیام یا حد و منیٰ سے نکلنے کے متعلق

اختلاف اور ترجیح ----- ۲۹۶

۱۲: منیٰ میں شخصی عمارت کی تعمیر کی ممانعت:

ایک حدیث اور اس میں بیان کردہ ممانعت کی حکمت ----- ۲۹۷

- ک -

حج کی قربانی سے متعلقہ آسانیاں

۱: قارن کا میقات یا راستے سے قربانی لینا:

دو روایتیں ----- ۳۰۰

ان کے حوالے سے دو باتیں:

۱: آنحضرت ﷺ کا ذوالحلیفہ سے قربانی ہمراہ لانا ----- ۳۰۱

ب: ابن عمر رضی اللہ عنہما کا راستے میں قربانی خریدنا ----- ۳۰۲

۲: بوقتِ ضرورت قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا:

دو حدیثیں ----- ۳۰۲

ان کے حوالے سے دو باتیں:

۳۰۴ ----- قربانی پر سواری کے جواز کا ثبوت

۳۰۴ ----- ب: سواری کی صورت میں پیش نظر رکھنے والی باتیں

۳: حج تمتع کرنے والے پر میسر آنے والی قربانی کا واجب ہونا:

۴: قربانی میسر نہ آنے پر دس روزے:

۵: دس میں سے صرف تین روزے ایام حج میں رکھنے کی پابندی:

۶: ایام حج میں تین روزے نہ رکھ سکے پر وطن آنے پر انہیں رکھنا:

۷: روزوں میں تسلسل کا ضروری نہ ہونا:

۳۰۶ ----- ان آسانیوں کے متعلق دو دلیلیں

ان دلیلوں کے حوالے سے پانچ باتیں:

۱: مخصوص قربانی کے نہ ہونے کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصری

۳۰۷ ----- کے اقوال

ب: قربانی نہ پانے پر روزے رکھنے کے متعلق حافظ ابن حجر کی تحریر

۳۰۸ ----- ج: ایام حج میں تین روزے رکھنے کا حکم اور ان دنوں سے مراد

۳۰۹ ----- د: وطن پلٹنے پر تین روزے رکھنے کے متعلق سعودی داعی مجلس کے دو فتاویٰ

۵: متفرق دنوں میں روزے رکھنے کے متعلق علامہ ابن قدامہ اور سعودی

۳۱۰ ----- داعی مجلس کے اقوال

۸: تراور مادہ دونوں کی قربانی کا جائز ہونا:

۳۱۲ ----- دو حدیثیں

ان کے حوالے سے دو باتیں:

۱: آنحضرت ﷺ کا قربانی کے لیے اونٹ بھیجنا اور صحابہ کا حج میں

۳۱۲ ----- گائے کی قربانی کرنا

۳۱۳ ----- ب: علامہ ابن قدامہ کا قول
۹: اونٹ اور گائے کی قربانی میں شرکت:

۳۱۴ ----- دو حدیثیں
ان کے حوالے سے تین باتیں:

۳۱۵ ----- ا: امام نووی کا تحریر کردہ عنوان اور تشریحی بیان

۳۱۶ ----- ب: قربانی میں شرکت کے متعلق اقوال اور ان پر تبصرہ

۳۱۷ ----- ج: اونٹ میں دس افراد کی شرکت کے لیے استدلال اور اس پر تبصرہ

۱۰: قربانی خود ذبح کرنے اور دوسرے سے کروانے کی اجازت:

۳۱۸ ----- دو روایتیں
ان کے متعلق دو باتیں:

۳۱۹ ----- ا: پہلی حدیث کی شرح اور اس پر امام ابن خزیمہ کا تحریر کردہ عنوان

۳۲۰ ----- ب: دوسری حدیث کے ہم معنی حدیث پر امام بخاری کا تحریر کردہ عنوان

۱۱: حج کی قربانی کا گوشت کھانے اور ہمراہ لے جانے کی اجازت:

۳۲۱ ----- تین احادیث
ان کے حوالے سے تین باتیں:

۳۲۲ ----- ا: آنحضرت ﷺ کا قربانی کا گوشت کھانا

۳۲۲ ----- ب: صحابہ کو اسے ہمراہ لے جانے کی اجازت دینا

۳۲۲ ----- ج: امام بخاری کے تحریر کردہ دو عنوانات

۱۲: سارے منی اور مکہ کا قربانی کی جگہ ہونا:

۳۲۳ ----- تین حدیثیں
ان کے حوالے سے تین باتیں:

- ۱: پہلی اور تیسری حدیث کی شرح میں بعض محدثین کے اقوال --- ۳۲۳
- ب: دوسری اور تیسری حدیث پر امام ابن خزیمہ کے تحریر کردہ عنوانات ۳۲۴
- ج: آسانی کے متعلق بعض علماء کے بیانات --- ۳۲۵
- ۱۳: چار دن قربانی کرنے کی اجازت:

- دو دلیلیں --- ۳۲۶
- بعض علمائے امت کے اقوال --- ۳۲۷
- سعودی دائمی مجلس برائے افتاء کا فتویٰ --- ۳۲۸

تعمیہ:

- قربانی کے وقت کے متعلق دیگر تین اقوال --- ۳۲۹

- ل -

طوافِ وداع سے متعلقہ آسانی

زیر روانگی کے وقت کیسے ہوئے طوافِ افاضہ کا طوافِ وداع سے کفایت کرنا:

- علامہ ابن قدامہ کا قول --- ۳۳۰
- سعودی دائمی مجلس برائے افتاء کا فتویٰ --- ۳۳۰
- شیخ ابن باز کا فتویٰ --- ۳۳۰

- م -

حج و عمرہ میں خواتین کے لیے آسانیاں

۱: محرم یا شوہر کے بغیر خاتون پر حج فرض نہ ہونا:

- تین روایات --- ۳۳۳

ان کے حوالے سے سات باتیں:

تنبیہات:

- ۳۲۸ ----- ا: حالتِ احرام میں چہرے کا ڈھانپنا
- ۳۵۰ ----- ب: احرام کے لباس میں رنگ کی پابندی نہ ہونا
- ۳۵۰ ----- ج: خواتین کا لباس مردوں کے لباس سے مشابہت نہ رکھتا ہو
- ۴: باجماعت فرض نماز کے وقت خواتین کا طواف کرنا:
- ۳۵۰ ----- ایک حدیث
- ۳۵۱ ----- ایک دوسری روایت

تنبیہ:

- ۳۵۱ ----- طواف کا مردوں کی صفوں کے پیچھے سے کرنا
- ۵: بوجہ حیض عمرہ نہ کرنے والی خاتون کے حج سے حج و عمرہ کا ہو جانا:
- ۶: ایسی خاتون کو بعد از حج حدودِ حرم سے نکل کر عمرہ کی اجازت:

- ۳۵۲ ----- دو روایتیں
- ان کے حوالے سے دو باتیں:

- ۳۵۴ ----- ا: عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمرے کے احرام کو حج کے احرام میں تبدیل کرنا
- ب: حج کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے مستقل عمرہ کی اجازت ملنا ۳۵۴

حنبیہ:

- ۳۵۵ ----- بعد از حج عام لوگوں کے لیے اس اجازت کا ثابت نہ ہونا

۷: بوقت ضرورت حائضہ کا طوافِ افاضہ:

امام ابن قیم کی بیان کردہ سات صورتیں اور ان پر اعتراضات ----- ۳۵۸

امام ابن قیم کی بیان کردہ آٹھویں صورت اور اس پر اعتراضات کے جوابات ۳۶۱

شیخ ابن باز کا آٹھویں صورت کی تائید میں فتویٰ ----- ۳۶۲

۸: حائضہ سے طوافِ وداع کا سقوط:

تین احادیث ----- ۳۶۵

ان کے حوالے سے پانچ باتیں:

۱: امام نووی کا ان پر تحریر کردہ عنوان ----- ۳۶۸

ب: اس آسانی کا طوافِ افاضہ پہلے سے کر لینے والی خاتون کے لیے ہونا ۳۶۸

ج: ایسا کرنے والی خاتون پر دم کا نہ ہونا ----- ۳۶۹

د: مذکورہ بالا احادیث کا بظاہر ایک اور حدیث سے تعارض اور جمع و ترجیح --- ۳۶۹

ہ: بعض صحابہ کی اس بارے میں رائے اور اس پر تبصرہ ----- ۳۷۰

۹: زچہ سے طوافِ وداع کا سقوط:

دو دلیلیں:

۱: آنحضرت ﷺ کا [حیض] کے لیے [نفاس] کا لفظ استعمال فرمانا۔ ۳۷۱

ب: واجب اور ساقط کرنے والی باتوں میں حیض و نفاس کی یکسانیت ۳۷۲

تشبیہات:

۱: ثابت شدہ آسانیوں کے متعلق تردید نہ کرنا ----- ۳۷۳

حج و عمرہ کی آسانیاں ۳۴ فہرست

۲: ثابت شدہ آسانی سے کسی امتی کے قول کی وجہ سے اعراض نہ کرنا ----- ۳۷۶

۳: سنت سے ثابت شدہ آسانیوں کی دو قسمیں ----- ۳۷۹

۴: [دین میں آسانی] کی آڑ میں دین میں تحریف سے دُور رہنا ----- ۳۸۰

حرفِ آخر:

خلاصہ کتاب ----- ۳۸۱

اپیل ----- ۳۸۳

فہرست المراجع والمصادر ----- ۳۸۵



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ
مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا
مُضِلَّ لَهُ. وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَتَّىٰ تَقْتَبَهُ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَ
أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ ❶

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ
وَ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَ نِسَاءً ۚ وَ
اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَ الْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ
رَقِيبًا﴾ ❷

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا . يُصْلِحْ
لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَ يُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ
فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ ❸

اما بعد!

رب رحیم و کریم اپنے بندوں کے لیے آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

❶ سورة آل عمران / الآية ۱۰۲.

❷ سورة النساء / الآية الأولى.

❸ سورة الأحزاب / الآيات ۷۰-۷۱.

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾^①
 [اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتے ہیں اور تمہارے ساتھ تنگی
 کا ارادہ نہیں رکھتے۔]

وہ اپنے بندوں کی کمزوریوں سے خوب آگاہ ہیں اور ان پر شفقت فرماتے
 ہوئے ان پر تخفیف فرمانا چاہتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:
 ﴿يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا﴾^②
 [اللہ تعالیٰ تم سے بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔]
 اسی لیے اللہ عزوجل نے اپنے دینِ اسلام میں کوئی تنگی نہ رکھی، ارشادِ ربانی ہے:

① سورة البقرة / جزء من الآية ۱۸۵. اس آیت شریفہ کے حوالے سے درج ذیل تین باتیں خصوصی
 طور پر قابل توجہ ہیں:
 ۱۔ اللہ تعالیٰ نے فعل مضارع [يُرِيدُ] استعمال فرمایا ہے، جس سے مراد دائمی حالت ہوتی ہے۔ مقصود یہ
 ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی تمہارے ساتھ سہولت کا ارادہ فرماتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: البحر المحيط
 ۴۹/۲)۔

۲۔ [الْيُسْرَ] اور [الْعُسْرَ] میں عموم ہے، کہ وہ دین کے تمام معاملات میں تمہارے ساتھ آسانی کا
 ارادہ فرماتے ہیں اور تنگی کا ارادہ نہیں کرتے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ۳۱/۲؛ نیز ملاحظہ ہو:
 البحر المحيط ۴۹/۲)۔ علامہ شوکانی لکھتے ہیں: "يُرِيدُ أَنْ هَذَا مَقْصِدٌ مِنْ مَقَاصِدِ الرَّبِّ سُبْحَانَهُ
 وَمُرَادٌ مِنْ مُرَادَاتِهِ فِي جَمِيعِ أُمُورِ الدِّينِ." (فتوح القدیر ۲۸۲/۱)۔ [اس میں یہ ہے، کہ بے
 شک دین کے تمام معاملات میں یہ رب سبحانہ کے مقاصد میں سے ایک مقصد اور مرادوں میں سے ایک
 مراد ہے۔]

۳۔ پہلا جملہ ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ﴾ [اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتے
 ہیں] دوسرے جملے ﴿وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ [اور وہ تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتے] سے
 کفایت کرتا ہے، لیکن تاکید کی خاطر اللہ تعالیٰ نے دوسرا جملہ فرمایا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي
 ۳۱/۲ و البحر المحيط ۴۹/۴، و تفسیر التحرير والتنوير ۱۷۵/۲)۔

② سورة النساء / الآية ۲۸.

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ❶

[اور انہوں (یعنی اللہ تعالیٰ) نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔]

نبی کریم ﷺ نے بھی یہ حقیقت واضح فرمائی، کہ دین اسلام سراپا آسانی ہے،

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ.“ ❷

”بلاشبہ دین سراپا آسانی ہے۔“

ایک دوسری حدیث میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”إِنِّي أُرْسِلْتُ بِحَنِيفِيَّةٍ سَمْحَةٍ.“ ❸

”بے شک مجھے (ابراہیم) حنیف۔ علیٰ السلام۔ کے آسان دین کے ساتھ

مبعوث کیا گیا ہے۔“

ایک تیسری حدیث میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ دِينَ اللَّهِ هِيَ يُسْرٌ.“

”اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ کا دین آسانی میں ہے۔“

❶ سورة الحج / جزء من الآية ۷۸. اس آیت شریفہ کے حوالے سے درج ذیل دو باتیں خصوصی طور پر

قابل توجہ ہیں:

۱۔ (الدِّينِ) میں [ال] استغراق کے لیے ہے اور مراد یہ ہے، کہ دین کے تمام معاملات میں تنگی نہیں

رکھی۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر القاسمی ۶۸/۱۲-۶۹؛ و روح المعانی ۲۰۹/۱۷)۔

۲۔ (مِنْ حَرَجٍ) کوئی تنگی [حَرَج] اسم مکرمہ ہے اور اس سے پہلے [مِنْ] حرف جار ہے اور مراد یہ ہے، کہ تم پر دین کے تمام معاملات میں کسی بھی قسم کی کوئی تنگی نہیں رکھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❷ صحیح البخاری، کتاب الإیمان، جزء من رقم الحدیث ۳۹، ۹۳/۱، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

❸ ملاحظہ ہو: فتح الباری ۹۳/۱۔

❹ المسند، جزء من رقم الحدیث ۲۴۸۵۵، ۳۴۹/۴۱، عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ شیخ شعیب ارنؤوط

اور ان کے رفقاء نے اسے [قوی] اور اس کی [سند کو حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند

۳۴۹/۴۱)۔

آپ ﷺ نے یہ بات تین دفعہ ارشاد فرمائی۔^①

دین کے سراپا آسانی اور مجسمہ سہولت ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس دین حق کے لوگوں کو پہنچانے والے رسول برحق ﷺ کو آسانی کرنے والا بنا کر مبعوث فرمایا۔ خود نبی کریم ﷺ نے خبر دی:

”إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَعْصِبْنِي مُعِينًا وَلَا مُتَعِينًا، وَلَكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُبَسِّرًا.“^②

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں پر سختی کرنے والا، عیب چین بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ مجھے آسانی کرنے والا معلم بنا کر مبعوث فرمایا۔“

دین کی سہولت اور نبی کریم ﷺ کے آسانی کرنے کے مظاہر دین کے ہر گوشے میں ہیں۔ اعتقادات، عبادات اور معاملات کا کوئی پہلو اس سے خالی نہیں۔ حج، جو کہ ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اور نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ آسانیاں کثرت سے موجود ہیں۔ حج کے آغاز ہی میں آسانی ہے کہ اس کی فرضیت صرف استطاعت رکھنے والے لوگوں پر ہے۔^③ اس کے اختتام میں بھی سہولت ہے۔ مخصوص ایام والی عورت کی رزائگی کا وقت آجائے، تو

① المسند، جزء من رقم الحدیث ۲۰۶۶۹، ۲۰۶۷۰، ۲۶۹/۳۴، عن عروہ الفقیمی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ ابن کثیر اور ان کے رفقاء نے اسے [حسن الخیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش المسند ۲۶۹/۳۴)۔

تعبیر: آنحضرت ﷺ نے حدیث شریف میں بیان کردہ حقیقت کو صیغہ تاکید [إِنَّ] [بے شک] کے ساتھ بیان فرمایا اور اپنے ارشاد کو تین دفعہ دہرایا۔ آپ ﷺ کا کسی بات کو تاکید کے بغیر ایک مرتبہ ہی فرمادینا بہت کافی ہے، لیکن جب آپ ﷺ تاکید کے ساتھ تین بار ارشاد فرمائیں، تو وہ کس قدر قطعی، حقیقی اور اہل ہوگی۔

② صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب بیان أن تحبیر امرأة لا یكون طلاقاً إلا بالنیة، رقم الحدیث ۲۹۔ (۱۴۷۸)، ۱۱۰۵/۲، عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔

③ اس بارے میں تفصیل اس کتاب کے ص ۳۳ میں ملاحظہ فرمائیے۔

وہ [طوافِ وداع] کیے بغیر روانہ ہو جائے۔ ایسا کرنے سے نہ اس کے حج میں کچھ خلل ہوگا اور نہ ہی اس پر کوئی فدیہ لازم آئے گا۔^①

اللہ کریم نے اپنے دین کو سراپا آسانی بنانے اور آنحضرت ﷺ کو سہولت کرنے والا بنا کر مبعوث کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ امتِ اسلامیہ کو بھی آسانی کرنے والی امت بنا کر بھیجا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”إِنَّمَا بُعِثْتُكُمْ مُبَشِّرِينَ، وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ.“^②

”یقیناً تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، تنگی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔“

مزید برآں نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو آسانی کرنے والا حکم دیا اور تنگی کرنے سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

”يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنْفِرُوا.“^③

”آسانی کرو اور تنگی نہ کرو، بشارت دو اور نفرت نہ دلاؤ۔“

① تفصیل کے لیے اس کتاب کا ص ۳۶۵ دیکھیے۔

② ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب قول النبی ﷺ: ”يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا“، جزء من رقم الحدیث ۶۱۲۸، عن ابی ہریرۃ ؓ۔

③ المرجع السابق، کتاب العلم، باب ما کان النبی ﷺ يتسألونهم بالموعظة کی لا ینفروا، رقم الحدیث ۱۶۳/۱، ۶۹، عن انس ؓ۔

تیسرے: آنحضرت ﷺ کا بیان کردہ پہلا جملہ [يَسِّرُوا] [آسانی کرو] دوسرے جملے [وَلَا تُعَسِّرُوا] [تنگی نہ کرو] سے کفایت کرتا ہے، لیکن پھر بھی آنحضرت ﷺ نے ایک کی بجائے دو جملے استعمال فرمائے۔ اس بارے میں محدثین کی بیان کردہ حکمتوں میں سے دو درج ذیل ہیں:

۱۔ دوسرے جملے سے پہلے جملے میں بیان کردہ حکم کی تاکید کی گئی ہے۔
 ۲۔ پہلے جملے پر اکتفا کرنے کی صورت میں ایک دفعہ آسانی کرنے والا اپنے متعلق یہ سمجھ سکتا تھا، کہ وہ ارشادِ نبوی ﷺ کی تعمیل کر چکا ہے، لیکن دوسرے جملے میں آنحضرت ﷺ نے تمام حالتوں میں تنگی کی نفی کر کے مسلسل آسانی اور ہمیشہ تنگی سے اجتناب کا حکم دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۱/۱۶۳)۔

رب کریم کے حضور جناب نبی کریم ﷺ کے ارشادِ عالی کی تعمیل کی سعادت حاصل کرنے کی التجا کرتے ہوئے حج و عمرہ کی آسانیوں کو بیان کرنے کی یہ عاجزانہ کوشش کی جا رہی ہے۔

مجھے یہ زعم نہیں، اور نہ ایسا کرنے کا حق ہے، کہ اس کتاب میں کوئی ایسی بات پیش کی جا رہی ہے، جو پہلے سے موجود نہیں۔ یہ باتیں بلاشبہ کتاب و سنت اور علمائے اُمت رضی اللہ عنہم کی تالیفات میں ہیں، البتہ یہ بکھرے ہوئے موتی ہیں، جنہیں ترتیب و تنظیم کے ساتھ باحوالہ ایک لڑی میں پرونے اور بیان کرنے کی ادنیٰ سی کوشش کی جا رہی ہے۔ وما توفیقی إلا باللہ .

کتاب کی تیاری میں پیش نظر باتیں:

توفیقِ الہی سے درج ذیل باتوں کا اہتمام کرنے کی مقدور بھرسچی کی گئی ہے:

- ۱: کتاب کا بنیادی مرجع اور اساس کتاب و سنت ہے۔
- ۲: احادیث شریفہ کو عموماً ان کے اصلی ماخذ اور مراجع سے نقل کیا گیا ہے۔
- ۳: صحیحین کے علاوہ دیگر کتب حدیث سے منقول احادیث کے متعلق اہل علم کے اقوال پیش کیے گئے ہیں، صحیحین کی احادیث کی صحت پر اجماع اُمت کی بنا پر ان کے بارے میں علماء کے اقوال ذکر نہیں کیے گئے۔^①
- ۴: آیات شریفہ اور احادیثِ مبارکہ سے استدلال کرتے وقت بقاسمیر اور شروح حدیث سے استفادہ کیا گیا ہے۔

- ۵: احادیث شریفہ سے استدلال کرتے وقت ائمہ حدیث کے ان پر تحریر کردہ عنوانات کو خصوصی طور پر پیش کیا گیا ہے، کیونکہ وہ مبارک گروہ حدیث سے معلوم

① ملاحظہ ہو: مقدمۃ النووی لشرحہ علی صحیح مسلم ص ۱۴؛ ونزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ

الفکر للمحافظ ابن حجر ص ۲۹.

ہونے والی باتوں کو سب سے زیادہ سمجھنے والوں میں سے ہیں۔

۶: متقدمین اور متاخرین علمائے اُمت کے افادات سے تاحدا استطاعت فیض یاب ہونے کی کوشش کی گئی ہے۔

۷: اختلافی مسائل میں ترجیح کا معیار کتاب و سنت سے ثابت شدہ دلائل یا دلیل کو ٹھہرایا گیا ہے۔

۸: تفصیلی معلومات سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لیے کتاب کے آخر میں مراجع و مصادر کے متعلق تفصیلی معلومات درج کر دی گئی ہیں۔

خاکہ کتاب:

مولائے رحمن و رحیم کے فضل و کرم سے خاکہ کتاب بصورت ذیل ترتیب دیا گیا ہے:

پیش لفظ

اصل کتاب

کتاب کو تیرہ حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصے سے متعلقہ آسانیاں بیان کی گئی ہیں، جن کی مجموعی تعداد ایک سو چار ہے، ان میں سے ہر ایک آسانی مستقل عنوان کے ضمن میں پیش کی گئی ہے۔

حرف آخر

خلاصہ کتاب

اپیل

شکر و دعا:

بندۂ ضعیف دل کی گہرائیوں سے اپنے رب رحمن و رحیم کا شکر گزار ہے، کہ انہوں نے اس اہم موضوع کے متعلق کام شروع کرنے کی مجھ کمزور کو توفیق عطا

فرمائی۔ انہی سے اس کوشش میں راہنمائی، برکت اور قبولیت عطا فرمانے کی عاجزانہ التجا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اہلیہ محترمہ اور عزیز بہوؤں کو میری مقدور بھر خدمت کرنے اور عزیز القدر بیٹوں حافظ حماد الہی و حافظ سجاد الہی کو کتاب کی مراجعت میں بھر پور تعاون کرنے پر جزائے خیر عطا فرمائے، اور اس کتاب کے ثواب میں ان سب کو شریک فرمائیں۔ انہ سمیع قریب۔

کتاب کی مراجعت میں بھر پور دلچسپی اور تعاون کے لیے عزیز القدر عمر فاروق قدوسی کا شکر گزار اور ان کے لیے دعا گو ہوں۔ جزاہم اللہ جمعاً خیر الجزاء فی الدارین۔ آمین یا رب العالمین۔

فضل الہی

۶ شوال ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۸ ستمبر ۲۰۰۹م

اسلام آباد



- ۱ -

فرضیت حج سے متعلقہ آسانیاں

۱۔ استطاعت کے بغیر حج کا فرض نہ ہونا:

اللہ تعالیٰ نے صرف انہی لوگوں پر حج فرض کیا ہے، جو استطاعت رکھتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾^①

[اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر یہ بات فرض ہے، کہ اس گھر تک پہنچنے

کی استطاعت رکھنے والے اس کا حج کریں۔]

استطاعت میں شامل باتیں:

۱: اس کے پاس اخراجات سفر اور سواری [یا سواری پر آنے جانے کا کرایہ]

موجود ہو۔^②

۲: راستے میں امن ہو، امن کے فقدان کی صورت میں بیت اللہ کی طرف جانے کی

① سورة آل عمران، جزء من الآية ۹۷۔

② امام ترمذی نے تحریر کیا ہے، کہ اہل علم کے نزدیک جب کسی شخص کے پاس زاویراہ اور سواری ہو، تو اس پر حج

فرض ہو جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی، أبواب الحج، باب ما جاء في إيجاب الحج بالزاد

والراحلة، ۴/۵۷۳)۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں، کہ فرضیت حج کے لیے زاویراہ اور سواری کو شرط قرار دینے

والوں میں عمر بن الخطاب، ان کے صاحب زادے عبداللہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم، حسن بصری، سعید بن

جبیر، عطاء اور مجاہد ہیں۔ اور یحییٰ رائے شافعی، ثوری، ابو حنیفہ، ان کے شاگردوں، احمد، اسحاق، عبدالعزیز

بن ابی سلمہ اور ابن حبیب رضی اللہ عنہم کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبی ۴/۱۴۷)۔ علامہ شوکانی رقم طراز

ہیں، کہ یحییٰ بات حق ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح القدير ۱/۵۴۸)، نیز ملاحظہ ہو: منار السبيل ۱/۲۳۹)۔

استطاعت باقی نہ رہے گی۔^①

۳: اس کی صحت سفر کے قابل ہو۔ اگر ایسا نہ ہو، تو زاویراہ اور سواری (یا سواری کا کرایہ) موجود ہونے کے باوجود اس پر حج فرض نہ ہوگا۔^②

۴: زیر کفالت اہل و عیال کے ضروری اخراجات کے لیے واپسی حج تک کے لیے مال موجود ہو، کیونکہ زیر کفالت لوگوں پر خرچ آنے میں تاخیر دانی نہیں اور عذر کی بنا پر حج کی ادائیگی میں تاخیر کی اجازت ہے۔^③

اگر کسی شخص کو مذکورہ بالا باتیں میسر نہ ہوں، تو اس پر حج کا ادا کرنا فرض ہی نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا بیان کردہ قانون ہے:

﴿لَا يَكْفِيكَ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وَسَعَهَا﴾^④

[اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی استطاعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں

ڈالتے۔]

تنبیہ:

اہل علم کے صحیح قول کے مطابق خاتون پر فرضیت حج کے لیے مذکورہ بالا چار باتوں کے علاوہ یہ بات بھی ہے، کہ سفر میں ہمراہ جانے کے لیے شوہر یا محرم میسر ہو، وگرنہ اس پر حج فرض نہ ہوگا۔^⑤

حج کی استطاعت کے متعلق سعودی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات و افتاء کا فتویٰ

درج ذیل ہے:

① ملاحظہ ہو: فتح القدیر ۱/۵۴۸۔

② ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/۵۴۸؛ وایسر التفاسیر ۱/۲۹۱۔

③ ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبی ۴/۴۱۴۹ و منار السبیل ۱/۲۳۹؛ وایسر التفاسیر ۱/۲۹۱۔

④ سورة البقرة / جزء من الآية ۲۸۶۔

⑤ اس بارے میں تفصیل کتاب کے صفحات ۳۳۳ میں دیکھیے۔

”أَنْ يَكُونَ صَحِيحَ الْبَدَنِ،
وَأَنْ يَمْلِكَ مِنَ الْمَوَاصِلَاتِ مَا يَصِلُ بِهِ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ
الْحَرَامِ مِنْ طَائِرَةٍ أَوْ سَيَّارَةٍ أَوْ دَابَّةٍ أَوْ أُجْرَةٍ، ذَلِكَ عَلَى
حَسَبِ حَالِهِ؛ وَأَنْ يَمْلِكَ زَادًا يَكْفِيهِ ذَهَابًا وَإِيَابًا،
عَلَى أَنْ يَكُونَ زَائِدًا عَنْ نَفَقَاتِ مَنْ تَلَزَمَهُ نَفَقَتُهُ، حَتَّى
يَرْجِعَ مِنْ حَجِّهِ؛
وَأَنْ يَكُونَ مَعَ الْمَرْأَةِ زَوْجٌ أَوْ مُحْرَمٌ فِي سَفَرِهَا لِلْحَجِّ
وَالْعُمْرَةِ.“^①
”وہ صحیح البدن ہو،

بیت اللہ الحرام پہنچانے کے لیے اس کے حسبِ حالت ہوئی جہاز، کاریا
جانور کی سواری یا ان کا کرایہ ہو،
دورانِ سفر کے لیے مناسب مقدار میں زاوراہ ہو،
اور یہ زیرِ کفالت (اہل و عیال) کے لیے پلٹنے تک کے اخراجات کے
علاوہ ہو

اور خاتون کے ہمراہ حج اور عمرہ کے سفر میں خاوند یا محرم ہو۔“

۲۔ زندگی میں صرف ایک حج فرض ہونا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ اللہ کریم نے اپنے بندوں پر ساری
زندگی میں صرف ایک دفعہ حج کرنا فرض کیا ہے۔
ذیل میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

① ملاحظہ ہو: فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء، جزء من الفتوی رقم (۸۴۵)،

۱: امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”أَيُّهَا النَّاسُ أَقْدَ فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا.“

”اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، پس تم حج کرو۔“

ایک شخص نے عرض کیا:

”أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟“

”یا رسول اللہ! کیا ہر سال؟“

آنحضرت ﷺ خاموش رہے، یہاں تک کہ اس نے تین مرتبہ کہا (یہی سوال

دہرایا۔)

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”لَوْ قُلْتُ: ”نَعَمْ.“ لَوْ جَبْتُ، وَلَمَّا اسْتَطَعْتُمْ.“^①

”اگر میں ”ہاں“ کہہ دیتا، تو (ہر سال) واجب ہو جاتا اور تم (ہر سال ادا

کرنے کی) طاقت نہ رکھتے۔“

۲: حضرات ائمہ احمد، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے:

”بے شک اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے استفسار کرتے

ہوئے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! الْحَجُّ فِي كُلِّ سَنَةٍ أَوْ مَرَّةً وَاحِدَةً؟“

”یا رسول اللہ! حج ہر سال کرنا ہے یا (زندگی میں) ایک مرتبہ؟“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

① صحیح مسلم، کتاب الحج، جزء من رقم الحدیث ۴۱۲-۱۳۳۷، ۱/۳، ۹۷۵۔

”بَلْ مَرَّةً وَاحِدَةً ، فَمَنْ زَادَ ، فَهُوَ تَطَوُّعٌ“ ❶
 ”بلکہ ایک مرتبہ ہے، پس جس نے زیادہ دفعہ کیا، تو وہ نفل کی ہے۔“

ان حدیثوں کے متعلق دو باتیں:

۱: دونوں حدیثوں سے یہ بات واضح ہے، کہ ساری زندگی میں صرف ایک دفعہ حج کرنا فرض ہے اور یہ بلاشک اللہ کریم کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے آسانی ہے۔ امام نووی نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ فَرَضِ الْحَجِّ مَرَّةً فِي الْعُمْرِ .] ❷

[زندگی میں ایک مرتبہ حج کا فرض ہونا]

دوسری حدیث پر امام ابن حبان نے درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ فَرَضَ اللَّهِ جَلَّ وَعَلَا الْحَجَّ عَلَى مَنْ وَجَدَ

إِلَيْهِ سَبِيلًا فِي عُمْرِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً لَا فِي كُلِّ عَامٍ .] ❸

[اس بیان کا ذکر، کہ اللہ جل و علا نے صاحب استطاعت پر زندگی میں

ایک دفعہ حج فرض کیا ہے، ہر سال فرض نہیں کیا۔]

ب: علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

❶ المسند، رقم الحدیث ۲۳۰۴، ۱۵۱/۴؛ و صحیح سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب

فرض الحج، رقم الحدیث ۱۵۱۴-۱۷۲۱، ۳۲۴/۱؛ و صحیح سنن النسائی، کتاب

مناسک الحج، باب وجوب الحج، رقم الحدیث ۲۴۵۶، ۵۵۶/۲۔ الفاظ حدیث صحیح سنن

أبوی داود کے ہیں۔ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے المسند کی روایت کو اور شیخ البانی نے سنن أبوی

داود کا در سنن النسائی کی روایت کو [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۱۵۱/۴؛ و صحیح

سنن أبی داود ۳۲۴/۱؛ و صحیح سنن النسائی ۵۵۶/۲)۔

❷ صحیح مسلم ۹۷۵/۲؛ نیز ملاحظہ ہو: صحیح ابن خزیمہ ۱۲۹/۴۔

❸ الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب فرض الحج، ۱۹/۹۔

”وَأَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَىٰ وَجُوبِ الْحَجِّ عَلَى الْمُسْتَطِيعِ فِي الْعُمْرِ مَرَّةً وَاحِدَةً.“ ❶

”امت کا اجماع ہے، کہ صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک دفعہ حج کرنا واجب ہے۔“

۳۔ پیدل یا سواری پر حج کرنے کا اختیار:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ حج کرنے والا اپنے وسائل کے بقدر پیدل یا سواری ہو کر جیسے چاہے حج کرے، اس بارے میں اس پر کوئی پابندی نہیں۔ توفیق الہی سے ذیل میں اس کے متعلق دو دلیلیں درج کی جا رہی ہیں:

ا: ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَاصِبٍ﴾ ❷

[اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دیجیے، وہ آپ کے پاس پیدل اور ہر لاغر سواری پر دور دراز راستے سے آئیں گے۔]

ب: امام مسلم کی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے جتہ الوداع کے

متعلق روایت کردہ حدیث میں ہے:

”فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ ، حَتَّىٰ إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ ، نَظَرْتُ إِلَىٰ مَدِّ بَصْرِي بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ رَاكِبٍ وَمَاشٍ ، وَعَنْ يَمِينِهِ مِثْلَ ذَلِكَ ، وَعَنْ يَسَارِهِ مِثْلَ ذَلِكَ ، وَمِنْ خَلْفِهِ مِثْلَ ذَلِكَ.“ ❸

❶ المغنی ۶/۵ . ❷ سورة الحج / الآیة ۲۷ . ❸ صحیح مسلم، کتاب الحج،

باب حجة النبي ﷺ ، جزء من رقم الحديث ۱۴۷- (۱۲۱۸)، ۸۸۷/۲ .

[رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں نماز ادا کی، پھر (اپنی اونٹنی) قصواء پر سوار ہوئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ (جبل) بیداء پر چڑھ گئے۔ میں نے تاحدنگاہ آپ ﷺ کے آگے سوار اور پیدل دیکھے، اسی طرح آپ کے دائیں جانب، اسی طرح آپ کے بائیں جانب، آپ ﷺ کے پیچھے بھی اسی طرح۔“]

ان دونوں دلیلوں کے حوالے سے تین باتیں:

۱: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حج کے لیے ندا قبول کرنے والوں کے متعلق بیان فرمایا، کہ وہ پیدل اور دہلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر آئیں گے۔ امام ابن قتارہ ارشاد باری تعالیٰ ﴿يَأْتُواكَ رِجَالًا﴾ [وہ آپ کے پاس پیدل آئیں گے] کے بارے میں کہتے ہیں: یہ امام مالک کے لیے قطعی دلیل ہے، کہ سواری کا ہونا راستے کی شرط نہیں۔ (ان کے) مخالف لوگوں کے نزدیک (سواری میسر نہ آنے پر) پیدل جانے والوں پر حج واجب نہیں ہوتا۔ ان کا ایسے کہنا آیت کے خلاف ہے۔^①

علامہ قرطبی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”لَا خِلَافَ فِي جَوَازِ الرِّكُوبِ وَالْمَشْيِ.“^②

”(حج کے لیے) سوار ہو کر اور پیدل جانے کے جواز میں کوئی اختلاف

نہیں۔“

ب: حدیث شریف سے یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ حج کے لیے آنے والوں میں پیدل اور سوار دونوں قسم کے لوگ تھے اور آنحضرت ﷺ کا ان پر روک ٹوک نہ کرنا، ان دونوں صورتوں میں سفر حج کے جواز پر دلالت

① ملاحظہ ہو: شرح صحیح البخاری لابن بطال ۱۸۸/۴۔

② تفسیر القرطبی ۳۹/۱۲۔

حج: علماء کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے، کہ دونوں میں سے کس صورت میں حج کرنا افضل ہے۔

امام ابن منذر لکھتے ہیں: حجاج کے سوار ہونے اور پیدل چلنے کی افضلیت میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے عمل اور دعا اور گریہ زاری میں مد ہونے کی بنا پر سوار ہونا افضل ہے۔ اسحاق بن راہویہ کے نزدیک مشقت کی وجہ سے پیدل افضل ہے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے، کہ حالات اور اشخاص کے اعتبار سے افضلیت کا تعین ہوتا ہے۔^۱

۳۔ حج و عمرہ پیدل کرنے کی نذر ماننے والوں کے لیے آسانی:

حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ ان کے لیے پیدل جانے کی نذر ماننے والوں کے لیے حسب استطاعت پیدل جانے اور استطاعت نہ ہونے کی حالت میں سوار ہو کر جانے کی اجازت ہے۔ توفیق الہی سے اس بارے میں ذیل میں دو حدیثیں پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ ”بے شک نبی کریم ﷺ نے ایک بوڑھے شخص کو اپنے دو بیٹوں کے سہارے چلتا دیکھا، تو دریافت فرمایا:

”مَا بَالُ هَذَا؟“

① یعنی کچھ اشخاص کے لیے بعض حالات میں پیدل حج کرنا افضل ہوگا اور بعض اشخاص کے لیے بعض حالات میں سوار ہو کر حج کرنا افضل ہوگا۔

ملاحظہ ہو: فتح الباری ۱/۳۸۰؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح صحیح البخاری لابن بطال ۴/۱۸۹ و تفسیر القرطبی ۱۲/۳۹-۴۰۔

”ان صاحب کو کیا ہوا ہے؟“

انہوں نے عرض کیا: ”نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ“.

انہوں نے (کعبۃ اللہ کی طرف) پیدل چلنے کی منت مانی تھی۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ عَن تَعْدِيْبِ هَذَا نَفْسُهُ لَغَنِيٌّ“.

”بے شک اللہ تعالیٰ ان کے خود کو عذاب میں مبتلا کرنے سے بے نیاز

ہیں۔“

”وَأَمْرُهُ أَنْ يَرْكَبَ“ ①

”اور آپ ﷺ نے انہیں سوار ہونے کا حکم دیا۔“

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی

ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”میری بہن نے بیت اللہ تک پیدل جانے کی منت مانی تھی۔ (پھر)

انہوں نے مجھے حکم دیا، کہ میں ان کے لیے نبی کریم ﷺ سے دریافت

کروں، چنانچہ میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا، تو آپ ﷺ نے

فرمایا:

”لَتَمْشِي وَتَلْتَرُكَبُ“ ②

① متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب جزاء الصيد، باب من نذر أن يمشي إلى الكعبة، رقم

الحديث ۱۸۶۵، ۷۸/۴؛ صحیح مسلم، کتاب النذر، باب من نذر أن يمشي إلى

الكعبة، رقم الحديث ۹- (۱۶۳۲)، ۳/۱۲۶۳-۱۲۶۴.

② متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب جزاء الصيد، باب من نذر أن يمشي إلى الكعبة، رقم

الحديث ۱۸۶۶، ۷۸/۴-۷۹؛ صحیح مسلم، کتاب النذور، باب من نذر أن يمشي

إلى الكعبة، رقم الحديث ۱۱- (۱۶۴۴)، ۳/۱۲۶۴. الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

”وہ پیدل جائے اور سوار ہو۔“

اس سے مراد یہ ہے، کہ جس قدر ممکن ہو پیدل جائے اور جہاں اس کی استطاعت نہ رہے، وہاں سے سوار ہو کر جائے۔^①

سنن أبی داؤد کی روایت میں ہے:

”فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَرَكَبَ، وَتَهْدِي هَدْيًا.“^②

”پس نبی کریم ﷺ نے اسے سوار ہونے اور ایک قربانی کرنے کا حکم دیا۔“

سنن أبی داؤد کی ایک اور روایت میں ہے:

”فَلْتَرَكَبْ وَلْتَهْدِ بَدَنَةً.“^③

”پس وہ سوار ہو جائے اور ایک اونٹ کی قربانی دے۔“

دونوں حدیثوں کے حوالے سے چار باتیں:

ا: بیت اللہ کی طرف پیدل جانے کی نذر ماننے والا، استطاعت نہ ہونے کی صورت میں سوار ہو جائے۔ پہلی حدیث میں آنحضرت ﷺ نے بوڑھے شخص کو یہی حکم دیا۔

ب: ایسا شخص جہاں تک استطاعت ہو، پیدل جائے اور جہاں استطاعت نہ رہے،

① ملاحظہ ہو: المفہم ۶۱۷/۴۔

② صحیح سنن أبی داؤد، کتاب الأیمان والنذور، باب من رأى عليه كفارة إذا كان في معصية، جزء من رقم الحديث ۲۸۱۸-۲۸۱۹؛ ۳۲۹۶-۳۲۹۷۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۶۳۴/۲)۔

③ المرجع السابق، رقم الحديث ۲۸۲۵-۲۸۲۶، ۳۳۰۳-۳۳۰۴۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] کہا ہے۔

(ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳۵۱/۲)؛ نیز ملاحظہ ہو: إرواء الغلیل، رقم الحديث ۲۵۹۲،

۲۲۱-۲۱۸/۸۔

سوار ہو کر جائے۔ یہ بات دوسری حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔

حج: ایسا شخص سارے سفر میں یا کچھ راستے میں سوار ہونے کی حالت میں ایک جانور کی قربانی بطور کفارہ دے۔^①

د: ایک بکری بطور کفارہ ذبح کرنے کے لیے کافی ہے، البتہ اونٹ کا ذبح کرنا مستحب ہے۔ بعض علماء نے سنن ابی داؤد کی مذکورہ بالا روایتوں میں بظاہر تعارض کو اسی طرح دور کیا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک اونٹ ذبح کرنا ہی ضروری ہے۔^②

تشبیہ:

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی گئی ہے، کہ ایسے شخص پر کفارہ نہیں، لیکن سنن ابی داؤد کی مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں بطور کفارہ جانور ذبح کرنے کا حکم ہے اور ان کے راویان ثقہ ہیں، اس لیے ان دونوں روایتوں کو نظر انداز یا مسترد کرنا درست نہیں۔

کفارہ ذکر نہ کرنے والوں کی روایت ذکر کرنے والوں پر حجت نہیں، بلکہ ذکر کرنے والے ثقہ راویوں کی روایت سب کے لیے قابل حجت ہوگی۔^③

۵۔ وقف فی سبیل اللہ سواری پر حج و عمرہ کی اجازت:

حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ ان کی غرض سے جانے والا اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف شدہ سواری پر سفر کر سکتا ہے۔ اس بارے میں ذیل میں دو

① مذکورہ بالا تین باتوں کے متعلق امام نووی لکھتے ہیں، کہ امام شافعی کے اس بارے میں دو اقوال ہیں سے یہ راجح قول ہے۔ علماء کی ایک جماعت کی بھی یہی رائے ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح السنوی ۱/۱۰۲)۔

② ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتیح ۶/۶۱۲۔

③ ملاحظہ ہو: المفہم ۴/۶۱۷-۶۱۸۔

حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام ابوداؤد نے حضرت ام معقل رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے

بیان کیا:

”ابو معقل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کر کے آئے، تو ام معقل رضی اللہ عنہا

نے کہا: ”آپ کو علم ہے، کہ میرے ذمے حج ہے۔“

پس وہ دونوں پیدل چل کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوئے، تو انہوں نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ۔ ﷺ! بے شک میرے ذمے حج ہے اور ابو معقل کے

پاس یقیناً ایک جوان اونٹ ہے۔“

ابو معقل نے عرض کیا: ”صَدَقْتُ، جَعَلْتُهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.“

وہ سچ کہہ رہی ہیں، (لیکن) میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر چکا

ہوں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”أَعْطَاهَا، فَلْتَحَجَّ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.“

”اسے (وہ اونٹ) دے دو، تاکہ وہ اس پر (سوار ہو کر) حج کرے،

کیونکہ بے شک وہ (حج) اللہ تعالیٰ کی راہ میں سے ہے۔“

”فَأَعْطَاهَا الْبُكَرَ.“ ❶

”چنانچہ، انہوں نے اسے جوان اونٹ دے دیا۔“

❶ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب العمرة، جزء من رقم الحديث ۱۹۸۶،

۳۲۰/۱۵-۳۲۱. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبي داود

صحیح ابن خزمیہ میں ہے:

”فَأَمْرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُعْطِيَهَا ، وَقَالَ : ” إِنَّ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ مِنْ سُبُلِ اللَّهِ.“ ❶

”نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا، کہ وہ اسے (اونٹ) دے دیں اور آپ ﷺ نے (ساتھ یہ بھی) فرمایا: ”بلاشک حج و عمرہ اللہ تعالیٰ کی راہوں میں سے ہیں۔“

ب: امام ابوداؤد اور امام ابن خزمیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ”رسول اللہ ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا، تو ایک خاتون نے اپنے شوہر سے کہا: ”مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کروائیے۔“ انہوں نے جواب دیا: ”میرے پاس تمہیں حج کروانے کے لیے سواری نہیں۔“ انہوں نے کہا: ”پانی نکالنے والے اونٹ پر حج کروائیے۔“ انہوں نے جواب دیا: ”اس پر میں اور تمہارا بیٹا باری باری سوار ہو کر جائیں گے۔“

انہوں نے کہا: ”مجھے فلاں اونٹ پر حج کروائیے۔“ انہوں نے جواب دیا: ”وہ راہ اللہ میں وقف ہے۔“ انہوں نے کہا: ”اپنی کھجوروں کو فروخت کر دیجیے (تا کہ اس رقم سے آپ مجھے حج کرواسکیں۔)

انہوں نے جواب دیا: ”وہ (تو) میری اور تمہاری خوراک ہے۔“ جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے واپس تشریف لائے، تو انہوں نے اپنے شوہر کو

❶ صحیح ابن خزمیہ، کتاب المناسک، جزء من رقم الحدیث ۳۰۷۵، ۳۶۰/۴۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش صحیح ابن خزمیہ ۳۶۰/۴)۔

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا:

”رسول اللہ ﷺ کو میری طرف سے [السلام علیکم ورحمۃ اللہ] عرض

کرنا اور ان سے دریافت کرنا:

”آپ کی رفاقت میں حج کرنے کے برابر کیا ہے؟“

ان کے شوہرنے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

”یا رسول اللہ۔ ﷺ! بے شک میری اہلیہ آپ کی خدمت میں

[السلام علیکم ورحمۃ اللہ] عرض کرتی ہے اور اس نے مجھ سے فرمائش کی تھی،

کہ میں اسے آپ کے ساتھ حج کرواؤں، تو میں نے اسے کہا: ”میرے

پاس تمہیں حج کروانے کے لیے سواری نہیں۔“

تو اس نے کہا: ”مجھے اپنے فلاں اونٹ پر حج کروا دیجئے۔“

میں نے اسے بتلایا: ”وہ (تو) راہِ اللہ میں وقف ہے۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”أَمَا إِنَّكَ لَوُكُنْتَ حَاجَّتَهَا فَكَانَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

عَزَّوَجَلَّ۔“

”بے شک اگر تم اسے (اسی اونٹ پر) حج کروا دیتے، تو وہ (حج) اللہ

تعالیٰ کی راہ (ہی) میں ہے۔“

تو اس (بیوی) نے کہا: ”مجھے اپنے پانی نکالنے والے اونٹ پر حج کروا

دیجئے۔“

میں نے جواب دیا: ”اس پر تو میں اور تمہارا بیٹا باری باری (سوار) ہو کر

جائیں گے۔“

اس نے کہا: ”اپنی کھجوروں کو فروخت کر دیجئے۔“

میں نے جواب دیا: ”وہ تو میری اور تمہاری غذا ہے۔“ انہوں نے بیان کیا: ”رسول اللہ ﷺ حج کے لیے اس کے اشتیاق پر بنے (خوش ہوئے)۔“

”اور بے شک اس نے مجھے حکم دیا ہے، کہ آپ سے دریافت کروں، کہ آپ کے ہمراہ حج کرنے کے برابر کیا ہے؟“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”میری طرف سے اسے [السلام علیکم ورحمة اللہ کہنا] اور اسے خبر دینا، کہ ”بے شک رمضان کا عمرہ میرے ساتھ کیے ہوئے حج کے برابر ہے۔“^①

آنحضرت ﷺ نے پہلی حدیث میں حج و عمرہ اور دوسری حدیث میں حج کو فی سبیل اللہ میں شامل فرماتے ہوئے [وقف فی سبیل اللہ] اونٹ پر حج و عمرہ کے سفر کرنے کو درست قرار دیا۔ امام ابن خزیمہ نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْعُمْرَةِ عَلَى الدَّوَابِّ الْمُحْبَسَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ^②

[راہ اللہ میں وقف شدہ جانوروں پر عمرے کی اجازت کے متعلق باب]



① سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب العمرة، رقم الحديث ۱۹۸۸، ۳۲۳/۵-۳۲۴؛ و صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، باب فضل العمرة في رمضان، رقم الحديث ۳۰۷۷، ۳۶۱/۴۔ الفاظ حدیث صحیح ابن خزیمہ کے ہیں۔ شیخ البانی نے دونوں کتابوں کی روایتوں کو [حسن صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبي داود ۳۷۴/۱؛ و هامش صحيح ابن خزيمة ۳۶۱/۴)۔

② صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ۳۵۹/۴۔

- ب -

حج میں رزقِ حلال طلب کرنے کی اجازت

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ اس سفر کے دوران تجارت، مزدوری، ملازمت اور اپنی سواری کرائے پر دینے کی خاطر محنت کرنے کی اجازت ہے۔ اس بارے میں درج ذیل تین روایات ملاحظہ فرمائیے:

حضرات ائمہ ابو داؤد، ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ

”بے شک زمانہ جاہلیت میں لوگ منی، عرفات، ذوالحجاز کے میلے اور حج کے موسموں میں لین دین کرتے تھے۔ پھر وہ (اسلام لانے کے بعد) حالتِ احرام میں تجارت کرنے سے ڈر گئے، تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی:

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ﴾^① فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ.“^②

① سورة البقرة / جزء من الآية ۱۹۸.

② سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الكري، رقم الحديث ۱۷۳۱، ۱۰۹/۵ و صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الحديث ۳۰۵۴، ۳۵۱/۴-۳۵۲ و المستدرک علی الصحیحین، كتاب المناسك، ۴۸۱/۱-۴۸۲ امام حاکم نے اسے [بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح] کہا ہے؛ حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے اور شیخ البانی نے سنن ابی داؤد کی حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۴۸۱/۱؛ و التلخیص ۴۸۱/۱ و صحیح سنن أبي داود ۳۲۶/۱).

[تم پر کوئی گناہ نہیں، کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔] حج کے موسموں میں۔“

انہوں ① نے کہا: مجھ سے عبید بن عمر نے بیان کیا: ”بے شک وہ [ابن عباس رضی اللہ عنہما] اسے [موسم الحج] ② مصحف میں پڑھتے تھے۔“

ب: امام ابو داؤد اور امام ابن خزیمہ نے ابو امامہ تمیمی سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ”میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: ”ہم لوگ اس راہ (سفر حج) میں سواری کرائے پر دیتے ہیں اور میری قوم کے لوگوں کا خیال ہے، کہ میرا کوئی حج نہیں۔“

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”کیا تم بیت (اللہ) کا طواف نہیں کرتے؟ کیا تم صفا و مرہ کے درمیان سعی نہیں کرتے؟ کیا تم.....؟ کیا تم.....؟“

بے شک ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہی سوال کیا، جو تم نے مجھ سے پوچھا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو تب پتا نہیں تھا، کہ کیا جواب دیں، یہاں تک کہ (یہ) آیت نازل ہوئی:

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ﴾

[اپنے رب کا فضل تلاش کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں]

آنحضرت ﷺ نے اسے (سوال کرنے والے کو) بلایا اور اس پر اس [آیت]

کی تلاوت کی اور فرمایا:

① یعنی ابن ابی ذئب نے اور وہ راویان حدیث میں سے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: بذل المحمود ۳۱۶/۹)۔

② (موسم الحج): قراءتِ شاذہ ہے اور اس کی حیثیت آیت کی تفسیر کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: عمون

المعبود ۱۰۹/۵)۔

”أَنْتُمْ حُجَّاجٌ.“ ① [تم حجاج ہو۔]

سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”لَكَ حَجٌّ.“ ②

[تیرے لیے حج ہے۔]

ح: امام ابن خزیمہ اور امام حاکم نے سعید بن جبیر سے روایت نقل کی ہے، کہ

انہوں نے بیان کیا:

”ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

”میں نے کچھ لوگوں کے ہاں مزدوری کرنے کا معاملہ طے کیا، تو میں نے

اپنی مزدوری میں سے کچھ رقم اس شرط پر چھوڑ دی، کہ وہ حج کے اعمال

کرنے کی چھٹی دیتے رہیں گے، کیا ایسے کرنا مجھے کفایت کرے گا؟“ ③

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا:

”نَعَمْ ، هَذَا مِنَ الدِّينِ قَالَ اللَّهُ: ﴿أُولَئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا

كَسَبُوا وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾ ④ ⑤

① سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب الکرّی، رقم الحدیث ۱۷۳۰، ۱۰۸/۵-۱۰۹-۱۰۹ و صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، رقم الحدیث ۳۰۱/۴، ۳۵۰- الفاظ حدیث صحیح ابن خزیمہ کے ہیں۔ شیخ البانی نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش صحیح ابن خزیمہ ۳۵۰/۴)۔

② سنن ابی داؤد ۱۰۹/۵۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابی داؤد ۳۲۶/۱)۔

③ یعنی کیا ایسی صورت میں میرا حج درست ہوگا؟ ④ سورة البقرة / جزء من الآية ۲۰۲۔

⑤ صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، ۳۵۱/۴؛ والمستدرک علی الصحیحین، کتاب المناسک ۴۸۱/۱۔ امام حاکم نے اسے [صحیحین کی شرط پر صحیح] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ ذاکٹر اعظمی نے اس کی [سند کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۴۱۸/۱ والتلخیص ۴۱۸/۱؛ و هامش صحیح ابن خزیمہ ۳۵۱/۴)۔

”ہاں، یہ ❶ ان لوگوں میں سے ہے، جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
[یہ وہ لوگ ہیں، کہ ان کے لیے ان کا اعمال کا حصہ [یعنی بدلہ] ہے اور
اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں۔“
ان روایات کے حوالے سے تین باتیں:

۱: پہلی حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، کہ سفر حج کے دوران تجارت کرنا
جائز ہے، البتہ یہ ضروری ہے، کہ حج کے اعمال کی ادائیگی کے اوقات میں تجارت میں
مشغول نہ رہے۔ امام ابن خزیمہ نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ إِسَاحَةِ التَّجَارَةِ فِي الْحَجِّ ، وَالذَّلِيلُ عَلَى أَنْ
الْإِسْتِغَالَ بِمَا أَبَاحَ اللَّهُ مِنْ طَلَبِ الْمَالِ مِنْ حِلِّهِ أَيَّامَ
الْمَوْسَمِ فِي غَيْرِ الْأَوْقَاتِ الَّتِي يَشْتَغِلُ الْمَرْءُ عَنْ آدَاءِ
الْمَنَاسِكِ لَا يَنْقُصُ أَجْرَ الْحَاجِّ ، وَلَا يُبْطِلُ الْحَجَّ ، وَلَا
يُوجِبُ عَلَيْهِ هَدِيًّا ، وَلَا صَوْمًا ، وَلَا صَدَقَةً] ❷

[حج میں تجارت کے جواز کے متعلق باب اور اس بات کی دلیل، کہ
مناسک حج کی ادائیگی کے اوقات کے سوا دیگر اوقات میں اللہ تعالیٰ کے
حلال کردہ مال کے جائز طریقے سے طلب کرنے میں مشغول ہونا، نہ تو
حاجی کا اجر کم کرتا ہے، نہ حج باطل کرتا ہے اور اس پر کوئی قربانی، روزہ یا
صدقہ کرنا واجب نہیں کرتا۔]

امام ابن حبان نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[ذِكْرُ الْخَبَرِ الدَّالِّ عَلَى إِسَاحَةِ التَّجَارَةِ لِلْحَاجِّ

❶ مراد یہ ہے، کہ تم ان لوگوں میں سے ہو۔

❷ صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، ۴/۳۵۱۔

وَالْمُعْتَمِرِ ❶

[حج اور عمرہ کرنے والوں کے لیے تجارت کرنے کے جواز پر دلالت کرنے والی حدیث کا ذکر۔]

ب: دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ سفرِ حج کے دوران حاجیوں کو کرایہ پر سواریاں مہیا کرنا حج کی راہ میں رکاوٹ نہیں۔ امام ابن خزمیہ نے اس پر حسب ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ حَجِّ الْأَكْرَبَاءِ] ❷

[کرایہ پر سواریاں دینے والوں کے حج کے متعلق باب]

ج: تیسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ سفرِ حج میں حجاج کی خدمت اور ان کے کام کاج کی غرض سے ملازمت کرنے والا بھی حج کر سکتا ہے۔ امام ابن خزمیہ نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ حَجِّ الْأَجْرَاءِ] ❸

[مزدوری کرنے والوں کے حج کے متعلق باب]

د: سعودی عرب کی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات و افتاء نے درج ذیل فتویٰ دیا ہوا ہے:

”حج کے موسموں میں تجارت کرنا جائز ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ﴾ کی تفسیر میں (امام) طبری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے:

❶ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب رمي الحمار أيام التشريق،

۲۰۰/۹

❷ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك ۳۰۰/۴

❸ المرجع السابق ۳۰۱/۴

”وَهُوَ، لَا حَرَجَ عَلَيْكُمْ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ قَبْلَ الْإِحْرَامِ
وَبَعْدَهُ.“^①

”تم پر احرام سے پہلے اور بعد میں خرید و فروخت کرنے میں کوئی حرج
نہیں۔“



① فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، جزء من الفتوى رقم (۶۶۱۴)،

- ج -

عمرے سے متعلقہ آسانیاں

۱۔ عمرے کی سارا سال اجازت ہونا:

عمرے کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ اس کے ادا کرنے کے لیے کوئی مخصوص وقت متعین نہیں، بلکہ یہ سال کے سب مہینوں، دنوں اور اوقات میں جائز ہے۔ اس سلسلے میں ذیل میں پانچ دلائل ملاحظہ فرمائیے:

۱: آنحضرت ﷺ ذوالقعدہ ۶ ہجری میں عمرے کے لیے تشریف لائے۔ قریش کے روکنے اور پھر صلح حدیبیہ کے بعد عمرے کے بغیر واپس تشریف لے گئے۔

ذوالقعدہ ۷ ہجری میں مکہ مکرمہ تشریف لا کر عمرہ کیا۔

ذوالقعدہ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد جعرانہ سے عمرے کے لیے تشریف

لائے۔

پھر دس ہجری میں حجۃ الوداع کے ساتھ عمرہ کیا۔^①

ب: امام بخاری نے عکرمہ بن خالد سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے ابن

عمر رضی اللہ عنہما سے حج سے پہلے عمرہ کرنے کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے جواب دیا:

”کلا بأَسْ .“ [کوئی حرج نہیں۔]

① ملاحظہ ہو: زاد المعاد ۲/۹۰-۹۲۔ نیز ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب العمرة، باب کم

اعتمر النبي ﷺ، ۳/۵۹۹-۶۰۰ و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان عدد عمر

النبي ﷺ و زمانہ، رقم الحدیث ۲۱۷- (۱۲۵۳) ۲/۹۱۶۔

عکرمہ نے بیان کیا: ”ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

”اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ .“ ❶

”نبی کریم ﷺ نے حج کرنے سے پہلے عمرہ کیا۔“

ح: امام ابن خزمیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک

حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا:

”مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَرْجِعَ بِعُمْرَةٍ قَبْلَ الْحَجِّ فَلْيَفْعَلْ .“ ❷

”جو کوئی حج کیے بغیر عمرہ کر کے جانا چاہے، تو وہ ایسے کر لے۔“

د: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے،

کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری ❸ خاتون سے فرمایا:

”فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ اعْتَمِرِي فِيهِ ، فَإِنَّ عُمْرَةَ فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ .“

أَوْ نَحْوًا مِمَّا قَالَتْ .“ ❹

”پس جب (ماہ) رمضان ہو، تو تم اس میں عمرہ کرنا، کیونکہ رمضان میں

عمرہ حج (کے برابر) ہے۔“

ہ: امام شافعی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

❶ صحیح البخاری ، کتاب العمرة ، رقم الحدیث ۱۷۷۴ ، ۳ / ۵۹۸ - ۵۹۹ .

❷ صحیح ابن خزمیہ ، جماع أبواب ذکر العمرة و شرائعها و سننها و فضائلها ، رقم الحدیث

۳۰۷۹ ، ۴ / ۳۶۲ . شیخ البانی نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ہامش صحیح ابن

خزمیہ ۳۶۲ / ۴) .

❸ یہ محترمہ رضی اللہ عنہا سواری کے میسر نہ آنے کی بنا پر اپنے شوہر اور بیٹے کی معیت میں حجۃ الوداع میں شریک نہ ہو

سکی تھیں۔ (ملاحظہ ہو: صحیح البخاری ، کتاب العمرة ، باب عمرة في رمضان ، رقم الحدیث

۱۷۸۲ ، ۳ / ۶۰۳) .

❹ متفق علیہ: المرجع السابق ۳ / ۶۰۳ ؛ و صحیح مسلم ، کتاب الحج ، جزء من رقم

الحدیث ۲۲۱ - (۱۲۵۶) ، ۲ / ۹۱۷ . الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

”فِي كُلِّ شَهْرٍ عُمْرَةٌ.“^①

”ہر مہینے میں عمرہ ہے۔“

ان دلائل کے حوالے سے پانچ باتیں:

۱: آنحضرت ﷺ نے ماہ ذوالقعدہ میں دو مرتبہ عمرہ کیا۔

ب: آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے ساتھ ماہ ذوالحجہ میں عمرہ کیا۔

ج: آنحضرت ﷺ نے حج کرنے سے پہلے تین دفعہ عمرہ کیا۔ ذوالقعدہ سے

ہجری والا عمرہ، ذوالقعدہ ۸ ہجری جعرانہ والا عمرہ اور حجۃ الوداع میں کیا ہوا عمرہ،

تینوں عمرے حج سے پہلے ادا کیے گئے۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی

روایت کردہ حدیث پر حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ مَنْ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ]^②

[حج سے پہلے عمرہ کرنے والے شخص کے متعلق باب]

اس بارے میں امام بغوی کے تحریر کردہ عنوان کے الفاظ یوں ہیں:

[بَابُ تَقْدِيمِ الْعُمْرَةِ عَلَى الْحَجِّ]^③

[عمرے کو حج سے پہلے کرنے کے متعلق باب]

د: آنحضرت ﷺ نے ذوالحجہ^④ میں، حج کیے بغیر عمرہ کر کے، مکہ مکرمہ سے

① منقول از: منتقى الأخبار، كتاب المناسك، ۳۰/۵، نیز ملاحظہ ہو: السنن الكبرى للبيهقي،

كتاب الحج، باب من اعتمر في السنة مراراً، رقم ۸۷۲۸، ۵۶۲/۴۔ علامہ شوکانی نے اس کی

[سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: نیل الاوطار ۳۱/۵)۔

② صحيح البخاري، كتاب العمرة، ۵۹۸/۳۔

③ شرح السنة، كتاب الحج، ۹/۷۔

④ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ حجۃ الوداع کے سال ۳ ذوالحجہ کو حرم شریف میں تشریف لائے۔

(ملاحظہ ہو: حجة النبي ﷺ للشيخ الألباني ص ۵۶)۔

واپس جانے کی اجازت دی۔ امام ابن خزیمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ إِسَاحَةِ الْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ لِمَنْ لَا يَحُجُّ عَامَهُ
ذَلِكَ ، وَالرُّخْصَةَ لَهُ فِي الرَّجُوعِ إِلَىٰ وَطَنِهِ بَعْدَ قَضَاءِ
الْعُمْرَةِ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ] ❶

[حج نہ کرنے والے سال میں حج کے مہینوں میں عمرے کے جواز اور حج

کیے بغیر عمرے کے بعد وطن واپس آنے کی اجازت کے متعلق باب]

ہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان سے سال کے ہر مہینے میں عمرہ کرنے کی اجازت ثابت ہوتی ہے۔ علامہ مجد الدین ابن تیمیہ نے اسے درج ذیل عنوان کے تحت ذکر کیا ہے:

[بَابُ جَوَازِ الْعُمْرَةِ فِي جَمِيعِ السَّنَةِ] ❷

[سارے سال میں عمرے کے جواز کے متعلق باب]

سعودی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات و افتاء نے ایک فتویٰ تحریر کیا ہے:

”يَجُوزُ آدَاءُ الْعُمْرَةِ فِي جَمِيعِ أَيَّامِ السَّنَةِ ، حَتَّىٰ فِي أَشْهُرِ

الْحَجِّ .“ ❸

”سال کے سب دنوں میں عمرہ کرنا جائز ہے، یہاں تک کہ حج کے مہینوں

میں بھی۔“

❶ صحیح ابن خزیمہ ، کتاب المناسک ، جماع أبواب ذکر العمرة ، ۴/۳۶۲۔

❷ منتقى الأخبار ۳۰/۵۔

❸ فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء ، جزء من الفتوى رقم ۴۵۱۷ ، ۱۱/۳۱۶۔

تنبیہ:

امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

”حَلَّتِ الْعُمْرَةَ فِي السَّنَةِ كُلِّهَا إِلَّا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ: يَوْمٌ عَرَفَةَ، وَيَوْمٌ النَّحْرِ، وَيَوْمَانِ بَعْدَ ذَلِكَ.“^①

”چار دنوں کے سوا عمرہ سارے سال میں جائز ہو گیا: یوم عرفہ^②، یوم النحر^③ اور اس کے بعد دو دن^④۔“

حضرات احناف کے نزدیک پانچ دنوں: یوم عرفہ، یوم النحر اور تین ایام تشریق^⑤، میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ انہوں نے مذکورہ بالا قول سے استدلال کیا ہے۔^⑥

حضرات شوافع کے نزدیک ان دنوں میں بھی حجاج کے علاوہ دیگر لوگوں کے لیے عمرہ کرنا درست ہے۔ ان کی رائے میں یہ قول صرف حجاج کے متعلق ہے۔ امام بیہقی لکھتے ہیں: ”ہمارے نزدیک یہ قول اس شخص کے بارے میں ہے، جو حج میں مشغول ہو۔ وہ اعمال حج مکمل کرنے سے پہلے نہ عمرے کا احرام باندھے اور نہ عمرہ کرے۔“^⑦

امام بیہقی نے ان دنوں میں عمرہ کرنے کی تائید میں درج ذیل دو باتیں بھی ذکر کی ہیں:

- ① السنن الكبرى، كتاب الحج، باب العمرة في أشهر الحج، رقم الرواية ۸۷۴۱، ۵۶۵/۴.
- ② یعنی نودوالحج، حاجیوں کے عرفات میں ٹھہرنے کا دن۔
- ③ قربانی کا دن یعنی دس ذوالحجہ۔
- ④ گیارہ اور بارہ ذوالحجہ۔
- ⑤ یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کے دن۔
- ⑥ ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ۲/۲۲۷، البتہ قاضی ابویوسف کے نزدیک یوم عرفہ میں زوال سے پہلے عمرہ کرنا مکروہ نہیں۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲/۲۲۷).
- ⑦ السنن الكبرى ۵۶۵/۴.

از: جب ابو ایوب انصاری اور ہبار بن اسود رضی اللہ عنہما (احرام کے باوجود) حج نہ کر پائے، تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں عمرہ کر کے احرام کھولنے کا حکم دیا۔^①

۲: امام شافعی نے فرمایا: ”سب سے زیادہ حرمت والے دن اس بات کے زیادہ لائق ہیں، کہ ان میں (عمرے کے) اعمال ادا کیے جائیں۔“^②

علاوہ ازیں امام بغوی نے لکھا ہے:

”أَمَّا الْعُمْرَةُ فَجَمِيعُ أَيَّامِ السَّنَةِ وَقَدْ لَهَا إِلَّا يَكُونُ مَتَلَبَسًا

بِالْحَجِّ.“^③

[”جہاں تک عمرے کا تعلق ہے، تو سال کے سارے دن اس کے لیے وقت ہیں، سوائے حج میں مشغول شخص کے (کہ وہ جب تک مناسک حج میں مشغول ہو، عمرہ نہ کرے)۔“]

یہی رائے درست معلوم ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۔ سفر حج میں عمرہ کرنا:

۳۔ حج کو ختم کر کے عمرے میں تبدیل کرنا:

زمانہ جاہلیت کے لوگ حج کے مہینوں شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ میں عمرہ کرنا ایک سنگین ترین گناہ سمجھتے تھے۔ وہ ان مہینوں میں صرف حج کرتے اور عمرے کے لیے مستقل سفر کی مشقت برداشت کرتے۔ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں حضرات صحابہ کو حج فسخ^④ کر کے پہلے عمرہ اور پھر حج کرنے کا حکم دے کر اس مشقت کو آسانی میں تبدیل کر دیا۔ اس بارے میں ذیل میں توفیق الہی سے تین

① اور انہوں نے عمرہ انہی دنوں میں کرنا تھا۔

② ملاحظہ ہو: السنن الکبریٰ ۵/۴۔

③ شرح السنة ۳۴/۷۔

④ یعنی ختم کر کے۔

روایات پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: وہ (یعنی زمانہ جاہلیت کے لوگ) حج کے مہینوں میں عمرہ کو روئے زمین کے بہت بڑے گناہوں میں سے تصور کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ چار (ذوالحجہ) کی صبح کوچ کا احرام باندھے ہوئے (مکہ مکرمہ) آئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا، کہ وہ اس (احرام حج) کو عمرہ میں تبدیل کر لیں۔

یہ حکم ان پر گراں گزرا، تو انہوں نے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ - ﷺ - ! أَيُّ الْحَلِّ؟“

”یا رسول اللہ - ﷺ - ! کون سا حلال ہونا؟“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”حَلُّ كُلِّهِ“ ①

”کامل حلال ہونا۔“ (یعنی احرام کی وجہ سے سب ممنوعہ چیزیں تمہارے

لیے حلال ہو جائیں گی۔)

ب: امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حجۃ الوداع) میں نکلیں۔ حج کے علاوہ ہماری کوئی اور نیت نہ تھی۔ جب ہم (مکہ مکرمہ) پہنچے، تو ہم نے (بیت اللہ) کا طواف کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: ”قربانی ساتھ نہ لانے والا (عمرے کے بعد) حلال ہو جائے۔“ ②

چنانچہ قربانی نہ لانے والے حلال ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج (مطہرات)

① صحیح البخاری، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۵۶۴ باختصار، ۴۲۲/۳۔

② یعنی احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جائے۔

بھی قربانی (ہمراہ) نہ لائیں تھیں، انہوں نے بھی احرام کھول دیے۔“^①

حج: امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ”ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج کے لیے تلبیہ پکارا۔ جب ہم مکہ پہنچے، تو آنحضرت ﷺ نے ہمیں حکم دیا، کہ ہم حج کے احرام کو ختم کر کے عمرے کے احرام میں تبدیل کر دیں۔ ہم پر یہ (حکم) گراں گزرا اور ہمارے سینے اس سے تنگ ہوئے۔“

نبی کریم ﷺ کو اس کا پتا چلا۔ ہمیں معلوم نہیں، کہ اس کی اطلاع آسمان سے آئی یا لوگوں کی جانب سے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”أَيُّهَا النَّاسُ! أَحِلُّوْا، فَلَوْلَا الْهُدْيُ الَّذِي مَعِيَ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلْتُمْ.“

”اے لوگو! احرام کھول دو، اگر میرے ساتھ ہدیٰ نہ ہوتی، تو میں بھی وہی کرتا، جو تم نے کیا۔“^②

انہوں [یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ] نے بیان کیا: ”پس ہم نے احرام کھول دیے، یہاں تک کہ ہم نے عورتوں سے صحبت کی، اور وہ کام کیے، جو احرام کی پابندیوں سے آزاد لوگ کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب یوم الترویہ^③ تھا، تو ہم نے مکہ کو پیچھے چھوڑ کر (منیٰ کی طرف روانہ ہوتے ہوئے) حج کا تلبیہ پکارا۔“^④

① صحیح البخاری، کتاب الحج، جزء من رقم الحدیث ۱۰۶۱، ۴/۲۱۱۔

② یعنی حج کی قربانی۔

③ یعنی جس کے کرنے کا میں تمہیں حکم دے رہا ہوں، کہ احرام حج کو عمرے کے احرام میں بدلنے کے بعد عمرہ

④ یعنی ۸ ذوالحجہ۔

کر کے حلال ہو جاؤ۔

⑤ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الإحرام، رقم الحدیث ۱۴۲-۱۲۱۶،

۲/۸۸۴؛ نیز ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الإہلال بالبطحاء وغیرہا،

ایک دوسری روایت میں ہے: ”سراقہ بن مالک بن جحثم رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلْعَامِنَا هَذَا أَمْ لِأَبَدٍ؟“

”یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ ① ہمارے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”لِأَبَدٍ.“ ”ہمیشہ کے لیے۔“ ②

بعض دیگر روایات میں ہے: ”رسول اللہ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے (ہاتھ کی انگلیوں) میں داخل کیا اور فرمایا:

”ذَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.“ ③

”روز قیامت تک کے لیے حج میں عمرہ داخل ہو گیا۔“

ایک اور روایت میں ہے:

”لَا، بَلْ لِأَبَدٍ أَبَدٍ.“ ”ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.“ ④

”نہیں ⑤، بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے“ (آنحضرت ﷺ نے یہ جواب)

تین مرتبہ (دہرایا)۔

ان روایات کے حوالے سے چار باتیں:

۱: سفر حج میں عمرہ کرنے کی اجازت ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے حج ہی کے

سفر میں حضرات صحابہ کو عمرہ کرنے کا حکم دیا۔

① یعنی حج کو عمرے میں تبدیل کر کے عمرے کے بعد طہال ہو جانا۔

② صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الإحرام، جزء من رقم الحدیث ۱۴۱۔

(۱۲۱۶)، ۸۸۴/۲۰

③ ملاحظہ ہو: حجة النبي ﷺ، کما رواها جابر رضی اللہ عنہ، ص ۶۱-۶۲۔

④ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ص ۶۲۔

⑤ یعنی یہ حکم اس سال کے ساتھ مخصوص نہیں۔

ب: اگر قربانی ہمراہ نہ لانے والے کسی شخص نے حج کا احرام باندھا ہو، تو وہ بھی اسے عمرے کے احرام میں تبدیل کرے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے حضرات صحابہ کو ایسے ہی کرنے کا حکم دیا۔ امام ابن قیم تحریر کرتے ہیں: ”حج کو عمرے میں تبدیل کرنے کے متعلق آنحضرت ﷺ کے حکم کو چودہ صحابہ نے روایت کیا ہے اور ان سب کی احادیث صحیح ہیں۔“^①

امام بخاری نے ایک باب کا درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ التَّمَتُّعِ وَالْقِرَانَ وَالْإِفْرَادِ بِالْحَجِّ ، وَفَسْخِ الْحَجِّ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ .]^②

[حج تمتع، قران، افراد اور جس کے ساتھ قربانی نہ ہو، اس کے حج کو فسخ کرنے کے متعلق باب]

حج: سفر حج میں قربانی ہمراہ نہ لانے والے لوگ حج کو عمرے میں تبدیل کرنے کے بعد عمرہ کر کے ۸ ذوالحجہ تک احرام کی جملہ پابندیوں سے آزاد ہو جائیں۔ ۸ ذوالحجہ کو منی روانہ ہونے وقت^③ حج کا احرام باندھیں۔

د: مذکورہ بالا آسانیاں صرف حجۃ الوداع میں شریک لوگوں کے لیے نہ تھیں، بلکہ قیامت تک آنے والے سب لوگوں کے لیے ہیں۔^④



① زاد المعاد ۱۷۸/۲

② صحیح البخاری، کتاب الحج ۴۲۱/۳

③ یعنی حج کو عمرے میں تبدیل کر کے عمرے کے بعد حلال ہونا۔

④ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: زاد المعاد ۱۷۷/۲-۲۲۳

- د -

حج و عمرہ میں نیابت سے متعلقہ آسانی

معذور اور میت کی طرف سے حج و عمرہ:

حج اور عمرے کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ دائمی بیماری، بڑھاپے وغیرہ کی بنا پر سفر کی استطاعت نہ رکھنے والے زندہ لوگوں اور حج و عمرہ ادا کیے بغیر فوت ہونے والے اشخاص کی طرف سے کوئی دوسرا شخص انہیں ادا کر سکتا ہے۔

اس مقام پر توفیق الہی سے اس بارے میں چھ احادیث پیش کی جا رہی ہیں:

۱: حضرات ائمہ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے حضرت ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ ، لَا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ وَلَا
الْعُمْرَةَ ، وَلَا الظَّنَّ .“

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک میرے والد بہت عمر رسیدہ ہیں، حج و عمرے کے لیے نہ پیدل جاسکتے ہیں اور نہ ہی سوار ہونے کی طاقت رکھتے ہیں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”حُجَّ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ.“ ❶

❶ جامع الترمذی، أبواب الحج، باب، رقم الحدیث ۹۳۳، ۳/۵۸۰-۵۸۱؛ و سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، ۱۱۷/۵ و سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، رقم الحدیث ۲۹۰۶، ۸/۴۸۹-۴۹۰؛ و صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، رقم ۵۵۵

”اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کرو۔“

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ”حجۃ الوداع کے سال خضعم (قبیلے) کی ایک خاتون آئیں اور عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ فَرِيضَةَ اللَّهِ عَلَيَّ عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ
أَذْرَكْتُ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَيَّ
الرَّاحِلَةَ. فَهَلْ يَقْضِي عَنْهُ أَنْ أَحْجَّ عَنْهُ؟“

”یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کے بندوں پر فرض کردہ حج نے میرے باپ کو بڑھاپے (کی ایسی حالت) میں پایا ہے، کہ وہ سواری پر سیدھے بیٹھ نہیں سکتے، تو کیا ان کی طرف سے میرے حج کرنے سے وہ [فرض] ادا ہو جائے گا؟“

آنحضرت ﷺ نے جواب دیا: ”نَعَمْ.“ ❶ ”ہاں۔“

ج: امام ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

”إِنَّ أَبِي مَاتَ وَلَمْ يَحْجَّ أَفَأَحْجُّ عَنْهُ؟“

”بے شک میرے والد حج کیے بغیر فوت ہو گئے ہیں، تو کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

❶ ۵۵ الحدیث ۳۰۴، ۳۰۴/۴ - ۳۴۵. الفاظ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذی ۲۷۵/۱).

❶ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب جزاء الصید، رقم الحدیث ۱۸۵۴، ۶۶/۴؛ و صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۴۰۷ - (۱۳۳۴)، ۹۷۳/۲۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

”أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلَيَّ أَيْبُكَ ذَيْنُ أَكُنْتُ قَاضِيَةً؟“

”تمہارا کیا خیال ہے، کہ اگر تمہارے والد کے ذمے قرض ہو، تو تم اسے ادا کرو گے؟“

اس نے عرض کیا: ”(جی) ہاں۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”حُجَّ عَنْ أَيْبِكَ.“^①

”اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔“

و: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک جہینہ (قبیلے) کی ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

”إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ ، فَلَمْ تَحُجَّ ، حَتَّى مَاتَتْ ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا .“

”بے شک میری والدہ نے حج کی نذر مانی تھی، (لیکن) وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئیں، سو کیا میں ان کی طرف سے حج کروں۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”نَعَمْ ، حُجِّي عَنْهَا . أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلَيَّ أَمْلِكُ ذَيْنُ أَكُنْتُ قَاضِيَةً ؟ أَقْضُوا اللَّهَ ، فَاللَّهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ .“^②

① الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب الحج والاعتماد عن الغير، رقم الحديث ۳۹۹۲، ۳۰۵/۹ - شيخ آرنأؤوط نے اس کی [سند کو حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش الإحسان ۳۰۵/۹)۔

② صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، رقم الحديث ۱۸۵، ۶۴/۴۔

”ہاں، ان کی طرف سے حج کرو، تمہارا کیا خیال ہے، اگر تمہاری والدہ کے ذمے قرض ہوتا، تو کیا تم اسے ادا کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ وفا (یعنی ان کے ادائے قرض) کے زیادہ حق دار ہیں۔“

ہ: امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

”إِنَّ أُخْتِي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ ، وَأَنَّهَا مَاتَتْ .“

”بے شک میری بہن نے حج کی نذر مانی، لیکن وہ (حج کرنے سے پیشتر) فوت ہو گئیں۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتُ قَاضِيَهُ؟“

”اگر اس کے ذمے کوئی قرض ہوتا، تو کیا تم اسے ادا کرتے؟“

اس نے عرض کیا: ”(جی) ہاں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”فَاقْضِ اللَّهَ ، فَهُوَ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ.“^①

”سو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو، کیونکہ وہ (اپنے حق کے) ادا کیے جانے کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔“

و: حضرات انسہ ابوداؤد، ابن ماجہ، ابویعلیٰ، ابن الجارود، ابن خزیمہ، ابن حبان دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک نبی

① صحیح البخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب من مات و علیہ نذر، رقم الحدیث ۶۶۹۹، ۵۸۴/۱۱ و سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، ۱۱۶/۵. الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

کریم ﷺ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا:

”لَيْبِكَ عَنْ شُبْرَمَةَ.“

”میں شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوں، حاضر ہوں۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ شُبْرَمَةٌ؟“ ”شبرمہ کون ہے؟“

اس نے عرض کیا:

”أَخِّي أَوْ قَرِيبٌ لِي.“ ”میرا بھائی ہے یا میرا رشتے دار۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”حَبَجْتُ عَنْ نَفْسِكَ؟“

(کیا) تم نے اپنی طرف سے حج کر لیا ہوا ہے؟“

اس نے عرض کیا: ”نہیں۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ ، ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرَمَةَ.“^①

① سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الرجل يحج عن غيره، رقم الحديث ۱۸۰۸، ۱۷۴/۵؛ و سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، رقم الحديث ۲۹۰۳، ۴۸۲/۸-۴۸۳؛ و مسند أبي يعلى، رقم الحديث ۱۱۳- (۲۴۴۰)، ۳۲۹/۴؛ و متقى ابن الحارود، كتاب المناسك، باب المناسك، رقم الحديث ۴۹۹، ۱۱۳/۲-۱۱۴؛ و صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الحديث ۳۰۳۹، ۳۴۵/۴؛ و الإحساك في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، رقم الحديث ۳۹۸۸، ۲۹۹/۹؛ و سنن الدارقطني، كتاب الحج، رقم الحديث ۱۴۹، ۲۶۹/۲؛ و السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الحج، رقم الحديث ۵۴۹/۴، ۸۶۷۵، امام بیہقی لکھتے ہیں، کہ یہ [صحیح] ہے اور اس بارے میں اس سے زیادہ صحیح سند کے ساتھ حدیث موجود نہیں۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] اور شیخ ارناؤوٹ نے [ابن حبان کی سند کو صحیح مسلم کی شرط پر] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: السنن الكبرى للبيهقي ۵۴۹/۴، و إرواء الغلیل، رقم الحديث ۹۹۴، ۱۷۱/۴-۱۷۲؛ و هامش الإحساك ۲۹۹/۹)۔

” (پہلے) اپنی طرف سے حج کرو، پھر شہرمہ کی طرف سے کرنا۔“

مذکورہ بالا احادیث کے حوالے سے چھ باتیں:

۱: سفر کی استطاعت نہ رکھنے والے بوڑھے شخص کی طرف سے اس کے بیٹے کا حج

و عمرہ کرنا۔

پہلی حدیث پر امام نسائی نے درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[الْعُمْرَةُ عَنِ الرَّجُلِ الَّذِي لَا يَسْتَطِيعُ .] ①

[استطاعت نہ رکھنے والے شخص کی طرف سے عمرہ]

امام ابن خزیمہ نے اس پر حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ الْعُمْرَةِ عَنِ الَّذِي لَا يَسْتَطِيعُ الْعُمْرَةَ مِنَ الْكِبَرِ] ②

[کبر سنی کے باعث عمرے کی استطاعت نہ رکھنے والے شخص کی طرف سے

عمرہ کرنے کے متعلق باب]

ب: خاتون کا سفر کی استطاعت نہ رکھنے والے عمر رسیدہ باپ کی طرف سے حج کرنا۔

دوسری حدیث پر امام بخاری نے درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ الْحَجِّ عَمَّنْ لَا يَسْتَطِيعُ الثُّبُوتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ] ③

[سواری پر جم کر بیٹھنے کی طاقت نہ رکھنے والے شخص کی طرف سے حج کے

متعلق باب]

امام نووی نے اسی حدیث پر حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ الْحَجِّ عَنِ الْعَاجِزِ لِمَانَةِ وَهَرَمٍ وَنَحْوِهِمَا

أَوَّلُ الْمَوْتِ] ④

① سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، ۱۱۷/۵.

② صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك ۳۴۵/۴.

③ صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، ۶۶/۴.

④ صحيح مسلم، كتاب الحج، ۹۷۳/۲.

[دامی مرض اور بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے معذور یا میت کی طرف سے حج کے متعلق باب]

اسی حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے، کہ مرد کی طرف سے عورت حج کر سکتی ہے۔ حضرات ائمہ بخاری، نسائی اور ابن خزیمہ نے اس پر حسب ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ حَجِّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ] ❶

[مرد کی طرف سے خاتون کے حج کرنے کے متعلق باب]

امام ابن حبان نے اس پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[ذِكْرُ إِبَاحَةِ حَجِّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ ضِدَّ قَوْلِ مَنْ كَرِهَهُ] ❷

[مکروہ کہنے والے کے قول کے برعکس مرد کی طرف سے خاتون کے حج کرنے کے جواز کا ذکر]

حج کیے بغیر فوت ہونے والے شخص کی طرف سے اس کے بیٹے کا حج کرنا۔

تیسری حدیث پر امام ابن حبان کا تحریر کردہ عنوان حسب ذیل ہے:

[ذِكْرُ الْإِخْبَارِ عَنْ جَوَازِ حَجِّ الرَّجُلِ مِنَ الْمُتَوَفَّى الَّذِي

كَانَ الْفَرَضُ عَلَيْهِ وَاجِبًا] ❸

[ایسے فوت شدہ شخص کی جانب سے حج کے جواز کے متعلق خبر کا ذکر، جس

پر (فوت ہونے سے پیشتر) فریضہ حج واجب ہو چکا تھا۔]

د: چوتھی حدیث سے حج کی نذر ماننے والی فوت شدہ خاتون سے اس کی بیٹی کا

❶ صحیح البخاری، کتاب جزاء الصيد، ۴/۶۷؛ و سنن النسائي، کتاب مناسك الحج،

۵/۱۱۸؛ و صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسك، ۴/۳۴۲.

❷ الإحسان في تفریب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب الحج والاعتمار عن الغير،

۳۰۸/۹.

❸ المرجع السابق ۳۰۵/۹.

حج کرنا ثابت ہوتا ہے۔

ہ: پانچویں حدیث سے حج کی نذر ماننے والی فوت شدہ خاتون کی طرف سے اس کے بھائی کے حج کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس پر امام نسائی کا تحریر کردہ عنوان یہ ہے:

[الْحَجُّ عَنِ الْمَيِّتِ الَّذِي نَذَرَ أَنْ يَحُجَّ] ❶

[حج کی نذر ماننے والے فوت شدہ کی طرف سے حج کرنا]

اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے، کہ خاتون کی طرف سے مرد حج کر سکتا ہے۔

امام بخاری نے اپنی کتاب [صحیح] میں ایک باب کا حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ الْحَجِّ وَالنُّذُورِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالرَّجُلِ يَحُجُّ عَنِ

الْمَرْأَةِ] ❷

[فوت شدہ کی طرف سے حج اور نذروں کو پورا کرنے اور مرد کے خاتون

کی طرف سے حج کرنے کے متعلق باب]

و: چھٹی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ اپنا حج کرنے سے پیشتر کسی دوسرے کی

طرف سے حج کرنے کی اجازت نہیں۔ اس حدیث پر امام ابن خزیمہ نے درج ذیل

عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَنْ يَحُجَّ عَنِ الْمَيِّتِ مَنْ لَمْ يَحُجَّ عَنِ

نَفْسِهِ] ❸

[اپنی طرف سے حج کیے بغیر فوت شدہ شخص کی جانب سے حج کرنے کی

ممانعت کے متعلق باب]

❶ سنن النسائي، كتاب مناسك الحج ۱۱۶/۵.

❷ صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، ۶۴/۴.

❸ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ۳۴۵/۴.

- ۵ -

احرام سے متعلقہ آسانیاں

۱۔ میقات سے پہلے احرام پہننا:

حج و عمرہ کی ایک آسانی یہ ہے، کہ میقات سے پہلے احرام پہننا درست ہے، البتہ احرام کی نیت میقات سے ہی ہوگی۔ درج ذیل حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے:

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”انطلق النبي ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ ، وَادَّهَنَ ،
وَلَبَسَ إِزَارَهُ وَرِدَاءَهُ ، هُوَ وَأَصْحَابُهُ . فَأَصْبَحَ بِذِي
الْحُلَيْفَةِ ، رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الْبَيْدَاءِ ، أَهْلًا
هُوَ وَأَصْحَابُهُ.“^①

[نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرنے، تیل لگانے اور ازار اور رداء ^② پہننے کے بعد اپنے صحابہ کے ہمراہ مدینہ (طیبہ) سے روانہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں صبح کی۔^③

① صحیح البخاری، کتاب الحج، باب ما یلبس المحرم من الثیاب والأردیة والأزر، جزء من

رقم الحدیث ۱۵۴۵ باختصار، ۴۰۵/۳. ② اوپر نیچے پہنی جانے والی دو چادریں۔

③ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں نماز ظہر ادا کی، پھر وہاں سے روانہ ہو کر عصر ذوالحلیفہ تشریف لا کر ادا کی، پھر رات یہیں بسر کی، پھر صبح کے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مقام پر تھے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع

السابق، باب من بات بذی الحلیفہ حتی أصبح، رقمی الحدیثین ۱۵۴۶، ۱۵۴۷،

(۴۰۷/۳)

(پھر) آنحضرت ﷺ نے اپنی سواری پر بیٹھ کر بیداء ❶ کے مقام پر

اور آپ کے صحابہ نے بھی، تلبیہ پکارا۔]

اس حدیث سے حوالے سے دو باتیں:

۱: آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ نے احرام (چادر اور تہبند) مدینہ طیبہ ہی

میں پہن لیے۔

ب: آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام نے احرام کی نیت اہل مدینہ کے میقات

ذوالحلیفہ سے کی۔ شیخ البانی لکھتے ہیں:

”وَلَهُ أَنْ يَلْبَسَ الْإِحْرَامَ قَبْلَ الْمَيْقَاتِ وَلَوْ فِي بَيْتِهِ ، كَمَا
فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ . وَفِي هَذَا تَيْسِيرٌ عَلَى
الَّذِينَ يَحْجُّونَ بِالطَّائِرَةِ ، وَلَا يُمَكِّنُهُمْ لَبَسُ الْإِحْرَامِ عِنْدَ
الْمَيْقَاتِ ، فَيَجُوزُ لَهُمْ أَنْ يَصْعَدُوا الطَّائِرَةَ فِي لِبَاسِ
الْإِحْرَامِ ، وَلَكِنَّهُمْ لَا يُحْرَمُونَ إِلَّا قَبْلَ الْمَيْقَاتِ بِسَيْرٍ ،
حَتَّى لَا يَقُوتَهُمُ الْمَيْقَاتُ ، وَهُمْ غَيْرُ مُحْرَمِينَ .“ ❷

[اے میقات سے پہلے، حتیٰ کہ اپنے گھر سے بھی، احرام پہننے کی اجازت

ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے کیا۔ اس میں ہوائی

جہاز کے ذریعہ حج کرنے والوں کے لیے آسانی ہے، کیونکہ میقات پر

احرام پہننا ان کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ ان کے لیے احرام کے لباس

❶ البیداء اور ذوالحلیفہ ایک دوسرے سے متصل مقامات ہیں۔ آنحضرت ﷺ ذوالحلیفہ کے آخری حصے میں نماز ظہر ادا کرنے کے بعد سواری پر چڑھے اور تلبیہ پکارا اور وہی جگہ البیداء کا اولین حصہ ہے۔

(ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۱/۱۶۸)

❷ مناسك الحج والعمرة ص ۱۳.

میں ہوئی جہاز پر چڑھنا جائز ہے، البتہ وہ میقات سے تھوڑا پہلے احرام کی نیت کریں، تاکہ وہ احرام کی نیت کے بغیر میقات سے تجاوز نہ کر جائیں۔“

سعودی عرب کی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات و افتاء نے اپنے ایک فتویٰ میں تحریر کیا ہے:

”أَحْرَمَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ ، أَي: أَهْلَ النَّسْكِ وَكَلِمَتِهِ بِهَا مِنْهَا ، لَا مِنَ الْمَدِينَةِ .“^①

”نبی کریم ﷺ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا، یعنی حج کے لیے وہاں سے تلبیہ پکارا، مدینہ (طیبہ) سے نہیں۔“

۲۔ احرام سے پہلے سر کے بالوں کو جمالینا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ احرام سے پیشتر سر کے بالوں کو گوند یا عظمی وغیرہ لگا کر جمالیا جائے۔ اس طرح بال غبار کے اندر داخل ہونے سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور جوڑوں کے پیدا ہونے کا امکان بھی کم ہو جاتا ہے۔ توفیق الہی سے اس بارے میں ذیل میں دو حدیثیں پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُهَلُّ مُلْدًا .“^②

① فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء، جزء من الفتوی، رقم (۲۰۲۴)، ۱۲۴/۱۱۔

② متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب من أهل ملتدا، رقم الحدیث ۱۵۴۰،

۴۰۰/۳، و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب التلبیة صفتها و وقتها، جزء من رقم

الحدیث ۲۱- (۱۱۸۴) (۲۰/۲۰۸۴)۔

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں تلبیہ پکارتے ہوئے سنا، کہ آپ نے اپنے بالوں کو جمایا ہوا تھا۔“

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: ”کیا وجہ ہے، کہ لوگ تو عمرہ کر کے اہرام سے نکل چکے ❶ ہیں اور آپ عمرہ کر کے اہرام سے نہیں نکلے؟“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”إِنِّي لَبَدْتُ رَأْسِي، وَقَلَدْتُ هَدْيِي، فَلَا أَجِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ.“ ❷

”بے شک میں نے اپنے سر کے بال جمالیے تھے، اور اپنی قربانی کے گلے میں قلابہ پہنا کر اپنے ساتھ لایا ہوں، اس لیے میں قربانی کرنے تک اہرام نہیں کھولوں گا۔“

ان حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

۱: [تلبید] سے مراد یہ ہے، کہ سر میں گوند وغیرہ لگائی جائے، تاکہ بالوں کو اکٹھا کر کے جمایا جاسکے اور وہ پراگندگی اور غبار سے محفوظ رہیں اور ان میں جوئیں پیدا نہ ہوں۔ ❸

❶ یعنی اہرام کی پابندیوں سے آزاد ہو چکے ہیں۔

- ❷ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب من لبّد رأسه عند الإحرام و حلق، رقم الحدیث ۱۷۲۵، ۳/۵۶۰؛ و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان أن التارن لا يتحلّل إلا في وقت تحلّل الحاج المفرد، رقم الحدیث ۱۷۶- (۱۲۲۹)، ۲/۹۰۲۔
- ❸ ملاحظہ ہو: شرح السنة ۷/۷۹؛ والنہایة فی غریب الحدیث والأثر، مادة ”لبّد“، ۴/۲۲۴؛ و فتح الباری ۳/۴۰۰۔

ب: امام نووی پہلی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”فِيهِ اسْتِحْبَابُ تَلْبِيدِ الرَّأْسِ قَبْلَ الْإِحْرَامِ ، وَقَدْ نَصَّ عَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَأَصْحَابُنَا.“^①

”اس میں احرام سے پہلے سر کو گوند وغیرہ لگا کر بالوں کو جمانے کا استحباب (ثابت ہوتا) ہے۔ (امام) شافعی اور ہمارے علماء نے صراحت کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔“

ج: بالوں کو گوند وغیرہ لگا کر جمانا بظاہر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے متعارض ہے، جس میں ہے کہ ”ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ”مَا الْحَاجُّ؟“

”(کامل) حج کرنے والا کیسے ہے؟“ [یعنی اس کا وصف کیا ہوتا ہے؟]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”الشَّعْتُ التَّفْلُ.“^②

”زینت اور خوشبو کو ترک کرنے والا۔“

شیخ غلیل احمد سہارنپوری اس بظاہر متعارض کا جواب دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

”ان دونوں (حدیثوں) میں سرے سے کوئی تعارض نہیں، کیونکہ

(الشَّعْتُ) سے مراد زینت کا چھوڑنا ہے اور [تلبید] زینت تو نہیں،

بلکہ وہ بالوں کے بکھرنے کی اذیت کو ختم کرنا ہے۔“^③

① شرح النووي ۸/۸۹.

② ملاحظہ ہو: شرح السنة، کتاب الحج، باب وجوب الحج إذا وجد الزاد والرحلة، جزء من

رقم الحدیث ۱۸۴۷، ۱۴۱۷. شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ زہیر شاولیش نے بہت زیادہ شواہد کی بنا پر

اسے [قوی] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش شرح السنة ۱۴۱۷). حدیث کی مفصل تخریج کے لیے

ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۴۱۷. ③ بذل المحمود ۸/۳۳۸.

۳۔ میقات کے اندر موجود لوگوں کے لیے جائے احرام میں آسانی:

نبی کریم ﷺ نے مختلف جہات سے حج و عمرہ کی نیت سے آنے والوں کے لیے میقات مقرر فرمائے ہیں، لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہے ہیں یا انہوں نے احرام باندھنے کا ارادہ میقات کے پاس سے گزرنے کے بعد کیا ہو، ان کے لیے آنحضرت ﷺ نے احرام باندھنے کی جگہ کے تعین میں بہت آسانی فرمائی ہے۔ تو فیق الہی سے ذیل میں اس کے متعلق دو روایتیں اور مناسب تفصیل پیش کی جا رہی ہے:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے،

کہ:

”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَفَتْ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَلَمَ ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَا . فَهَنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِيهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ .

فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ ، حَتَّىٰ إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَهْلُونَ مِنْهَا. ❶

”بے شک نبی کریم ﷺ نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ، شام والوں کے لیے جحفہ، یمن والوں کے لیے یلملم اور نجد والوں کے لیے قرن (المنازل) میقات مقرر فرمائے۔ یہ ان (علاقوں کے لوگوں) کے لیے اور دوسرے علاقوں سے حج و عمرہ کے ارادے سے آنے والے ایسے

❶ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج باب مهل من كان دون المواقيت، رقم

الحدیث ۱۵۲۹، ۳۸۸/۳؛ و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب مواقيت الحج والعمرة،

رقم الحدیث ۱۱- (۱۱۸۱)، ۸۳۸/۲-۸۳۹۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

لوگوں کے لیے ہیں، جو ان کے پاس سے گزریں، لیکن جو لوگ ان (میقات کے مقامات) کے اندر ہوں، تو وہ اپنے گھر ہی سے (احرام باندھیں)، یہاں تک کہ مکہ والے وہیں (یعنی مکہ ہی) سے احرام باندھیں۔“

ب: ایک دوسری روایت میں ہے:

”وَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.“^①

”اور جن کا قیام ان کے اس جانب (یعنی مقامات میقات اور مکہ کے درمیان) ہو، تو وہ جہاں سے (احرام کی نیت کا) آغاز کریں (وہیں سے احرام باندھیں)، یہاں تک کہ مکہ سے (ہی احرام باندھیں)۔“
ان روایتوں کے حوالے سے پانچ باتیں:

اس سہولت سے فائدہ اٹھانے والے متعدد اقسام کے لوگوں کا توفیقِ الہی سے ذیل میں جدا جدا ذکر کیا جا رہا ہے:

۱: مقامات میقات اور مکہ کے درمیان کسی بھی جگہ رہائش پذیر لوگ:
ایسے لوگ حج کے احرام کی خاطر میقات نہیں جائیں گے، بلکہ اپنی رہائش گاہوں ہی سے احرام باندھ کر سفر حج کی غرض سے منیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ امام بغوی تحریر کرتے ہیں:

”وَمَنْ كَانَ مَنزِلُهُ دُونَ الْمِيَقَاتِ ، فَيَحْرُمُ مِنْ مَنزِلِهِ .“^②

① متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب مهل أهل مكة للحج والعمرة، جزء من رقم الحديث ۳۸۴/۳، ۱۵۲۴؛ و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب مواقيت الحج والعمرة، جزء من رقم الحديث ۱۲۔ (۱۱۸۱)۔ ۸۳۹/۲۔

② شرح السنة ۴۱/۷۔

”اور جس کا گھر میقات کے اندر ہو، وہ اپنے گھر سے احرام باندھے۔“
آنحضرت ﷺ کے ارشاد ”فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمِنْ أُمَّلِهِ.“ کی شرح
میں امام نووی تحریر کرتے ہیں:

”هَذَا صَرِيحٌ فِي أَنَّ مَنْ كَانَ مَسْكَنُهُ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمِيَقَاتِ
فَمِيَقَاتُهُ مَسْكَنُهُ، وَلَا يَلْزَمُهُ الذَّهَابُ إِلَى الْمِيَقَاتِ.“^①
”یہ اس بارے میں واضح ہے، کہ مکہ اور میقات کے درمیان رہائش رکھنے
والے شخص کا میقات (یعنی احرام باندھنے کی جگہ) اس کی رہائش گاہ ہے
اور (احرام باندھنے کی غرض سے) میقات کی طرف جانا اس پر لازم
نہیں۔“

ب: مکی لوگ:

ارادہ حج کی صورت میں یہ لوگ مکہ مکرمہ سے احرام باندھ کر مناسک حج کا آغاز
کریں گے۔ حافظ ابن حجر نے قلم بند کیا ہے:

”لَا يَحْتَاجُونَ إِلَى الْخُرُوجِ إِلَى الْمِيَقَاتِ لِلْإِحْرَامِ مِنْهُ،
بَلْ يُحْرَمُونَ مِنْ مَكَّةَ كَأَلْفَاقِي الَّذِي بَيْنَ الْمِيَقَاتِ وَمَكَّةَ،
فَإِنَّهُ يُحْرَمُ مِنْ مَكَانِهِ، وَلَا يَحْتَاجُ إِلَى الرَّجُوعِ إِلَى
الْمِيَقَاتِ لِيُحْرَمَ مِنْهُ.“^②

”انہیں احرام کے لیے میقات کی طرف نکلنے کی ضرورت نہیں، بلکہ وہ مکہ
سے (ہی) احرام باندھیں گے، جیسے کہ میقات اور مکہ کے درمیان موجود

① یعنی جو لوگ ان [مقامات میقات] کے اندر ہوں، تو وہ اپنے گھر سے احرام باندھیں۔

② شرح النووي ۸۳۱۸.

③ فتح الباری ۳/۳۸۶؛ نیز ملاحظہ ہو: المفہم ۳/۲۶۰.

آفاقی فحش اپنی جگہ سے (ہی) احرام باندھتا ہے اور اسے احرام باندھنے کی غرض سے میقات کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔“

ج: مکہ مکرمہ میں موجود بیرونی لوگ:

ان لوگوں میں عمرہ سے فارغ ہو کر حج کے انتظار میں مکہ مکرمہ ٹھہرنے والے اور حج و عمرہ کے ارادے کے بغیر یہاں داخل ہونے والے لوگ شامل ہیں۔ حج کے ارادے کی صورت میں یہ تمام لوگ مکہ مکرمہ ہی سے احرام باندھیں گے۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ”أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ لَمَّا أَحَلَّلْنَا أَنْ نُحْرِمَ إِذَا تَوَجَّهْنَا إِلَىٰ مِنْى .“
”جب ہم نے احرام کھولا ۱، تو نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا، کہ ہم منیٰ کی طرف روانہ ہوتے وقت احرام باندھیں۔“

انہوں نے بیان کیا:

”فَأَهَلَّلْنَا مِنَ الْأَبْطَحِ .“ ۲

”پس ہم نے ابطح ۳ سے تلبیہ پکارنا شروع کیا۔“

ایک دوسری روایت میں ہے:

”حَتَّىٰ إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بَظَهْرٍ ، أَهَلَّلْنَا بِالْحَجِّ .“ ۴

۱ یعنی عمرے سے فارغ ہوتے وقت۔

۲ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الإحرام ، رقم الحدیث ۱۳۹۔ (۱۲۱۴)، ۸۸۲/۲۔

۳ (الأبطح): مکہ میں موجود ایک جگہ۔ اس کا نام اہلحجاء بھی ہے۔ (ملاحظہ ہو: معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، ”الأبطح“، ۹۷/۱)۔

۴ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الإحرام ، جزء من رقم الحدیث ۱۴۲۔ (۱۲۱۶)، ۸۸۴/۲۔

”یہاں تک، کہ جب یوم الترویہ تھا، تو ہم نے مکہ کو پیچھے چھوڑ کر حج کا احرام باندھا۔“

امام بخاری نے اپنی کتاب [صحیح] میں ایک باب کا حسب ذیل عنوان لکھا ہے:

بَابُ الْإِهْلَالِ مِنَ الْبَطْحَاءِ وَغَيْرِهَا لِلْمَكِّيِّ وَاللِّحَاجِّ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَنَى ① . ②

[مکی اور حج کرنے والے کے لیے منی کی طرف روانہ ہوتے وقت بطحاء وغیرہ سے احرام باندھنے کے متعلق باب]

امام نووی تحریر فرماتے ہیں:

”فَمَنْ كَانَ فِي مَكَّةَ مِنْ أَهْلِهَا أَوْ وَارِدًا إِلَيْهَا ، وَأَرَادَ الْإِحْرَامَ بِالْحَجِّ فَمِيقَاتُهُ نَفْسُ مَكَّةَ ، وَلَا يُجُوزُ لَهُ تَرْكُ مَكَّةَ ، وَالْإِحْرَامُ بِالْحَجِّ مِنْ خَارِجِهَا سَوَاءَ الْحَرَمِ وَالْحِلِّ ، هَذَا هُوَ الصَّحِيحُ عِنْدَ أَصْحَابِنَا .“ ③

”پس جو شخص مکہ میں ہو، خواہ مکی ہو یا باہر سے آیا ہو اور وہ حج کے احرام (باندھنے) کا قصد کرے، تو اس کا میقات (یعنی جائے احرام) مکہ ہی ہوگا۔ اس کے لیے مکہ سے باہر جا کر حد و حریم کے اندر یا باہر سے احرام باندھنا جائز نہیں۔ ہمارے علماء کے نزدیک یہ ہی صحیح بات ہے۔“

د: میقات کے پاس سے ارادہ حج کے بغیر گزرنے والے:

ایسے لوگ جس جگہ حج کرنے کا ارادہ کریں، وہیں سے احرام باندھیں۔ انہیں نہ تو میقات پر احرام باندھنے کی خاطر جانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی احرام کے بغیر

② صحیح البخاری، کتاب الحج، ۶/۳، ۵۰

① یعنی ذوالحجہ۔

③ شرح النووی ۸/۸۴۱۔

مکرمہ داخل ہو کر وہاں سے احرام باندھنا درست ہے۔

امام بغوی لکھتے ہیں:

”وَلَوْ جَاوَزَ الْمَيْقَاتَ غَيْرُ مُرِيدٍ لِلنُّسُكِ ، ثُمَّ بَدَّأَهُ أَنْ يُحْرِمَ ، فَلْيُحْرِمْ مِنْ حَيْثُ بَدَّأَهُ ، وَلَا دَمَ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ ، وَهُوَ ظَاهِرُ الْحَدِيثِ .“^①

”اگر حج کا ارادہ نہ رکھنے والا شخص میقات سے گزر جائے، پھر وہ احرام باندھنا چاہے، تو وہ اسی مقام سے احرام باندھے، جہاں سے اس نے اس کا ارادہ کیا۔ اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر کوئی دم لازم نہیں آئے گا۔ حدیث سے بھی یہی بات ظاہر ہوتی ہے۔“

بعض علماء کی رائے میں وہ میقات پر آ کر احرام باندھے، وگرنہ اس پر دم لازم آئے گا۔^② بعض اہل علم کے نزدیک وہ مکہ مکرمہ سے احرام باندھے۔^③ لیکن درست بات یہ معلوم ہوتی ہے، کہ میقات اور مکہ مکرمہ کے درمیان جس جگہ بھی اس کا احرام باندھنے کا ارادہ بنے، وہیں سے احرام باندھے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”وَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ.“^④

”اور جو شخص اس کے اندر (یعنی میقات اور مکہ کے درمیان) ہو، تو جہاں سے اس نے (اپنے احرام باندھنے کے ارادے) کا آغاز کیا۔“

① شرح السنة ۴۰/۷.

② یدرائے حضرات احمد اور اوزاعی، احمد اور اسحاق کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۴۰/۷).

③ ملاحظہ ہو: شرح النووي ۸۴/۱۸ و فتح الباری ۳۸۶/۳.

④ صفحہ ۸۸ میں یہ حدیث اور اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

۵: مکی لوگوں کے عمرے کے لیے جائے احرام:

ایسے لوگ حدودِ حرم سے باہر نکل کر عمرے کا احرام باندھیں، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو متعمیم سے عمرے کا احرام باندھ کر آنے کا حکم دیا تھا۔ اس بارے میں امام نووی لکھتے ہیں:

”وَأَمَّا مَيْمَنَاتُ الْمَكِّيِّ لِلْعُمْرَةِ فَأَذْنَى الْجِوَالِ لِحَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهَا فِي الْعُمْرَةِ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى التَّنْعِيمِ ، وَتَحْرُمَ بِالْعُمْرَةِ مِنْهُ ، وَالتَّنْعِيمُ فِي طَرْفِ الْجِوَالِ . وَاللَّهُ أَعْلَمُ .“ ❶

”عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی بنا پر مکی کے عمرے کے لیے جائے احرام حدودِ حرم سے باہر کی قریب ترین جگہ ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے انہیں متعمیم جانے اور وہاں سے عمرے کا احرام باندھنے کا حکم دیا تھا اور متعمیم حدودِ حرم سے باہر ہے۔ واللہ اعلم۔“

۴۔ جوتے اور تہبند نہ پانے والے محرم کے لیے آسانی:

احرام میں سلعے ہوئے کپڑے اتار کر دو چادریں اور ایسے جوتے پہنے جاتے ہیں، جو کہ ٹخنوں سے نیچے ہوں۔ چادریں اور ایسے جوتے میسر نہ آنے کی صورت میں آنحضرت ﷺ نے امت کے لیے آسانی فرمائی ہے۔ اسی بارے میں توفیق الہی سے ذیل میں دو حدیثیں پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے: ”یقیناً ایک شخص نے عرض کیا:

❶ شرح النووي ۸/ ۸۴-۸۵؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح السنة ۴۱/ ۷؛ وفتح الباری ۳/ ۳۸۷۔

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟“

[یا رسول اللہ ﷺ! محرم کون سے کپڑے پہنے؟]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَّ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا التَّرَاوِيْلَاتِ، وَلَا الْبِرَّانَسَ

، وَلَا الْخِصَافَ إِلَّا أَحَدًا لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ خَفَيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا

أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ..... الحديث. ①

نہ قمیصیں پہنے، نہ عمامے باندھے، نہ شلواریں پہنے، نہ بارانی کوٹ زیب

تن کرے اور نہ موزے، البتہ اگر اس کو جوتی میسر نہ آئے، تو موزے

پہن لے اور انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے..... الحديث۔“

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے،

کہ انہوں نے بیان کیا: ”میں نے نبی کریم ﷺ کو عرفات میں خطبہ ارشاد فرماتے

ہوئے سنا:

”مَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخَفَيْنِ، وَمَنْ لَمْ يَجِدِ إِزَارًا

فَلْيَلْبَسِ سَرَاوِيْلَ، لِلْمُحْرِمِ.“ ②

”جس محرم کے پاس جوتے نہ ہوں، وہ موزے پہن لے اور جس کے

پاس تہبند نہ ہو، وہ شلواریں پہن لے۔“

① متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب ما لا یلبس المحرم من الثیاب، جزء من

رقم الحدیث ۱۵۴۲، ۴۰۱/۳؛ و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ما یباح للمحرم بحج
أو عمره.....، جزء من رقم الحدیث ۲- (۱۱۷۷)، ۸۳۵۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

② متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب جزاء الصيد، باب لبس الخفین للمحرم إذا لم یجد

نعلین، رقم الحدیث ۱۸۴۱، ۵۷/۴؛ و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ما یباح
للمحرم بحج و عمره.....، رقم الحدیث ۳- (۱۱۷۷)، ۸۳۵/۲۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری

کے ہیں۔

ان احادیث کے حوالے سے چار باتیں:

۱: جس محرم کو جوتے میسر نہ آئیں، تو اسے موزے پہننے کی اجازت ہے اور تہبند

میسر نہ آنے پر اسے شلوار پہننے کی اجازت ہے۔^①

ب: موزے پہننے والا محرم انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے، کیونکہ —

جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم دیا

ہے۔ امام ابن حبان نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ الْمُحْرِمَ إِنَّمَا أُبِيحَ لَهُ فِي لَبْسِ الْحُفَيْنِ عِنْدَ

عَدَمِ التَّعْلِينِ ، إِذَا قَطَعَهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ^②

[اس بات کا ذکر کہ محرم کے لیے جوتوں کے میسر نہ آنے پر موزے پہننے

کی اجازت تب ہے، جب کہ وہ انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے۔“]

جمہور علمائے اُمت کی بھی یہی رائے ہے،^③ البتہ امام احمد سے اس بارے میں

دو روایات ہیں۔ مشہور روایت یہ ہے، کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹنا ضروری

نہیں اور دوسری روایت جمہور علماء کی رائے کے موافق ہے۔

امام ابن قدامہ دونوں آراء اور ان کے دلائل نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

“وَالْأَوْلَى قَطْعُهُمَا عَمَلًا بِالْحَدِيثِ الصَّحِيحِ ، وَخُرُوجًا

مِنَ الْخِلَافِ ، وَأَخْذًا بِالِاحْتِيَاطِ .“^④

① بعض حضرات کی رائے میں ایسی صورت میں بھی شلوار پہننا درست نہیں۔ (ملاحظہ ہو: المفہم ۱۴ / ۵۸)؛ لیکن یہ رائے صریح اور ثابت شدہ احادیث کے مخالف ہونے کی بنا پر قابل توجہ نہیں۔

② الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب الإحرام ۹۴ / ۹.

③ ملاحظہ ہو: المفہم ۲۵۸ / ۳.

④ ملاحظہ ہو: المغنی ۱۶۲۲ / ۵. تنبیہ: حافظ ابن حجر نے موزوں کو نہ کاٹنے والوں کے چھ دلائل ذکر کرنے

کے بعد ان کے مسکت جواب دیے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۴۰۳ / ۳ - ۴۰۴؛ نیز ملاحظہ ہو:

المحلی ۸۲۳ مسألة، ۸۲۱/۷).

”صحیح حدیث کے مطابق عمل کرنے، اختلاف سے بچنے اور احتیاط کے

پیش نظر (موزوں کا) کاٹنا بہتر ہے۔“

ح: تہبند میسر نہ آنے پر شلوار کو چیر کر تہبند بنانے کی قطعاً ضرورت نہیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایسا کرنے کا نہ حکم دیا ہے اور نہ ہی ترغیب اور آپ ﷺ کے بیان کردہ حکم میں کسی اُمتی کی طرف سے اضافے کی کوئی گنجائش نہیں۔^①

د: مجبوری کی حالت میں موزے اور شلوار پہننے کی صورت میں محرم پر کوئی فدیہ نہیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے نہ تو اس کا حکم دیا ہے اور نہ ترغیب اور کسی اُمتی کو اپنی رائے یا سمجھ سے فدیہ مقرر کرنے کا حق نہیں۔^②

امام ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْخَبَرِ الْمُدْحِضِ قَوْلَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ لَبَسَ الْمُحْرِمِ
الْحُقْفَيْنِ عِنْدَ عَدَمِ النَّعْلِ أَوْ السَّرَاوِيلِ عِنْدَ عَدَمِ الْإِزَارِ ،
عَلَيْهِ دَمٌ.]^③

”اس شخص کے قول کی تردید کرنے والی حدیث، جو یہ سمجھتا ہے، کہ جو تانہ ہونے پر موزے اور تہبند نہ ہونے پر شلوار پہننے والے محرم پر دم ہے۔“

۵۔ احرام کے لیے مخصوص نماز کا نہ ہونا:

۶۔ احرام کے لیے وقت کی یا بندی کا نہ ہونا:

حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ احرام کے لیے کوئی مخصوص نماز نہیں

① ملاحظہ ہو: المحلی ۸۴۱۷۔

② ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۸۴۱۷۔

③ الإحسان فی تفریب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب الإحرام، ۹۸/۹۔

اور ایک دوسری یہ ہے، کہ احرام کے لیے وقت کی کوئی پابندی نہیں۔ رات اور دن کی ہر ساعت اور گھڑی میں احرام باندھا جاسکتا ہے۔

امام ابوداؤد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ ، ثُمَّ رَكِبَ رَاِحِلَتَهُ ، فَلَمَّا عَلَا عَلَى جَبَلِ الْبَيْدَاءِ أَهَلَ .“ ①

”بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ ظہر پڑھی، پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے، پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیداء پر چڑھے، تو آپ نے تلبیہ پکارا۔“

اس حدیث کے حوالے سے دو باتیں:

۱: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ ظہر اور تلبیہ پکارنے کے دوران کوئی نماز ادا نہ کی۔

ذیل میں تین علماء کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام ابن قیم رقم طراز ہیں:

”ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ رَكَعَتَيْنِ ، ثُمَّ أَهَلَ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فِي مُصَلَّاهُ ، وَلَمْ يُنْقَلْ أَنَّهُ صَلَّى لِلْأَحْرَامِ رَكَعَتَيْنِ غَيْرَ فَرَضٍ الظُّهْرِ .“ ②

”پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی دو رکعتیں ادا کیں، پھر اپنی جائے نماز میں (ہی) حج و عمرہ کا تلبیہ پکارا، نمازِ ظہر کے فرضوں کے علاوہ احرام کی دو رکعتوں کا پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل نہیں کیا گیا۔“

① سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب وقت الاحرام، رقم الحديث ۱۷۷۱، ۱۲۳/۵، شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبي داود ۳۳۲/۱)۔

② زاد المعاد ۱۰۷/۲۔

۲: شیخ البانی نے تحریر کیا ہے:

”وَلَيْسَ لِلْأَحْرَامِ صَلَاةٌ تَخْصُهُ ، لَكِنْ إِنْ أَدْرَكَتَهُ الصَّلَاةُ قَبْلَ إِحْرَامِهِ ، فَصَلَّى ، ثُمَّ أَحْرَمَ عَقِبَ صَلَاتِهِ كَانَ لَهُ أُسْوَةٌ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَيْثُ أَحْرَمَ بَعْدَ صَلَاةِ الظُّهْرِ .“ ❶

”احرام کے لیے مخصوص نماز نہیں، لیکن اگر احرام سے پہلے نماز کا وقت ہو جائے، تو وہ نماز ادا کرے، پھر اس کے بعد احرام باندھے، تو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر عمل ہوگا، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے نماز ظہر کے بعد احرام باندھا۔“

۳: مسجد نبوی شریف کے سابق مدرس شیخ علی آل شان لکھتے ہیں:

”لَمْ يَنْبُتْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُلَبِّيَ بِحَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ ، وَإِنَّمَا صَلَّى صَلَاةَ الظُّهْرِ قَصْرًا ، وَلَبَّى بِالسَّحَجِ ، هَذَا هُوَ الثَّابِتُ . أَمَّا مَا يَفْعَلُهُ الْكَثِيرُ مِنَ النَّاسِ كَعُلَمَاءٍ أَوْ طَلَبَةٍ عِلْمٍ فَهُوَ جَهْلٌ فَاحِشٌ .“ ❷

”نبی کریم ﷺ سے حج اور عمرے کے تلبیہ سے پہلے دو رکعتیں ادا کرنا ثابت نہیں۔ آپ ﷺ نے صرف نماز ظہر دو رکعت قصر ادا کی۔ یہ بات ہی ثابت ہے۔ لوگوں کی کثیر تعداد (اور انہی میں سے) جیسے (بعض) علماء اور طلبہ جو کرتے ہیں، ❸ وہ سنگین جہالت ہے۔“

❶ مناسک الحج والعمرة ص ۱۵-۱۶۔

❷ ملاحظہ ہو: شرح أحكام مناسک الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي ص ۷۷۔

❸ یعنی احرام سے پہلے نماز احرام دو رکعتیں ضروری قرار دینا۔ اس بارے میں نیز ملاحظہ ہو: أحكام مناسک

الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي لشيخ الإسلام ابن تيمية ص ۷۷۔

آنحضرت ﷺ نے احرام باندھنے کے لیے کوئی مخصوص گھڑی اور ساعت مقرر نہیں کی اور نہ ہی کسی وقت میں اس کے باندھنے سے روکا ہے۔ علاوہ ازیں مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو چکی ہے، کہ احرام کے لیے کوئی مخصوص نماز نہیں۔ لہذا حج و عمرہ کا ارادہ کرنے والا رات اور دن کی جس ساعت میں چاہے، میقات سے احرام باندھ سکتا ہے، اگرچہ وہ وقت نماز کے اوقات ممنوعہ سے ہو۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰی تَيْسِيْرِهِ۔

۷۔ معلق احرام باندھنے کا جواز:

حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک معلق احرام باندھنے کا جواز ہے۔ اس احرام کی شکل یہ ہے، کہ مثال کے طور پر خالد کہے، کہ میرا احرام زید کے احرام کی مانند ہے، تو جس نوعیت کا احرام زید کا ہوگا، ویسا ہی خالد کا ہوگا۔^①

اس بارے میں دو روایات ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے حجۃ الوداع کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا:

”علی بن ابی سلمیٰ یمن سے نبی کریم ﷺ کی قربانیوں کے ہمراہ آئے، تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا:

”مَاذَا قُلْتَ حِينَ قَرَضْتَ الْحَجَّ؟“

”حج فرض کرتے وقت تم نے کیا کہا؟“

① علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: ”وَيَصِحُّ اِنْهَامُ الْاِحْرَامِ، وَهُوَ اَنْ يُحْرِمَ بِمَا اُحْرِمَ بِهِ فُلَانٌ.“ (المغنی ۹۷/۱۰). [احرام کا مبہم کرنا درست ہے اور وہ یہ ہے: (کہ وہ نیت کرے) کہ وہ فلاں شخص کی طرز کا احرام باندھ رہا ہے۔] اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ علامہ ابن قدامہ نے اسے [احرام مبہم] کا نام دیا ہے۔ اور اس میں کچھ حرج نہیں۔ وَلَا مُشَاخَاةَ فِي الْاِصْطِلَاحِ.

انہوں نے جواب دیا: میں نے کہا:

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَهْلٌ بِمَا أَهَلَ بِهِ رَسُولُكَ.“

”اے اللہ! بے شک میں اسی چیز کے لیے تلبیہ پکارتا ہوں، جس کے لیے

آپ کے رسول ﷺ نے تلبیہ پکارا۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”فَإِنَّ مَعِيَ الْهُدَىٰ فَلَا تَحِلَّ.“^①

”پس بے شک میرے ساتھ قربانی ہے، سو تم بھی احرام نہ کھولنا۔“

صحیح بخاری کی روایت میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”فَأُهْدِ وَأَمُكِّتُ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ.“^②

”قربانی کرنا اور (اب) جیسے تم احرام میں ہو، اسی طرح رہو۔“

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے،

کہ انہوں نے بیان کیا: ”میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور (تب)

آنحضرت ﷺ نے بطحاء میں پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت

کیا:

”أُحْبَبْتُ؟“

”کیا تم نے حج [کا ارادہ] کیا ہے؟“

میں نے عرض کیا: ”جی ہاں۔“

آنحضرت ﷺ نے استفسار فرمایا:

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، جزء من رقم الحديث ۱۴۷۔

(۱۲۱۸)، ۲/۸۸۸۔

② ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب الحج، جزء من رقم الحديث ۱۵۵۸، ۳/۴۱۶۔

”بِمَ أَهْلَلْتُ؟“

”تم نے کس چیز کے لیے تلبیہ پکارا؟“

انہوں نے بیان کیا: ”میں نے عرض کیا:

”لَبَّيْكَ يَا هِلَالِ كَيْهَلَالِ النَّبِيِّ ﷺ“

”نبی کریم ﷺ کے تلبیہ کے ساتھ تلبیہ پکارتا ہوں۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”فَقَدْ أَحْسَنْتَ. طُفَّ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَأَجَلَ.“ ❶

”بے شک تم نے اچھا کیا، بیت (اللہ) کا طواف اور صفا و مرہ کی سعی کر

کے احرام کھول دو۔“

ان حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

۱: امام نووی تحریر کرتے ہیں: ”یہ دونوں حدیثیں معلق احرام کے درست ہونے

پر متفق ہیں۔ اور وہ یہ ہے، کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے احرام کی مانند احرام

باندھے۔ ایسا احرام (شرعاً) درست ہے اور ایسے احرام کی نوعیت مذکور شخص کے احرام

والی ہوگی۔“ ❷

ب: امام بخاری نے اپنی صحیح [صحیح] میں ایک باب کا درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ مَنْ أَهَلَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ كَيْهَلَالِ النَّبِيِّ ﷺ] ❸

❶ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، جزء من رقم الحدیث ۱۵۵۹، ۴۱۶/۳ و

صحیح مسلم، کتاب الحج، جزء من رقم الحدیث ۱۵۴ - (۱۲۲۱)، ۸۹۴ - ۸۹۵. الفاظ
حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

❷ شرح النووي ۱۹۸/۸.

❸ صحیح البخاری، کتاب الحج، ۴۱۶/۳.

[زمانہ نبوت میں نبی کریم ﷺ ایسا اہرام باندھنے والے شخص کے

متعلق باب]

امام نووی نے صحیح مسلم کی دونوں مذکورہ بالا روایات پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ جَوَازِ تَعْلِيْقِ الْاِحْرَامِ] ❶

[اہرام کو معلق کرنے کے جواز کے متعلق باب]

ح: حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ جمہور کے نزدیک اہرام کا معلق کرنا درست ہے،

البتہ مالکی حضرات اور اہل کوفہ کے نزدیک ایسا اہرام صحیح نہیں۔ ❷

امام ابن میثر بھی اسے زمانہ نبوت کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ ان کی رائے

میں اب احکام کے استقرار اور اہرام کے مراتب واضح ہونے کے بعد ایسے اہرام کی

گنجائش نہیں۔ ❸

امام ابن میثر کی ذکر کردہ بات کے حوالے سے دو باتیں پیش نظر رکھنا شاید مفید

ہو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ.

۱: کیا آنحضرت ﷺ نے اسے اپنے یا اپنے صحابہ کے زمانے کے ساتھ مخصوص

کیا؟ آنحضرت ﷺ کی جانب سے مخصوص کیے بغیر تخصیص کرنا شاید مناسب نہ ہو۔

۲: استقرار احکام اور مراتب اہرام کے واضح ہونے کے باوجود لوگوں کی ایک

بہت بڑی تعداد اہرام کی تفصیلات سے بے خبر ہے۔ ایسے لوگوں کو تفصیلات سے آگاہ

کرنے والے کے کسی جگہ میسر نہ آنے پر ثابت شدہ معلق اہرام سے روک کر لوگوں کو

اہرام سے محروم رکھنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ❹

❶ شرح النووي ۱۹۸/۸.

❷ ملاحظہ ہو: فتح الباری ۴/۱۶۶-۴۱۷.

❸ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳/۴۱۷.

❹ ملاحظہ ہو: نیل الأوطار ۵۱/۵-۵۲.

۸۔ مطلق احرام کا معتبر ہونا:

حج و عمرہ کی ایک آسانی [مطلق احرام] کا شرعی طور پر درست ہونا ہے۔ اس کی شکل یہ ہے، کہ احرام باندھتے وقت محرم عمرے یا حج میں سے کسی قسم کا تعین نہ دل سے کرے اور نہ ہی زبان سے کرے۔ اس بارے میں ذیل میں تین علمائے اُمت کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱: علامہ ابن قدامہ رقم طراز ہیں:

”فَإِنْ أَطْلَقَ الْإِحْرَامَ ، فَنَوَى الْإِحْرَامَ بِنُسُكٍ ، وَلَمْ يُعَيِّنْ حَجًّا وَلَا عُمْرَةً ، صَحَّ ، وَصَارَ مُحْرِمًا ، لِأَنَّ الْإِحْرَامَ يَصِحُّ مَعَ الْإِبْهَامِ ، فَصَحَّ مَعَ الْإِطْلَاقِ .“^①

”پس اگر اس نے احرام کو مطلق رکھا، حج و عمرے کی نیت (تو) کی، لیکن نہ حج کا تعین کیا اور نہ عمرے کا، تو (یہ احرام) درست ہوگا، کیونکہ جب [ابہام کی صورت] میں احرام صحیح ہے، تو مطلق ہونے کی صورت میں بھی درست ہوگا۔“

۲: شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں::

”وَلَوْ أَحْرَمَ مُطْلَقًا جَازًا ، فَلَوْ أَحْرَمَ بِالْقَصْدِ لِلحَجِّ مِنْ حَيْثُ الْجُمْلَةِ ، وَلَا يَعْرِفُ هَذَا التَّفْصِيلَ جَازًا .
وَلَوْ أَهْلٌ وَلَبَّى كَمَا يَفْعَلُ النَّاسُ قَاصِدًا لِلنُّسُكِ ، وَلَمْ يَسْمَعْ

① المعنى ۹۶/۵ .

② یہاں [ابہام] سے مراد مطلق احرام ہے، جیسے کہ حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما نے اپنے احراموں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام سے مطلق کیا۔ (تفصیل کے لیے اس کتاب کے صفحات ۹۹، ۱۰۰ اور دیکھئے)

شَيْئًا ، وَلَا قَصْدَ بِقَلْبِهِ تَمَتُّعًا ، وَلَا إِفْرَادًا ، وَلَا قِرَانًا صَحَّ حُجَّتُهُ أَيضًا . ❶

”اگر اس نے مطلق احرام باندھا، تو یہ جائز ہوگا۔ اگر اس نے تفصیل سے لاعلمی میں اجمالی طور پر حج کا قصد کرتے ہوئے احرام باندھا، تو (یہ بھی) جائز ہوگا۔ اگر اس نے لوگوں کی مانند حج و عمرہ کا قصد کرتے ہوئے تلبیہ پکارا۔ تمتع، افراد اور قرآن میں سے کسی ایک کا نہ تو نام لیا اور نہ دل سے اس کی نیت کی، تو پھر بھی اس کا حج صحیح ہوگا۔“

❸: حافظ ابن حجر تحریر کرتے ہیں:

”وَأَمَّا مُطْلَقُ الْإِحْرَامِ عَلَى الْإِبْهَامِ فَهُوَ جَائِزٌ ، ثُمَّ يَضْرِفُهُ الْمُحْرِمُ لِمَا شَاءَ ، لِيَكُونَهُ ۞ لَمْ يَنْهَ عَنْ ذَلِكَ ، وَهُوَ قَوْلُ الْجَمْهُورِ . ❷“

”تعمین کے بغیر مطلق احرام جائز ہے، پھر جیسے چاہے، متعمین کر لے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس سے منع نہیں کیا اور جمہور کا یہی قول ہے۔“

ان اقوال کے متعلق تین باتیں:

ا: جمہور کے نزدیک مطلق احرام باندھنا درست ہے۔

ب: اس کی صحت کی دلیل یہ ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے معلق احرام کو درست

قرار دیا اور مطلق احرام اسی جیسا ہے۔

ج: مطلق احرام والے کو بعد میں اپنے لیے عمرے یا حج کی کسی قسم کو متعمین کرنے

کا اختیار ہے۔

❶ مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۱۰۶/۲۶ .

❷ فتح الباری ۴۱۶/۳ .

۹۔ مشروط احرام باندھنا:

حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ محرم کسی بھی رکاوٹ کے اندیشے کے پیش نظر احرام باندھتے وقت یہ کہہ لے: ”جہاں مجھے رکاوٹ پیش آئی، میں وہیں حلال ہو جاؤں گا۔“

ایسی صورت حال پیدا ہونے پر اس کے لیے حلال ہونا جائز ہوگا اور اس کے ذمہ کچھ بھی نہ ہوگا۔ درج ذیل حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”نبی کریم ﷺ ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لائے، تو انہوں نے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ ، وَأَنَا شَاكِيَةٌ .“
 ”یا رسول اللہ ﷺ! میرا حج کا ارادہ ہے، (لیکن) میں بیمار ہوں۔“

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”حُجِّي وَأَشْتَرِطِي أَنْ مَحَلِّي حَيْثُ حَبَسْتِنِي.“
 ”حج کرو اور شرط کر لو، کہ: جس جگہ آپ [یعنی اللہ تعالیٰ] مجھے روکیں گے، وہی میرے حلال ہونے کی جگہ ہے۔“

المسند کی روایت میں ہے:

① متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الأكفاء في الدين، رقم الحديث ۵۰۸۹، ۱۳۲/۹؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحديث ۱۰۵۔ (۱۲۰۷)، ۸۶۸/۲۔ الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

”فَإِنْ حُبِسْتَ أَوْ مَرَضْتَ فَقَدْ حَلَلْتَ مِنْ ذَلِكَ بِشَرِّطِكَ عَلَى رَيْكَ عَزَّ وَجَلَّ.“^①

”پس اگر تم روکی گئی یا بیمار ہو گئی، تو تم اپنے رب عزوجل پر (ذکر کردہ) شرط کے ساتھ حلال ہو گئی۔“

اس حدیث کے حوالے سے چھ باتیں:

۱: اس حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ضباعہ بنی النجاشی کی خرابی صحت کے پیش نظر، انہیں مشروط احرام باندھنے کا حکم دیا۔ امام نووی نے صحیح مسلم کی روایت پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ جَوَازِ اشْتِرَاطِ الْمُحْرِمِ التَّحَلُّلَ بِعُذْرِ الْمَرَضِ وَنَحْوِهِ.]^②

[محرم کا بیماری اور اسی قسم کے کسی دوسرے عذر کی بنا پر حلال ہونے کی شرط مقرر کرنے کے جواز کے متعلق باب]

ب: حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”وَصَحَّ الْقَوْلُ بِالْإِشْتِرَاطِ عَنْ عُمَرَ ، وَعُثْمَانَ ، وَعَلِيٍّ ، وَعَمَّارٍ ، وَأَبْنِ مَسْعُودٍ ، وَعَائِشَةَ ، وَأُمِّ سَلَمَةَ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الصَّحَابَةِ ۖ وَاللَّهُ ، وَلَمْ يَصِحُّ أَنْكَارُهُ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ إِلَّا عَنْ ابْنِ عُمَرَ ۖ“^③

① المسند، جزء من رقم الحدیث ۲۷۳۵۸، ۴۵/۳۴۷-۳۴۸۔ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے

اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۴۵/۳۴۸۔

② صحیح مسلم ۸۶۷/۲۔ فتح الباری ۹/۴۔ نیز ملاحظہ ہو: السنن الكبرى للبيهقي،

كتاب الحج، باب الاستثناء في الحج، أرقام الروايات ۱۰۱۱۸، ۱۰۱۱۹، ۱۰۱۲۰،

۳۶۵-۳۶۶؛ و باب من أنكر الاشتراط في الحج، رقم الرواية ۱۰۱۲۳، ۳۶۵/۵؛ و

شرح النووي ۱۳۱/۸۔

”یہ ثابت ہے، کہ عمر، عثمان، علی، عمار، ابن مسعود، عائشہ، ام سلمہ اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم (احرام میں) شرط مقرر کرنے کے قائل تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سوا صحابہ میں سے کسی ایک سے بھی اس کا انکار ثابت نہیں۔“

امام نووی رقم طراز ہیں:

”وَحُجَّتْهُمْ هَذَا الْحَدِيثُ الصَّحِيحُ الصَّرِيحُ.“^①

اور ان (یعنی شرط مقرر کرنے کو جائز کہنے والوں) کی دلیل یہی صحیح صریح حدیث ہے۔“

حج: امام بیہقی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے شرط مقرر کرنے کے انکار پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وَعِنْدِي أَنَّ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما لَوْ بَلَغَهُ حَدِيثُ ضَبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہا لَصَارَ إِلَيْهِ ، وَلَمْ يُنْكِرْهُ كَمَا لَمْ يُنْكِرْهُ أَبُوهُ ، وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ.“^②

”میرے نزدیک (بات یہ ہے)، کہ اگر ضباعہ بنت زبیر کی حدیث ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کو پہنچ جاتی، تو وہ اس کی پیروی کرتے اور شرط کرنے کا انکار نہ کرتے، جیسے کہ ان کے والد (محترم) نے اس کا انکار نہ کیا۔ وباللہ التوفیق۔“

د: علامہ ابن قدامہ اس بارے میں رقم طراز ہیں:

”وَلَا قَوْلَ لِأَحَدٍ مَعَ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَكَيْفَ يُعَارَضُ

① شرح النووي ۱۳۲/۸.

② المسنن الكبرى، كتاب الحج، باب من أنكر الإشراف في الحج، ۳۶۶/۵.

بِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ حَدِيثٌ لَكَانَ قَوْلُ
الْحَلِيفَتَيْنِ الرَّاشِدَيْنِ، مَعَ مَنْ قَدْ ذَكَرْنَا قَوْلَهُ مِنْ فُقَهَاءِ
الصَّحَابَةِ، أَوْلَى مِنْ قَوْلِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا۔^①

”رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے فرمان کے بعد کسی کی بات (کی کوئی حیثیت) نہیں، تو ابن عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا کی بات کے ساتھ (اس کا) مقابلہ کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اگر حدیث نہ بھی ہوتی، تو ابن عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا کی بات کے مقابلے میں خلفائے راشدین میں سے دو خلفاء^② اور دیگر مذکورہ فقہاء صحابہ (ہی) کا قول اولیٰ تھا۔“

ہ: بعض علماء نے حضرت ضباعہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا کی حدیث سے شرط مقرر کرنے کے استدلال پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے، کہ اس بارے میں حدیث ثابت نہیں۔ امام نووی لکھتے ہیں، کہ یہ بہت فاش غلطی ہے، کیونکہ یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی اور دیگر معتمد کتب حدیث کی مشہور حدیث ہے، جو کہ متعدد طریقوں اور کثیر سندوں کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کی گئی ہے۔^③

بعض نے اس حکم کو ضباعہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ امام نووی تحریر کرتے ہیں، کہ یہ تاویل باطل ہے۔^④

بعض کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے، کہ جہاں میری موت آئے گی، وہیں میرے احرام کھولنے کی جگہ ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں، کہ اس کا غلط ہونا ظاہر ہے۔^⑤

① المغنی ۹۳/۵-۹۴۔

② علامہ ابن قدامہ کا مقصود عمر اور علی رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ہیں، کیونکہ انہوں نے انہی دو خلفاء کا پہلے ذکر کیا ہے۔

③ ملاحظہ ہو: شرح النووی ۱۳۲/۸۔

④ ملاحظہ ہو: فتح الباری ۹/۴۔

⑤ ملاحظہ ہو: فتح الباری ۹/۴۔

بعض کی رائے میں یہ عمرے کے احرام سے حلال ہونے کے بارے میں ہے، اس کا حج سے تعلق نہیں۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں، کہ ضباعہ ہونے کا قصہ اس بات کی تردید کرتا ہے۔^①

و: مشروط احرام کے فائدوں کے متعلق علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

”اس شرط کے دو فائدے ہیں: ”پہلا یہ کہ جب اسے دشمن یا بیماری یا خرچہ نہ ہونے وغیرہ کی کوئی رکاوٹ پیش آئے، تو اس کے لیے احرام کھولنا جائز ہو

گا۔ دوسرا یہ کہ احرام کھولنے پر اس کے ذمے کوئی دم یا روزہ نہ ہوگا۔“^②

شیخ البانی نے ایک تیسرا فائدہ بھی تحریر کیا ہے، کہ اس پر حج آئندہ سال کرنے کی

ذمہ داری نہ ہوگی، البتہ اگر یہ حج فریضہ ہے، تو پھر اسے حج کرنا ہوگا۔^③

سعودی عرب کے مشہور عالم شیخ محمد بن صالح العثیمین لکھتے ہیں:

”وَفَائِدَةُ الْإِسْتِثْرَاطِ أَنَّهُ إِذَا مَنَعَ مِنْ إِتْمَامِ نُسُكِهِ تَحَلَّلَ مَجَانًّا :
أَيُّ لَيْسَ عَلَيْهِ فِدْيَةٌ وَلَا قَضَاءٌ.“^④

”شرط کرنے کا فائدہ یہ ہے، کہ جب اسے حج پورا کرنے سے روکا گیا، تو

وہ مفت میں حلال ہو جائے گا، یعنی نہ اس پر فدیہ ہوگا اور نہ ہی قضا۔“

گفتگو کا حاصل یہ ہے، کہ محرم کسی رکاوٹ کے اندیشے کے پیش نظر مشروط احرام

باندھ سکتا ہے۔ رکاوٹ کی حالت میں احرام کھولنے پر اس کے ذمے نہ فدیہ ہوگا، اور

نہ ہی قضا، البتہ فرضی حج کی صورت میں رکاوٹ کے ختم ہونے اور استطاعت برقرار

رہنے پر حج کرے گا۔^⑤

① ملاحظہ ہو: فتاویٰ الباری ۹/۱۴۔

② ملاحظہ ہو: المغنی ۵/۹۲-۹۳۔

③ ملاحظہ ہو: مناسک الحج والعمرة ص ۱۵۔ ④ فتاویٰ ابن العثیمین ۲۸/۲۲ منقول از: جامع

المناسک ص ۷۹۔ نیز ملاحظہ ہو: حج، عمرہ اور زیارت للشیخ ابن باز (اردو ترجمہ) ص ۴۹-۵۰۔

⑤ یعنی اس چھوڑے ہوئے حج کے بدلے میں حج کرنا۔

۱۰۔ ناگہانی حالات میں غیر مشروط احرام سے نکلنے میں آسانی:

حج اور عمرے کے احرام میں غیر مشروط طور پر داخل ہونے والے شخص کے لیے بھی ناگہانی حالات میں احرام سے نکلنے میں قرآن و سنت میں آسانی اور سہولت موجود ہے۔ ذیل میں اس بارے میں توفیق الہی سے دو دلیلیں پیش کی جا رہی ہیں:

۱: ارشادِ ربانی:

﴿وَاتِمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ

الْهَدْيِ﴾^①

[اور حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو۔ پھر اگر روک لیے جاؤ، تو

قربانی میں سے جو میسر ہو، کرو۔]

۲: حضرات ائمہ احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام عبداللہ بن رافع سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”سَأَلْتُ الْحَجَّاجَ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ حَبْسِ الْمُحْرِمِ.“

”میں نے حجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روکے جانے والے محرم کے متعلق

پوچھا۔“

تو انہوں نے بیان کیا: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ كُسِرَ أَوْ مَرِضَ أَوْ عَرِجَ فَقَدْ حَلَّ، وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ

قَابِلٍ.“

① سورة البقرة / جزء من الآية ۱۹۶.

”جس کسی کو کسر آئی،^① یا بیمار ہوایا (پاؤں میں کچھ لگنے سے) لنگڑا ہوا، تو اس کے لیے (اہرام سے نکلنا) حلال ہوا اور اس کے ذمہ آئندہ سال حج ہے۔“

عکرمہ نے بیان کیا: ”میں نے یہ حدیث ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے روبرو بیان کی، تو ان دونوں نے فرمایا:

”صَدَقَ“^②

”انہوں نے سچ کہا ہے۔“^③

ان دونوں دلیلوں کے متعلق پانچ باتیں:

۱: اہرام کو جاری رکھنے کی راہ میں حائل ہونے والی ہر رکاوٹ پر آیت شریفہ میں بیان کردہ حکم چسپاں ہوتا ہے، خواہ وہ دشمن کی شکل میں ہو یا بیماری کی شکل میں یا کسی اور طریقے سے۔^④ یہی رائے ابن مسعود، ابن زبیر رضی اللہ عنہما، علقمہ، سعید بن مسیب یعنی جم کے کسی حصے میں چوٹ وغیرہ کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ ہوئی۔

② المسند، رقم الحدیث ۱۰۵۷۳۱، ۵۰۸/۲۴، ۵۰۹۔ سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب الإحصار، رقم الحدیث ۱۸۶۰، ۲۲۰/۵، وجامع الترمذی، أبواب الحج، باب الذي يهل بالحج فيكسر أو يعرج، رقم الحدیث ۹۴۴، ۸/۴، و سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، فيمن أحصر بعدو، ۱۹۸/۵۔ سنن ابن ماجه، أبواب المناسك، المحصر، رقم الحدیث ۳۱۱۴، ۱۹۴/۲، والمستدرک علی الصحیحین، كتاب المناسك، ۴۸۲/۱۔ الفاظ حدیث سنن ابن ماجه کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [حسن]، امام حاکم نے [امام بخاری کی شرط پر صحیح] قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] اور شیخ ارنائوط اور ان کے رفقاء نے المسند کی (مسند کو شیخین کی شرط پر صحیح) کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی، ۹/۴، والمستدرک ۴۸۳/۱؛ والتلخیص ۴۸۳/۱ و صحیح سنن ابن ماجه ۱۹۰/۲ و هامش المسند ۵۰۹/۲۴)۔

③ یعنی انہوں نے حدیث درست بیان کی ہے۔

④ جیسے راستہ بھول جانا، زاوراہ ختم ہو جانا یا گم ہو جانا یا اسپورٹ اور ٹکٹ وغیرہ کا گم ہو جانا۔

عروۃ بن زبیر، مجاہد، نخعی، مقاتل اور عطاء رحمہم کی ہے۔^①

ب: امام بخاری نے احرام کو جاری رکھنے میں پیش آنے والی رکاوٹ کے متعلق صرف امام عطاء کا قول نقل کیا ہے، کہ انہوں نے کہا:

”الْبَحْصَارُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَحْسِبُهُ.“^②

”اس (محرم) کو روکنے والی ہر چیز سے احصار ہوتا ہے۔“

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ امام بخاری کے صرف امام عطاء کے قول کو نقل کرنے

میں اس بات کی طرف اشارہ ہے، کہ ان کے ہاں یہی قول پسندیدہ ہے۔^③

امام ابن جریر طبری نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے۔^④

ج: (مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ) [تو قربانی میں سے جو میسر ہو]۔ اس کی تفسیر

میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

”فَعَلَيْهِ ذَبْحٌ مِمَّا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ.“^⑤

”روکے جانے والے پر جو قربانی میسر ہو، اس کو ذبح کرنا ہے۔“

ایک دوسری روایت کے مطابق انہوں نے فرمایا:

”بِقَدْرِ يَسَارَتِهِ.“^⑥

”اپنی تو نگری کے بقدر۔“

① ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۴۸۔ علامہ صنعانی نے بھی اسی کو سب سے قوی قول کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سبیل السلام ۲/ ۴۳۵)۔

② صحیح البخاری، کتاب المحصر ۳/ ۴۔

③ ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳/ ۴۔

④ ملاحظہ ہو: تفسیر الطبری ۴/ ۲۵۱۔ اس بارے میں دیگر اقوال بھی ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

المحلی، ۸۷۳ مسألة ۷/ ۳۰۰-۳۰۲؛ وسبیل السلام ۲/ ۴۳۵؛ وإنجاز الحاجة

۲۱۳/۹-۲۱۹۔

⑤ ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۴۸۔

⑥ ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳/ ۴۔

جمہور علماء کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے، کہ جو بکری میسر ہو۔^①

ط: علماء کی اکثریت کے نزدیک اس قربانی کا کرنا واجب ہے، لیکن امام مالک کی رائے میں یہ واجب نہیں۔ علامہ صنعانی نے اسی رائے کو پسند کیا ہے، کیونکہ ہر روکے جانے والے کے پاس قربانی نہیں ہوتی۔^②

ہ: (وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ) [اس کے ذمہ آئندہ سال حج ہے۔]۔ یہ اس شخص کے متعلق ہے، جس نے پہلے حج کا فریضہ ادا نہ کیا ہو، نفل حج سے روکے جانے والے پر [میسر آنے والی قربانی] کے علاوہ اور کچھ نہیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں پر ایک مرتبہ حج کے فرض ہونے کی خبر دی ہے۔^③

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ حج اور عمرے کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ احرام کو جاری رکھنے میں پیش آنے والی رکاوٹ کی صورت میں غیر مشروط احرام باندھنے والا میسر آنے والی قربانی کرے اور احرام کھول دے اور اگر حج فرضی ہو، تو آئندہ سال حج کر لے۔

۱۱۔ قربانی نہ پانے والے [محصّر] کے لیے آسانی:

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، کہ حج سے روکا ہوا شخص (محصّر) میسر آنے والی قربانی دے کر احرام کھول سکتا ہے۔ اگر اسے قربانی میسر نہ ہو، تو پھر کیا کرے؟ اس بارے میں دو آراء:

① ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/۲۴۸-۲۴۹۔

② ملاحظہ ہو: سبل السلام ۴۳۶/۲۔

③ ملاحظہ ہو: المحلی ۸۸۳ مسألة ۳۰۹/۷۔ یہی رائے امام مالک اور امام شافعی کی ہے۔ حضرات ائمہ نفعی، مجاہد، شععی اور عکرمہ کی رائے میں نفل حج سے روکے جانے والے پر بھی آئندہ سال حج کرنا لازم ہے۔ (ملاحظہ ہو: معالم السنن ۱۸۹/۲)، لیکن راجح رائے امام مالک اور امام شافعی ہی کی معلوم ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ا: علامہ ابن قدامہ اس بارے میں تحریر کرتے ہیں:

”إِنَّ الْمُحَصَّرَ إِذَا عَجَزَ عَنِ الْهَدْيِ انْتَقَلَ إِلَى صَوْمِ عَشْرَةِ أَيَّامٍ ، ثُمَّ حَلَّ ، وَبِهَذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ فِي أَحَدِ قَوْلَيْهِ .

وَقَالَ مَالِكٌ وَأَبُو حَنِيفَةَ : ” لَيْسَ عَلَيْهِ بَدَلٌ ، لِأَنَّهُ لَمْ يُذَكَّرْ

فِي الْقُرْآنِ . “ ❶

”محصر قربانی نہ کر سکے، تو دس روزے رکھ لے اور پھر حلال ہو جائے۔ شافعی

کے دو اقوال میں سے ایک یہی ہے۔

مالک اور ابو حنیفہ نے کہا ہے: اس کے ذمہ (قربانی کا) کوئی بدل نہیں، کیونکہ

قرآن میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ (یعنی قربانی کیے بغیر حلال ہو جائے)“

پہلی رائے کی تائید:

علامہ ابن قدامہ پہلی رائے کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ احرام کی وجہ سے واجب ہونے والا دم ہے، جو کہ حج تمتع، (حالات

احرام میں) خوشبو استعمال کرنے اور لباس پہننے کی بنا پر لازم آنے والے

دم کی مانند ہے۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر نہ آنے سے یہ لازم نہیں آتا،

کہ کسی دوسری بات پر اس کا قیاس نہ کیا جائے۔ حج تمتع کی قربانی کی

طرح اس کے بدل میں دس روزے متعین ہے۔ جس طرح قربانی پانے

والا قربانی کیے بغیر حلال نہیں ہو سکتا، اسی طرح قربانی نہ پانے والا دس

روزے رکھے بغیر حلال نہیں ہو سکتا۔“ ❷

❶ ملاحظہ ہو: المغنی ۲۰۰/۵ .

❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲۰۰/۵-۲۰۱ .

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز رقم طراز ہیں:

”فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْهَدْيَ صَامَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ ، ثُمَّ حَلَقَ أَوْ قَصَرَ
وَتَحَلَّلَ.“^①

”اگر وہ قربانی کی استطاعت نہ رکھے، تو دس روزے رکھے، پھر (سر)

موٹے یا (بال) کاٹے اور حلال ہو جائے۔“

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ قربانی میسر نہ آنے کی صورت میں بھی روکے گئے شخص کے لیے آسانی ہے، کہ وہ ایک قول کے مطابق دس روزے رکھ کر اور دوسرے کے مطابق روزے رکھے بغیر ہی حلال ہو سکتا ہے۔ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ عَلَى تَيْسِيرِهِ۔

۱۲۔ محرم کا غسل کرنا:

حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ محرم، جب چاہے، غسل کر سکتا ہے۔ حالتِ احرامِ غسل میں رکاوٹ نہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم نے عبداللہ بن حنین سے روایت نقل کی ہے، کہ:

”بے شک ابواء^② کے مقام پر عبداللہ بن عباس اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما

کے درمیان اختلاف رائے ہوا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ”محرم اپنا

سر دھو سکتا ہے۔“

مسور رضی اللہ عنہ نے کہا: ”محرم اپنا سر نہ دھوئے۔“

① فتاویٰ تتعلق بأحكام الحج والعمرة والزيارة ص ۱۷۵؛ نیز ملاحظہ ہو: المرجع السابق ص

۱۷۸۔

② (الأبواء): مدينة طيبة من مكة شامراة، جحفه سے ۲۳ میل دور واقع ہے۔ مستورہ، ابواء سے ۲۸ کلو

میٹر مغرب میں ہے، آج کل اسے [خریبہ] بھی کہا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ائیس سیرت نبوی ﷺ ص

۸۴؛ نیز ملاحظہ ہو: معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، ”الأبواء“ ۱/۱۰۲؛ و

معجم البلدان، ۱۵۲ ”الأبواء“، ۱/۱۰۳-۱۰۴)۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ (میں ان کے پاس حاضر ہوا) تو وہ کنوئیں کے کنارے دو نصب شدہ لکڑیوں کے درمیان پردے کی اوٹ میں غسل کر رہے تھے۔

میں نے انہیں سلام عرض کیا، تو انہوں نے دریافت کیا: ”کون ہو؟“
میں نے عرض کیا: ”میں عبداللہ بن حنین ہوں۔ مجھے عبداللہ بن عباس نے آپ کی خدمت میں ایک بات دریافت کرنے کی غرض سے بھیجا ہے:
”كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَغْتَسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟“
”رسول اللہ ﷺ حالت احرام میں اپنے سر کو کس طرح دھوتے تھے؟“

ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے پردے پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس کو اس قدر نیچا کیا، کہ ان کا سر مجھے نظر آنے لگا، پھر انہوں نے پانی ڈالنے والے شخص سے فرمایا:

”أُصِيبُ“ [پانی ڈالو۔]
”فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ، ثُمَّ حَرَكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ، فَأَقْبَلَ بِهَا
وَأَذْبَرَ.“

[پس اس شخص نے ان کے سر پر پانی ڈالا، پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو ہلایا، پھر وہ انہیں (یعنی دونوں ہاتھوں کو سر کے) اگلے حصے تک لائے، پھر پچھلے حصے تک لے گئے۔“

اور فرمایا:

”هَكَذَا رَأَيْتُهُ ﷺ يَغْتَسِلُ“ . ①

① متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب جزاء الصيد، رقم الحدیث ۱۸۴۰، ۴/۵۵۰؛ و صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۹۱۔ (۱۲۰۵)۔ ۲/۸۶۴۔

[”میں نے آنحضرت ﷺ کو اس طرح (اپنے سر کو) دھوتے ہوئے دیکھا۔“]

امام بخاری نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ الْإِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ] ❶

[محرم کے غسل کرنے کے متعلق باب]

امام نووی نے صحیح مسلم کی روایت پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ جَوَازِ غُسْلِ الْمُحْرِمِ بَدَنَهُ وَرَأْسَهُ] ❷

[محرم کے اپنے بدن اور سر کو دھونے کے جواز کے متعلق باب]

امام ابن حبان نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْإِبَاحَةِ لِلْمُحْرِمِ أَنْ يَغْسِلَ رَأْسَهُ فِي إِحْرَامِهِ] ❸

[حالاتِ احرام میں محرم کے لیے اپنا سر دھونے کے جواز کا ذکر]

مذکورہ بالا صریح اور ثابت شدہ حدیث سننے اور پڑھنے کے بعد حالتِ احرام میں

غسل کو مکروہ کہنے کی کسی کے لیے بھی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

۱۳۔ محرم کا سر میں کھجلی کرنا:

حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ محرم اپنے سر میں کھجلی کر سکتا ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے۔

❶ صحیح البخاری ۵۵/۴

❷ صحیح مسلم ۸۶۴/۲

❸ الإحسان فی تفریب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب ما یباح للمحرم وما لا یباح،

علاوہ ازیں امام مالک نے ام علقمہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”محرم کے متعلق عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا:

”أَيْحُكُ جَسَدُهُ؟“

”کیا وہ اپنے جسم میں خارش کرے؟“

تو میں نے انہیں جواب میں فرماتے ہوئے سنا:

”نَعَمْ ، فَلْيَحْكُكُهُ ، وَلْيَشْدُدْ ، وَلَوْ رِبَطْتَ يَدَايَ ، وَلَمْ
أَجِدْ إِلَّا رَجُلِي لَحَكَّكَتُ .“ ❶

”ہاں، وہ اسے (اپنے جسم کو) خارش کرے اور خوب اچھی طرح
کرے۔ میرے اگر دونوں ہاتھ باندھ دیے جائیں اور میرے لیے
دونوں قدموں ہی سے خارش کرنا ممکن ہو، تو میں (پھر بھی) ضرور خارش
کروں گی۔“

امام بخاری لکھتے ہیں:

”وَلَمْ يَرَأِبْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةَ   بِالْحَكِّ بِأَسَا .“ ❷

”ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہما کھجلی کرنے میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ تحریر کرتے ہیں:

”وہ (محرم) اپنے بدن میں خارش کر سکتا ہے۔ کھجلی اور غسل کرتے

ہوئے اگر کچھ بال گر جائیں، تو (بھی) اس میں مضائقہ نہیں۔“ ❸

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز لکھتے ہیں:

❶ الموطأ، کتاب الحج، باب ما يحوز للمحرم، أن يفعله، رقم الرواية ۹۳، ۳۵۸/۱.

❷ صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، باب الاغتسال للمحرم، ۵۵/۴.

❸ أحكام مناسك الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي لشيخ الإسلام ابن تيمية ص ۱۰۲.

”محرم غسل کر سکتا ہے، اپنا سر دھو سکتا ہے۔ آہستہ اور نرمی سے سر بھی کھجلا سکتا ہے۔ اگر کھجلانے سے کوئی چیز گر پڑے، تو کوئی حرج نہیں۔“^۱

۱۳۔ احرام دھونا یا تبدیل کرنا:

حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ احرام دھونے اور تبدیل کرنے کی کوئی ممانعت ثابت نہیں۔ اسی لیے متعدد علماء نے اس کے جواز کا صراحت سے ذکر کیا ہے۔ توفیق الہی سے ذیل میں ان میں سے بعض کے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں:

۱: امام بخاری نے ابراہیم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

”لَا بَأْسَ أَنْ يُبَدَّلَ ثِيَابَهُ.“^۲

”اس (یعنی محرم) کے لیے اپنے کپڑے بدلنے میں کوئی حرج نہیں۔“

ب: امام ابن شیبہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

”يُبَدَّلُ الْمُحْرِمُ ثِيَابَهُ مَتَى شَاءَ.“^۳

”محرم جب چاہے اپنے کپڑے بدل دے۔“

ج: امام ابن ابی شیبہ اور امام سعید بن منصور نے عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے،

① ”حج، عمرہ اور زیارت: کتاب وسنت کی روشنی میں“ تالیف شیخ ابن باز، ترجمہ مولانا مختار احمد ندوی ص ۵۶.

② ابراہیم سے مراد ابراہیم الخلیفی ہیں۔ ۹۶ھ میں فوت ہوئے۔ (ملاحظہ ہو: تقریب التہذیب ص ۹۵). حافظ ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں: ”إِمَامٌ، حَافِظٌ، فَفِيهِ الْعِرَاقُ.“ (سیر الاعلام النبلاء ۴/۵۲۰).

③ صحيح البخاري، كتاب الحج، باب ما يلبس المحرم من الثياب والأردية والأزر، ۴۰۵/۳.

④ الحسن البصري: ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔ حافظ ابن جریران کے متعلق لکھتے ہیں: ”ثقة، فقيه، فاضل اور مشہور تھے۔“ (تقریب التہذیب ۱۶۰).

⑤ منقول از: فتح الباري ۳/۴۰۶.

⑥ عطاء بن یسار: ۹۳ھ میں فوت ہوئے۔ (ملاحظہ ہو: تقریب التہذیب). حافظ ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں: ”إِمَامٌ، فقيه، واعظ، قابل اعتماد، حجت اور بلند مقام والے تھے۔“ (ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلاء ۴/۴۴۸).

کہ وہ بھی محرم کے لیے کپڑے بدلنے کے اختیار کے قائل تھے۔^①
د: شیخ ابن باز رقم طراز ہیں:

”لَا بَأْسَ أَنْ يَغْسِلَ مَلَأَ بِسِ الْإِحْرَامِ ، وَلَا بَأْسَ أَنْ يُغَيِّرَهَا ،
وَيَسْتَعْمِلَ غَيْرَهَا بِمَلَأَ بِسِ جَدِيدَةٍ أَوْ مَغْسُولَةٍ .“^②
”احرام کے کپڑے دھونے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ ان کو اتار کر نئے یا
دھلے ہوئے احرام پہننے میں بھی کوئی حرج نہیں۔“

۱۵۔ محرم کا سائے تلے آنا:

محرم مرد کے لیے کسی چمکی ہوئی چیز^③ سے سر کا ڈھانپنا درست نہیں، البتہ کسی چیز
کے سائے تلے آنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ سنت نبوی سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ توفیق
الہی سے ذیل میں اس کے متعلق دو حدیثیں پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے حجۃ الوداع کے متعلق تفصیلی
روایت نقل کی ہے۔ اسی میں ہے:

”وَرَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ
وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ ، ثُمَّ مَكَثَ قَلِيلًا حَتَّى طَلَعَتِ
الشَّمْسُ ، وَأَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعْرِ تُضْرَبُ لَهُ بِبَنَمِرَةٍ . فَسَارَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى آتَى عَرَفَةَ . فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ
بِنَمِرَةٍ ، فَنَزَلَ بِهَا ، حَتَّى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ ،

① منقول از: فتح الباری ۴۰۶/۳

② فتاویٰ متعلقہ باحكام الحج والعمرة والزيارة ص ۸۲۔ شیخ سلطان العید نے یہی بات علامہ محبت
الدین الطبری کی کتاب ”القری لفاصد ام القری“ ص ۲۳۸ کے حوالے سے بھی نقل کی ہے۔

③ مثلاً ٹوپی، رومال، عمامہ وغیرہ (ملاحظہ ہو: جامع المناسک ص ۱۱)۔

فَرِحَلَّتْ لَهُ ، فَأَتَى بَطْنَ الْوَادِي . ❶

”اور رسول اللہ ﷺ (مکہ مکرمہ سے منیٰ کی طرف جانے کی غرض سے) سوار ہوئے اور آپ ﷺ نے وہاں (منیٰ میں) ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر (کی نمازیں) پڑھیں۔ پھر آنحضرت ﷺ تھوڑی دیر ٹھہرے، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا اور آپ ﷺ نے اپنے لیے نمرہ میں بالوں کا بنا ہوا خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے، یہاں تک کہ عرفات تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا، کہ نمرہ میں آپ کے لیے خیمہ نصب کیا جا چکا تھا۔ آنحضرت ﷺ اس میں فروکش ہوئے، یہاں تک کہ جب سورج ڈھلا، تو آپ کے فرمانے پر قصواء (اوثنی) پر پالان ڈالا گیا اور آپ ﷺ (اس پر سوار ہو کر) بطن الوادی میں تشریف لائے۔“ [

ب: امام مسلم اور امام ابی داؤد نے حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”حَجَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَجَّةَ الْوِدَاعِ ، فَرَأَيْتُهُ حِينَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ ، وَأَنْصَرَفَ ، وَهُوَ عَلَى رَاحِلَتِهِ ، وَمَعَهُ بِلَالٌ . وَأَسَامَةُ ﷺ ، أَحَدُهُمَا يَقُودُ بِهِ رَاحِلَتَهُ ، وَالْآخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهُ عَلَى رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الشَّمْسِ .“ ❷

❶ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ، جزء من رقم الحدیث ۱۴۷- (۱۲۱۸) ۸۸۹/۲،

❷ المرجع السابق، باب استحباب رمی جمرة العقبة يوم النحر راکباً، جزء من رقم الحدیث ۳۱۱- (۱۲۹۸)، ۹۴۴/۲، و سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، رقم الحدیث ۱۸۳۱، ۲۰۲/۵۔ الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

”میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا۔ میں نے آنحضرت ﷺ کو جمرۃ العقبہ کو کنکریاں مار کر پلٹتے ہوئے دیکھا اور آپ اپنی سواری پر تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ بلال اور أسامہ رضی اللہ عنہما تھے۔ ان میں سے ایک آپ کی سواری کو تھامے لے جا رہا تھا اور دوسرے نے سورج سے (بچاؤ کی خاطر) اپنے کپڑے کو رسول اللہ ﷺ کے سر کے اوپر اٹھا رکھا تھا۔“

دونوں حدیثوں کے حوالے سے چار باتیں:

۱: پہلی حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ مقام نمرہ میں نصب شدہ خیمے کے اندر اس کے سائے تلے آفتاب ڈھلنے تک ٹھہرے۔

ب: دوسری حدیث پر امام ابوداؤد نے درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ فِي الْمُحْرَمِ يُظَلُّ . ①]

[محرم کے سائے تلے آنے کے متعلق باب]

امام نووی اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں: ”اس سے محرم کا اپنے سر کو

کپڑے وغیرہ سے سایہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔“ ②

ج: علامہ ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں:

”وَلَا بَأْسَ أَنْ يَسْتَظِلَّ بِالسَّقْفِ وَالْحَائِطِ وَالشَّجَرَةِ وَالْخَبَاءِ . وَإِنْ نَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَطْرَحَ عَلَيْهَا ثَوْبًا يَسْتَظِلُّ بِهِ ، عِنْدَ جَمِيعِ أَهْلِ الْعِلْمِ ، وَقَدْ صَحَّ بِهِ النَّقْلُ .“ ③

② ملاحظہ ہو: شرح النووي ۴۶/۹ .

① سنن أبي داود ۲۰۲/۵ .

③ المغني ۱۳۱/۵ .

”تمام اہل علم کے نزدیک چھت، دیوار، درخت اور خیمے کے سائے تلے آنے میں کچھ حرج نہیں۔ اسی طرح کسی درخت کے نیچے پڑاؤ ڈالنے کی صورت میں اس پر کپڑا ڈال کر اس کا سایہ حاصل کرنے میں (بھی) کوئی مضائقہ نہیں۔ اس بارے میں نقلی دلائل (احادیث شریفہ) بھی ثابت ہیں۔“

د: سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز لکھتے ہیں:

”محرم مرد کے لیے کسی چپکنے والی چیز سے سر کا ڈھانکنا حرام ہے، جیسے ٹوپی، رومال اور عمامہ وغیرہ، البتہ موٹر کی چھت یا چھتری وغیرہ سے سایہ حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسے خیمہ اور درخت وغیرہ سے سایہ حاصل کرنا جائز ہے، جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے، کہ حجرۃ العقبہ کی رمی کرتے وقت نبی کریم ﷺ پر کپڑے سے سایہ کیا گیا اور یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے، کہ مقامِ نمرہ میں آپ ﷺ کے لیے ایک خیمہ نصب کیا گیا، جس کے نیچے عرفہ کے دن آپ ﷺ آفتاب ڈھلنے تک بیٹھے رہے۔“

۱۶۔ لا علمی میں کپڑے پہننے اور خوشبو لگانے پر دم واجب نہ ہوتا:

۱۷۔ لا علمی میں پہنی ہوئی قمیص سر کی جانب سے اتارنا:

حالتِ احرام میں سلا ہوا کپڑا پہننے، خوشبو استعمال کرنے اور سر ڈھانپنے کی اجازت نہیں، البتہ اگر کوئی شخص لا علمی سے سلا ہوا کپڑا پہن لے اور خوشبو استعمال کر لے، تو وہ علم ہونے پر پہنا ہوا سلا کپڑا چیرے بغیر سر کی جانب سے اتار دے اور خوشبو

① ملاحظہ ہو: حج، عمرہ اور زیارت صفحات ۶۱-۶۲۔

اچھی طرح دھو دے۔ ان کاموں کی بنا پر اس پر کوئی دم واجب نہ ہوگا۔ ذیل میں اس بارے میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت یعلیٰ بنی النضرؓ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”جب نبی کریم ﷺ جعرانہ ① میں اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تھے، تو ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ، وَهُوَ مُتَضَمِّنٌ بِطَيْبٍ؟“

”یا رسول اللہ ﷺ! آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں، کہ جس نے عمرے کا احرام اس حالت میں باندھا، کہ اس کے کپڑے خوشبو میں رچے بے ہوں؟“

نبی کریم ﷺ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے، پھر آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی...

پھر یہ حالت ختم ہوئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”أَيُّنَ الَّذِي سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ؟“

”وہ شخص کہاں ہے، جس نے عمرے کے متعلق سوال کیا؟“

آدی کو لایا گیا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”اغْسِلُ الطَّيْبَ الَّذِي بَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَانزِعْ عَنْكَ“

① جعرانہ: جیم کی زبر اور راء کی تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ طائف اور مکہ کے درمیان ایک چشمہ ہے، البتہ مکہ سے نسبتاً قریب ہے، آنحضرت ﷺ نے اسی مقام پر غزوہ حنین کے مال غنیمت کو تقسیم فرمایا اور یہیں سے عمرے کا احرام باندھا۔ (ملاحظہ ہو: معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، ”الجعرة“، ۲/۳۸۴-۳۸۵؛ و معجم البلدان، ۳۱۴۲۔ ”الجعرة“ ۲/۱۶۵)۔

الْجُبَّةَ، وَاصْنَعُ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجَّتِكَ. ①

”جو خوشبو تجھے لگی ہے، اسے تین دفعہ دھولو، اپنے (جسم) سے جبے کو اتار

دو اور اپنے عمرے میں ویسے ہی کرو، جیسے تم اپنے حج میں کرتے ہو۔“ ②

۲: امام ابو داؤد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”قربانی کے دن کی شام رسول اللہ ﷺ کی میرے ہاں تشریف آوری

کی رات تھی۔ آنحضرت ﷺ میرے ہاں تشریف لائے، تو وہب بن

زعدہ، آل ابی امیہ کے ایک شخص رضی اللہ عنہما کے ہمراہ میرے ہاں آئے اور وہ

دونوں قیسیں زیب تن کیے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہب سے

پوچھا:

”ابو عبد اللہ! کیا طوافِ افاضہ کر چکے ہو؟“

انہوں نے عرض کیا: ”نہیں، واللہ! یا رسول اللہ ﷺ۔!“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”قیسیں اتار دو۔“

راوی نے بیان کیا: ”انہوں نے اپنے سر کی جانب سے قیسیں اتاری اور

ان کے ساتھی نے بھی سر کی جانب سے قیسیں اتاری۔“

پھر انہوں نے پوچھا: ”اور کیوں یا رسول اللہ ﷺ!“ (آپ نے ہمیں

قیسیں اتارنے کا حکم کیوں دیا ہے؟)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

① متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب غسل المخلوق ثلاث مرات من الثياب،

جزء من رقم الحدیث ۱۵۳۶، ۳/۳۹۳؛ و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ما یباح للمحرم، جزء من رقم الحدیث ۸- (۱۱۸۰)، ۲/۸۳۷۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

② یعنی جن باتوں سے حج میں پرہیز کرتے ہو، عمرے میں بھی ان سے اجتناب کرو۔ (ملاحظہ ہو: فسح

الباری ۳/۳۹۴؛ و صحیح البخاری مترجم علامہ وحید الزمان ۱/۶۸۱)۔

”بے شک اس دن تمہیں یہ رعایت دی گئی، کہ جب تم رمی جمرہ کر لو، تو وہ تمام باتیں، جو احرام کی وجہ سے ممنوعہ تھیں، وہ سب تمہارے لیے سوائے عورتوں کے حلال کر دی گئیں۔ اگر تم شام ہونے تک طواف نہ کرو، تو تم اسی طرح محرم بن جاؤ گے، جیسے کہ رمی جمرہ سے پہلے تھے اور یہ کیفیت تمہارے طواف کرنے تک جاری رہے گی۔“^①

دونوں حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

۱: آنحضرت ﷺ نے لاعلمی میں جبے میں احرام باندھنے، اچھی طرح خوشبو استعمال کرنے اور بے خبری میں حالت احرام ہونے کے باوجود قمیص پہننے پر فدیہ دینے کا حکم نہیں دیا۔ صرف جبے اور قمیص اتارنے اور خوشبو اچھی طرح دھونے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اگر دم واجب ہوتا، تو آپ ﷺ ضرور بیان فرمادیتے، کیونکہ ضرورت کے وقت بیان کا مؤخر کرنا درست نہیں۔^② حضرات ائمہ شافعی، عطاء، ثوری، اسحاق، داؤد^③ اور ابن منذر^④ کی یہی رائے ہے۔ حضرات حنابلہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔^⑤

بعض ائمہ کے نزدیک ایسی صورت میں دم واجب ہوتا ہے، لیکن مذکورہ بالا دونوں حدیثیں ان کی رائے پر حجت ہیں۔^⑥

۲: دونوں حدیثوں میں یہ بات واضح ہے، کہ ایسی صورت میں سلا ہوا پہنا جانے

① حدیث کی تخریج اس کتاب کے ص ۲۸۵ پر ملاحظہ فرمائیے۔

② ملاحظہ ہو: المغنی ۳۹۲/۵۔

③ ملاحظہ ہو: شرح النووي ۷۷/۸۔

④ ملاحظہ ہو: المغنی ۳۹۲/۵۔

⑤ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳۱۱/۵۔

⑥ ملاحظہ ہو: شرح النووي ۷۷/۸؛ والمغنی ۳۹۱/۵۔ ۳۹۲۔

والا کپڑا پھاڑا نہیں جائے گا، بلکہ اُتارا جائے گا، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے جیسے اور قمیصوں کے چیرنے کا نہیں، بلکہ اُتارنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ ایسی صورت میں کپڑا چیرنے میں آنحضرت ﷺ کے فرمان کو چھوڑنے اور مال برباد کرنے کی دو خرابیاں لازم آتی ہیں۔

۳: ایسی صورت میں قمیص اُتارتے وقت سر کے ڈھانپے جانے میں کچھ حرج نہیں۔ جب دونوں صحابہ نے آنحضرت ﷺ کے روبرو اپنی قمیصوں کو سروں کی جانب سے اُتارا، تو یقیناً ان کے سر ڈھانپے گئے، لیکن آنحضرت ﷺ نے اس پر کوئی اعتراض نہ فرمایا، بلکہ خاموشی اختیار فرما کر اپنی رضا مندی کا اشارہ دیا۔ قمیص اُتارتے ہوئے اس کا سر پر آنا ممنوع نہیں، بلکہ لازم ہے، کیونکہ اس کے بغیر قمیص کا اُتارنا ممکن نہیں۔^①

۱۸۔ بوقتِ ضرورتِ محرم کے لیے ہتھیار بند ہونا:

عیدین کے موقع پر اور مکہ مکرمہ میں ہتھیار اُٹھانے کی اجازت نہیں، لیکن حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ بوقتِ ضرورتِ حالتِ احرام میں بھی ہتھیار بند ہونا جائز ہے۔ توفیقِ الہی سے ذیل میں اس بارے میں ایک دلیل پیش کی جا رہی ہے:

امام بخاری نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے:

”إِعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ذِي الْقَعْدَةِ ، فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ حَتَّى قَاضَاهُمْ : لَا يُدْخِلُ مَكَّةَ سِلَاحًا إِلَّا فِي الْقِرَابِ .“^②

”نبی کریم ﷺ ذوالقعدہ میں عمرہ کے لیے تشریف لائے، تو اہل مکہ نے مکہ میں داخلے سے روک دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس شرط

① ملاحظہ ہو: المفہم ۲۶۰/۳؛ و شرح النووي ۷۷/۸؛ و عون المعبود ۳۶۶/۵۔

② صحیح البخاری، کتاب جزاء الصيد، رقم الحدیث ۱۸۴۴، ۵۸/۴۔

پر صلح کی: ”مکہ میں ہتھیار نیام میں ڈال کر ہی داخل ہوں گے۔“

اس حدیث کے حوالے سے تین باتیں:

۱: امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ] ❶

[محرم کے ہتھیار بند ہونے کے متعلق باب]

ب: علامہ ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں:

”إِنَّ الْمُحْرِمَ إِذَا احتَاجَ إِلَى تَقْلِيدِ السَّيْفِ فَلَهُ ذَلِكَ . وَأَبَاحَ

عَطَاءَ وَالشَّافِعِيُّ وَابْنُ الْمُنْذِرِ تَقْلِيدَهُ .“ ❷

”محرم کو جب تلوار گلے میں لٹکانے کی ضرورت ہو، تو وہ ایسے کر سکتا ہے۔

مالک نے بھی ایسے ہی کہا ہے۔ عطاء، شافعی اور ابن منذر نے (تلوار)

گلے میں لٹکانے کو جائز قرار دیا ہے۔“

ج: صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت ہے، کہ انہوں نے نبی

کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

”تم میں سے کسی ایک کے لیے مکہ میں ہتھیار اٹھانا جائز نہیں۔“ ❸

امام نووی لکھتے ہیں: ”یہ ممانعت حاجت نہ ہونے کی صورت میں ہے۔ اگر

(حاجت) ہو، تو (ہتھیار اٹھانا) جائز ہے۔ یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔“ ❹

❶ صحیح البخاری، کتاب جزاء الصيد، رقم الحدیث ۵۸۱۴.

❷ ملاحظہ ہو: المغنی ۱۲۸/۵.

❸ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب النهی عن حمل السلاح بمكة بلا حاجة، رقم الحدیث

۹۸۹/۲۰ (۱۳۵۶)۔ ۴۴۹

❹ شرح النووي ۱۳۰/۱۹۔ ۱۳۱۔ قاضی عیاض نے بھی یہی بات بیان کی ہے، (ملاحظہ ہو: المرجع

السابق ۱۳۱/۱۹).

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ محرم بوقتِ ضرورت ہتھیار بند ہو سکتا ہے۔

۱۹۔ محرم کے لیے آنکھوں کے علاج کی اجازت:

حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ محرم کو آنکھوں کے دکھنے پر ان کے علاج کی اجازت ہے۔ توفیقِ الہی سے اس بارے میں ذیل میں تین روایات پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام مسلم نے نبیہ بن وہب سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ”ہم ابان بن عثمان رضی اللہ عنہما کے ہمراہ روانہ ہوئے، یہاں تک کہ ہم جب مَلَلٌ ۱ میں تھے، تو عمر بن عبید اللہ کی آنکھیں دکھنے لگیں، پھر ہم جب الروحاء ۲ میں تھے، تو ان کا درد شدید ہو گیا، تو انہوں نے (اس بارے میں) دریافت کرنے کی غرض سے ابان بن عثمان رضی اللہ عنہما کی خدمت میں پیغام بھیجا، تو ان کی طرف سے جواب آیا:

”دونوں (آنکھوں) پر ایلوے کا لپ کر لو۔“

کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے حالتِ احرام میں آنکھیں دکھنے والے شخص کے متعلق نقل کیا ہے، کہ:

”ضَمَدَهُمَا بِالصَّبْرِ.“ ۳

۱ (مَلَلٌ): میم کی زبر اور دو لاسوں کے ساتھ۔ یہ جگہ مدینہ طیبہ سے ۲۸ میل کے فاصلے پر ہے، یہ بھی کہا گیا ہے، کہ ۲۲ میل کے فاصلے پر ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح النووی ۱۲۴/۸)۔

۲ (الروحاء): حدیث کے ایک راوی ابوسفیان طلحہ بن نافع کہتے ہیں، کہ یہ جگہ مدینہ طیبہ سے ۳۶ میل کے فاصلے پر ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب فضل الأذان وھرب الشیطان عند سماعہ، ۲۹۰/۱)۔

۳ المرجع السابق، کتاب الحج، رقم الحدیث ۸۹۔ (۱۲۰۴) ۸۶۳/۲۔

”وہ ان دونوں پر ایلوے کا لپ کر لے۔“

۲: امام بیہقی نے ہمیشہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”احرام کے دوران میری آنکھوں میں تکلیف ہوئی، تو میں نے ام المؤمنین

عائشہ رضی اللہ عنہا سے سرے کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے فرمایا:

”اِكْتَحَلِي بِأَيِّ كُحْلٍ شِئْتَ غَيْرَ الْإِثْمِدِ — أَوْ قَالَتْ: ”غَيْرَ
كُلِّ كُحْلٍ أَسْوَدَ — أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ بِحَرَامٍ ، وَلَكِنَّهُ زِينَةٌ ،
وَنَحْنُ نَكْرَهُهُ.“^①

”اِثْمِدِ کے علاوہ جو سرمہ چاہو استعمال کرو۔ یا انہوں نے فرمایا: ”ہر سیاہ

سرے کے علاوہ —“ سنو! بے شک وہ حرام تو نہیں، لیکن وہ زینت ہے

اور ہم اسے (حالتِ احرام میں استعمال کرنا) ناپسند کرتے ہیں۔“

۳: امام بیہقی نے نافع سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق روایت نقل کی ہے:

”أَنَّهُ كَانَ إِذَا رَمَدَ ، وَهُوَ مُحْرِمٌ ، أَقْطَرَ فِي عَيْنَيْهِ الصَّبْرَ
إِقْطَارًا.“

”بے شک جب احرام کے دوران ان کی آنکھیں دکھتیں، تو وہ ان میں

ایلو کے قطرے ڈالتے۔“

اور بے شک انہوں نے فرمایا:

”يَكْتَحِلُ الْمُحْرِمُ بِأَيِّ كُحْلٍ إِذَا رَمَدَ ، مَا لَمْ يَكْتَحِلْ

بِطَيْبٍ ، وَمِنْ غَيْرِ رَمِدٍ.“^②

① السنن الكبرى، كتاب الحج، رقم الرواية ۹۱۳۱، ۹۹/۵-۱۰۰، نیز ملاحظہ ہو: المحلی

۸۹۵- مسألة ۴۰۰/۲؛ و موسوعة فقه عائشة أم المؤمنين ﷺ ص ۱۱۳-۱۱۴.

② السنن الكبرى، كتاب الحج، رقم الرواية ۹۱۳۰، ۹۹/۵-۱۰۰، نیز ملاحظہ ہو: المحلی، ۸۹۵-

مسألة ۴۰۰/۷؛ و شرح السنة ۲۴۶/۷؛ و موسوعة فقه عبدالله بن عمر ﷺ ص ۷۳-۷۴.

”محرم آنکھوں کے دکھنے پر اور اس کے بغیر بھی، خوشبو سے خالی جو سرمہ چاہے، استعمال کرے۔“

تینوں روایات کے حوالے سے چھ باتیں:

۱: پہلی حدیث پر امام ترمذی نے درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْمُحْرِمَ يَشْتَكِي عَيْنَهُ فَيُضَمُّهَا بِالصَّبْرِ] ①
[محرم کے اپنی آنکھ دکھنے پر اسے ایلوے کے ساتھ لیپ دینے کے متعلق

جو وارد ہوا ہے، اس کے بارے میں باب]

امام نووی نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ جَوَازِ مُدَاوَةِ الْمُحْرِمِ عَيْنِهِ] ②

[محرم کے اپنی آنکھوں کے علاج کے جواز کے متعلق باب]

علامہ قرطبی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”وَلَا خِلَافَ فِي جَوَازِ مِثْلِ هَذَا مِمَّا لَيْسَ فِيهِ طِيبٌ وَلَا زِينَةٌ.“ ③

”خوشبو اور زینت سے خالی ایسے علاج کے کرنے میں کوئی اختلاف نہیں۔“

امام نووی اس کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:

”وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى جَوَازِ تَضْمِيدِ الْعَيْنِ وَغَيْرِهَا بِالصَّبْرِ
وَنَحْوِهِ مِمَّا لَيْسَ بِطِيبٍ ، وَلَا فِدْيَةٍ فِي ذَلِكَ.“ ④

① جامع الترمذی ، ابواب الحج ، ۲۲/۴ .

② صحیح مسلم ۸۶۳/۲ .

③ المفہم ۲۹۰/۳ .

④ شرح النووی ۱۲۴/۸ .

”علماء کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ ایلوے وغیرہ کے لیپ سے جس میں خوشبو نہ ہو، آنکھ وغیرہ کا علاج کرنا درست ہے اور اس کے استعمال سے فدیہ لازم نہیں ہوتا۔“

ب: دوسری روایت میں یہ بات واضح ہے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا علاج ناپسند کیا، جو باعثِ زینت ہو۔

ج: تیسری روایت میں یہ بات واضح ہے، کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے محرم کو خوشبو پر مشتمل علاج کرنے سے منع فرمایا۔ امام بیہقی نے السنن الکبریٰ کے ایک باب کا حسبِ ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ الْمُحْرِمِ يَكْتَحِلُ بِمَا لَيْسَ بِطَيْبٍ . ❶]

[محرم کے لیے خوشبو سے خالی سرمہ استعمال کرنے کے متعلق باب]

د: محرم کے لیے بوقتِ ضرورت خوشبو پر مشتمل علاج کی اجازت ہے، لیکن اس صورت میں فدیہ دینا ہوگا۔ امام نووی لکھتے ہیں:

”فَإِنْ احتَاجَ إِلَى مَا فِيهِ طَيْبٌ جَاذِلُهُ فَعَلَهُ، وَعَلَيْهِ الْفِدْيَةُ .“ ❷

”پس اگر اسے خوشبو پر مشتمل علاج کی ضرورت پیش آئے، تو اس کے لیے

ایسا کرنا جائز ہوگا، لیکن اس پر فدیہ ہوگا۔“

ہ: ضرورت کے وقت خوشبو سے خالی سرمہ استعمال کرنے کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے اور اس پر کوئی فدیہ بھی نہیں۔ ❸

و: زینت کے لیے سرمہ استعمال کرنا امام شافعی اور بعض دیگر علماء کے نزدیک مکروہ ہے۔ امام احمد اور امام اسلمی نے اس سے منع کیا ہے۔ اس کی بنا پر فدیہ کے لازم

❶ السنن الکبریٰ، کتاب الحج ۹۹/۵.

❷ شرح النووی ۱۲۴/۸؛ نیز ملاحظہ ہو: المفہم ۲۹۰/۳.

❸ ملاحظہ ہو: شرح النووی ۱۲۴/۸.

آنے کے بارے میں اختلاف ہے۔^①

علامہ قرطبی لکھتے ہیں، کہ خاتون پر زینت کی غرض سے سرمہ استعمال کرنے پر

فدیہ ہوگا۔^②

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ حج و عمرہ کی ایک آسانی یہ ہے، کہ محرم آنکھوں کے دکھنے پر خالی از خوشبو علاج کر سکتا ہے، وہ خواہ ایلوے کا لیپ ہو یا کوئی سرمہ۔ وہ بوقت ضرورت خوشبو پر مشتمل علاج بھی کر سکتا ہے، لیکن ایسی صورت میں فدیہ دینا ہو گا، البتہ زینت کے لیے سرمے وغیرہ کا استعمال ناپسندیدہ ہے، زینت حاصل کرنے کی جستجو حالت احرام سے مناسبت نہیں رکھتی۔

۲۰۔ حالت احرام میں پچھنا لگوانا:

حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک احرام کی حالت میں پچھنا لگوانے کا جواز ہے۔ ذیل میں اس بارے میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے:

”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.“^③

”بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں پچھنا لگوایا۔“

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن بَجِينَه رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِحْتَجَمَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ ، وَهُوَ مُحْرِمٌ ، وَسَطًا“

① ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱۲۴/۸؛ والمفہم ۲۹۰/۳؛ ومعالم السنن ۱۸۰/۲ - ۱۸۱۔

② ملاحظہ ہو: المفہم ۲۹۰/۳۔

③ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب جزاء الصيد، باب حمامة المحرم، رقم الحدیث

۱۸۳۵، ۵۰/۴؛ وصحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز الحمامة للمحرم، رقم

الحدیث ۸۷- (۱۲۰۲)، ۸۶۲/۲۰۔ الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

رَأْسِهِ. ❶

”بے شک نبی کریم ﷺ نے احرام کی حالت میں مکہ کے راستے میں اپنے سر کے درمیان میں پچھنا لگوا یا۔“

صحیح بخاری میں ہے:

”وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيٍ جَمَلٍ. ❷“

”آنحضرت ﷺ (اس وقت) حالت احرام میں لحي جمل ❸ کے (مقام پر) تھے۔“

امام حازمی اور بعض دیگر محدثین کی رائے میں یہ واقعہ یقینی طور پر حجۃ الوداع کے دوران ہوا۔ ❹

امام بخاری نے دونوں حدیثوں پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ] ❺

[محرم کے پچھنا لگوانے کے متعلق باب]

امام نووی نے صحیح مسلم کی دونوں حدیثوں پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ جَوَازِ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ] ❻

❶ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب جزاء الصید، باب حجامۃ المحرم، رقم الحدیث

۱۸۳۶، ۵۰/۴؛ و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز الحجامۃ للمحرم، رقم

الحدیث ۸۸۔ ((۱۲۰۳/۲، ۸۶۳/۲۔ الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

❷ صحیح البخاری ۵۰/۴۔

❸ (لحی جمل): لام کی زیر اور حا کے سکون کے ساتھ اور لام کی زیر کے ساتھ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس

کے بعد جیم اور میم کی زیر کے ساتھ۔ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ایک جگہ کا

نام ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۵۱/۴)۔

❹ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۵۱/۴۔

❺ صحیح مسلم ۸۶۲/۲۔

❻ صحیح البخاری ۵۰/۴۔

[محرم کے لیے پچھنا لگوانے کے جواز کے متعلق باب]

علامہ قرطبی دونوں حدیثوں کی شرح میں رقم طراز ہیں:

ضرورت کی بنا پر محرم کے لیے سر یا جسم کے کسی حصے میں پچھنا لگوانے کے جواز میں اختلاف نہیں۔

جمہور علماء نے بالوں کے مونڈے بغیر بلا ضرورت بھی جسم کے کسی حصے میں پچھنا لگوانے کی اجازت دی ہے، البتہ امام مالک ایسی صورت میں منع کرتے ہیں۔

جمہور علماء کے نزدیک سر اور اسی طرح جسم کے کسی حصے میں پچھنا لگوانے پر بالوں کے مونڈنے کی بنا پر دم لازم آئے گا۔ (امام) داؤد ضرورت کی بنا پر پچھنا لگوانے کی صورت میں جسم کے کسی حصے کے بالوں کے مونڈنے کی وجہ سے دم لازم نہیں کرتے۔ (امام) حسن (بصری) کے نزدیک پچھنا لگوانے پر دم دینا ہوگا۔ ①، ②

حافظ ابن حجر تحریر کرتے ہیں، کہ اس حدیث سے محرم کے لیے پچھنا لگوانے، زخم اور پھوڑے کو چیرنے، رگ کاٹنے، داڑھ نکالنے وغیرہ علاج کی مختلف صورتوں کے جواز کے لیے دلیل لی گئی ہے، جب کہ محرم خوشبو کے استعمال اور بالوں کے کاٹنے کے ممنوعہ کاموں کا ارتکاب نہ کرے۔ علاوہ ازیں اس قسم کے علاج کی صورت میں اس پر کوئی فدیہ لازم نہیں آئے گا۔ ③

مولانا داؤد راز دہلوی رقم طراز ہیں: ”مروجہ اعمالِ جراحی کو بھی بوقت ضرورت

شدید اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔“ ④

① اگرچہ بال نہ بھی مونڈے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۵۱/۴)۔

② ملاحظہ ہو: المفہم ۲۸۹/۳ - ۲۹۰۔

③ ملاحظہ ہو: فتح الباری ۵۱/۴۔

④ صحیح البخاری ترجمہ و تشریح ۱۳۵/۳۔

۲۱۔ محرم کو بوقتِ ضرورت سر منڈانے کی اجازت:

۲۲۔ سر منڈانے کے فدیہ میں آسانی:

حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ ناگزیر حالات میں محرم سر منڈا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ایسی صورت میں واجب ہونے والے فدیہ میں بھی آسانی ہے۔ توفیقِ الہی سے اس بارے میں دو دلیلیں ذیل میں ذکر کی جا رہی ہیں:

۱: ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ ①

[پس تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو، تو (سر) منڈانے کی بنا پر) روزے یا صدقے یا قربانی میں سے کوئی ایک فدیہ لازم ہے۔]

ب: امام مسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ”یہ آیت:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾
میرے بارے میں نازل ہوئی۔“

انہوں نے (مزید) ذکر کیا: ”پس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قرب ہو جاؤ۔“
سو میں قریب ہوا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (پھر) فرمایا: ”قرب ہو جاؤ۔“

① سورة البقرة / جزء من الآية ۱۹۶.

میں (مزید) قریب ہوا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

“أَيُّ ذِيكَ هُوَ أَشْلَكَ؟”

”کیا تمہیں تمہاری جوئیں اذیت دے رہی ہیں؟“

ابن عمون ❶ نے بیان کیا: ”میرا خیال ہے، کہ انہوں نے عرض کیا: ”جی ہاں۔“

انہوں نے بیان کیا:

”فَأَمَرَنِي بِفِذْيَةٍ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ، مَا تَيْسَّرَ .“ ❷

”پس آنحضرت ﷺ نے مجھے روزوں، صدقے یا قربانی میں سے جو

میسر ہو، اس کا فدیہ دینے کا حکم دیا“

صحیح البخاری میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”إِحْلِيقِ رَأْسَكَ ، وَصُمْ لثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ بِنْتَةَ مَسَاكِينٍ

أَوْ أَنْسُكْ بِشَاةٍ.“ ❸

”اپنا سر منڈاؤ اور تین روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا ایک بکری

ذبح کرو۔“

سنن أبی داؤد میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”إِنْ شِئْتَ فَأَنْسُكْ نَسِيكَةً ، وَإِنْ شِئْتَ فَصُمْ لثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ،

❶ حدیث کے راویان میں سے ایک۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز حلق الرأس للمحرم إذا كان به أذى ، ووجوب

الفدية لحلقه و بيان قدرها، رقم الحديث ۸۱۔ (۱۲۰۱)، ۲۰/۸۶۰۔

❸ صحیح البخاری، کتاب المحصر، باب قول الله تعالى: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ

بِهِ أذى مِّن رَأْسِهِ فِئْذِيَّةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾، جزء من رقم الحديث

۱۸۱۴، ۱۲/۴۔ نیز ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز حلق الرأس للمحرم،

رقم الحديث ۸۰۔ (۱۲۰۱)، ۲۰/۸۵۹۔ ۸۶۰۔

وَأِنْ شِئْتَ فَأَطْعِمْ ثَلَاثَةَ أَصْعٍ مِنْ تَمْرٍ لَيْسَتْ مَسَاكِينٌ. ❶

”اگر چاہو، تو ایک قربانی کرو اور اگر چاہو، تو تین روزے رکھو اور اگر چاہو، تو چھ مسکینوں کو تین صاع کھجوریں کھلاؤ۔“

موظا امام مالک میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”أَيُّ ذَلِكَ فَعَلْتَ أَجْزَأَ عَنكَ.“ ❷

”ان (تینوں میں سے) جو بھی تم نے کیا، وہ تمہارے لیے کفایت کرے گا۔“

دونوں دلیلوں کے حوالے سے دو باتیں:

۱: محرم کو مجبوری کی حالت میں سرمنڈانے کی اجازت ہے۔

۲: سرمنڈانے کے فدیہ میں محرم کو اختیار ہے، کہ تینوں میں سے اپنی مرضی اور

آسانی سے کوئی ایک کام کرے۔

امام ابن خزیمہ نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ الرَّخْصَةِ فِي حَلْقِ الْمُحْرِمِ رَأْسَهُ إِذَا مَرِضَ أَوْ آذَاهُ الْقَمْلُ وَإِيجَابِ الْفِدْيَةِ عَلَى حَالِقِ الرَّأْسِ، وَإِنْ كَانَ حَلْقُهُ مِنْ مَرِيضٍ أَوْ أَذَى بِرَأْسِهِ.] ❸

[محرم کے بیمار ہونے یا جوؤں کے اذیت پہنچانے پر سرمنڈانے کی اجازت اور سرمنڈانے پر، اگرچہ وہ بیماری یا سر میں تکلیف کی بنا پر ہو،

❶ سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب في الفدية، جزء من رقم الحديث ۱۸۵۴،

۲۱۸/۵. شيخ الباني نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبي داود ۳۴۹/۱).

❷ الموطأ، كتاب الحج، باب فدية من حلق قبل أن ينحر، جزء من رقم الحديث ۲۳۷،

۴۱۷/۱.

❸ ملاحظہ ہو: صحیح ابن خزیمہ، كتاب المناسك، ۱۹۵/۴.

فدیہ کے واجب ہونے کے متعلق باب]

امام ابن حبان نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:
 [ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ الْمَرْءَ مُخَيَّرٌ فِي الْإِفْتِدَاءِ بِمَا تيسَّرَ عَلَيْهِ مِنْ
 هَذِهِ الْأَشْيَاءِ الشَّلَاثِ] ❶

[اس بات کا ذکر، کہ بے شک بندے کو ان تینوں چیزوں میں سے میسر
 آنے والی چیز کا فدیہ دینے کا اختیار ہے۔]

۲۳۔ حالتِ احرام میں موذی جانور مارنے کی اجازت:

حج و عمرے کی آسانیوں میں سے احرام کی حالت میں موذی جانوروں کو مارنے
 کی اجازت بھی ہے اور ایسا کرنے پر کوئی دم لازم نہیں آتا۔ ذیل میں اس بارے میں
 دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلَيَّ مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَالْإِحْرَامِ: الْفَأْرَةُ،

وَالْعَقْرَبُ، وَالْغُرَابُ، وَالْحِدَاةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ.“ ❷

”حرم اور احرام میں پانچ (جانوروں) کو قتل کرنے والے پر کوئی گناہ

نہیں: چوہیا، بچھو، کوا، چیل اور باؤ لاکتا۔“

❶ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب الكفارة، ۲۹۳/۹.

❷ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، باب ما يقتل المحرم من الدواب، رقم
 الحديث ۱۸۲۸، ۴/۴، ۳۴؛ و صحيح مسلم، كتاب الحج، باب ما يندب للمحرم وغيره
 قتله من الدواب في الحل والحرم، رقم الحديث ۷۲۔ (۱۱۹۹)، ۸۵۷/۲، الفاظ حدیث
 صحیح مسلم کے ہیں۔

ب: امام مسلم نے زید بن جبیر سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے مجھ سے بیان کیا: ”ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا: آدمی کن جانوروں کو حالتِ احرام میں قتل کر سکتا ہے؟“

انہوں نے کہا: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ (محترمہ) نے مجھ سے حدیث بیان کی:

”أَنَّهُ يَأْمُرُ بِقَتْلِ الْكَلْبِ الْعُقُورِ وَالْفَأْرَةِ ، وَالْعَقْرَبِ ،
وَالْحُدْيَا ، وَالْغَرَابِ ، وَالْحِيَّةِ .“

”بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں باؤلے کتے، چوہیا، بچھو، چیل، کوئے اور سانپ کو مارنے کا حکم دیتے تھے۔“

”وَقَالَ: ”وَفِي الصَّلَاةِ أَيضًا.“^①

”اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اور نماز میں بھی (انہیں قتل کیا جائے)۔“

دونوں حدیثوں کے حوالے سے آٹھ باتیں:

۱: پہلی حدیث میں محرم کو پانچ قسم کے موذی جانور کو قتل کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور دوسری میں چھ قسم کے موذی جانور مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بعض احادیث میں [أَرْبَع] ^② [چار] اور بعض میں [مِسْتُ] ^③ [چھ] کا لفظ بھی ہے، لیکن ان الفاظ کا مقصود یہ نہیں، کہ ان کے سوا کسی اور جانور کے متعلق یہ حکم نہیں، بلکہ مراد یہ ہے، کہ ان

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ما يندب للمحرم وغيره قتله من الدواب في الحل والحرم، رقم الحديث ۷۵۔ (۱۲۰۰)۔ ۸۵۸/۲۰۔

② ملاحظہ ہو: المرجع السابق، رقم الحديث ۶۶۔ (۱۱۹۸)۔ ۸۵۶/۲۰۔

③ یہ لفظ امام ابوعمران کی المستخرج میں روایت کردہ حدیث میں ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳۶/۴)۔ متن میں امام مسلم کی روایت کردہ حدیث میں بھی مذکور جانوروں کی تعداد چھ ہے، لیکن اس میں چھ کا لفظ نہیں۔

حدیثوں میں ذکر کردہ چار یا چھ قسم کے موذی جانوروں کا حکم یہ ہے۔^①
 ب: احناف کے نزدیک محرم کے لیے صرف حدیث^② میں مذکورہ پانچ حیوانات مارنے کی اجازت ہے، البتہ انہوں نے ان کے ساتھ سانپ کو شامل کر لیا ہے، کیونکہ اس کا ذکر ایک دوسری حدیث میں ہے۔ انہوں نے بھیڑیے کو باؤلے کتے کی طرح حملہ آور ہونے کی بنا پر اور اسی طرح ہر حملہ آور ہونے والے موذی جانور کو بھی اسی حکم میں شامل کر لیا ہے۔^③

ج: امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ حکم صرف احادیث میں مذکورہ حیوانات کے لیے نہیں، بلکہ جن حیوانات میں ان والی بات پائی جائے گی، انہیں بھی حالتِ احرام میں مارنا جائز ہوگا۔

د: امام شافعی کے نزدیک وہ بات یہ ہے، کہ ان کا کھانا حلال نہیں، امام مالک کی رائے میں ان جانوروں کا موذی اور ضرر رساں ہونا ہے۔^④

شاید امام مالک کی رائے راجح ہے، کیونکہ جانور کے کھانے کا حلال نہ ہونا، تو اس کے مارنے کا معقول سبب نظر نہیں آتا۔ حضرات احناف نے حدیث میں وارد شدہ تعداد سے وابستگی کا اظہار کیا ہے، لیکن بھیڑیے اور حملہ آور ہونے والے ہر موذی جانور کو شامل کر کے حدیث میں وارد شدہ گنتی سے وابستگی والی بات نہیں رہی۔

① ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳۶/۴۔ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۱۰/۱۲۹۔ علاوہ ازیں یہ بھی کہا گیا ہے، کہ اگر مقصود عدد کا تعین بھی ہو، تو اس بات کا احتمال ہے، کہ پہلے تو موذی تعداد میں جانوروں کے متعلق یہ حکم بیان کیا گیا ہو، پھر اس کے بعد مزید جانوروں کو اس حکم میں شامل کیا گیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳۶/۴؛ و عمدة القاري ۱۰/۱۲۹)۔

② متن میں ذکر کردہ پہلی حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

③ ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۱۰/۱۸۲۔

④ ملاحظہ ہو: المفہم ۳/۲۸۴-۲۸۵؛ و شرح النووي ۸/۱۰۳-۱۰۴؛ و فتح الباری ۴/۴۰۱۔

ہ: (الْكَلْبُ الْعُقُورُ) [باؤلاکتا] سے مراد کے متعلق علماء میں اختلاف ہے۔
ایک قول کے مطابق اس سے مراد باؤلاکتا ہی ہے، البتہ بھیڑیا اسی حکم میں
شریک ہے۔^①

دوسرا قول یہ ہے، کہ لوگوں پر حملہ آور ہونے، انہیں ڈرانے اور کاٹنے والا ہر
جانور اس میں شامل ہے۔ یہ رائے امام مالک اور جمہور علماء کی ہے۔^②
و: پہلی حدیث میں ہے:

”خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلَيَّ مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَالْإِحْرَامِ.“
[حرم اور حالت احرام میں ہونے کے باوجود پانچ جانوروں کے قتل کرنے
والے پر گناہ نہیں]

دوسری روایت میں ہے:

قَالَ: ”وَفِي الصَّلَاةِ أَيضًا.“ آخضرت ﷺ نے فرمایا: ”اور نماز میں بھی۔“
اس سے مقصود یہ تنبیہ کرنا ہے، کہ ان جانوروں کے تمام جگہوں اور حالات میں
قتل کی اجازت ہے۔^③

بعض روایات میں ہے:

”يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ.“^④

”انہیں حل و حرم میں قتل کیا جائے گا۔“

اور مراد یہ ہے، کہ یہ جانور ہر جگہ قتل کیے جائیں گے۔

ز: دوسری حدیث میں ہے:

① ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳۹/۴۔

② ملاحظہ ہو: المفہم ۲۸۵/۳؛ و شرح النووي ۱۱۴/۸؛ و فتح الباری ۳۹/۴۔

③ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳۵/۴۔

④ ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الحج، جزء من رقم الحدیث ۶۶۔ (۱۱۹۸)، ۸۵۶/۲۔

”إِنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ بِقَتْلِ الْحَدِيثِ“

”آنحضرت ﷺ قتل کرنے کا حکم دیتے تھے..... الحدیث“

حافظ ابن حجر حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں، کہ محرم کے لیے کسی (بھی) چیز کو قتل

کرنے کی ممانعت تھی، اور یہ حکم اس عمومی ممانعت کے بعد آیا ہے۔ اس لیے یہ نہ تو

و جوب پر دلالت کرتا ہے اور نہ ہی استحباب پر۔^①

حافظ رحمہ اللہ کی تائید پہلی حدیث سے ہوتی ہے، جس کے الفاظ ہیں:

”خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلَيَّ مَنْ قَتَلَهُنَّ الْحَدِيثِ“

”پانچ (جانوروں) کو قتل کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔..... الحدیث۔“

بعض روایات میں ہے:

”خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَيَّ الْمُحْرِمِ فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ.“^②

”پانچ جانوروں کے مارنے پر محرم پر کوئی گناہ نہیں۔“

ایک اور روایت میں ہے:

”خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَا حَرَجَ عَلَيَّ مَنْ قَتَلَهُنَّ.“^③

”پانچ جانوروں کے قتل کرنے والے پر کوئی حرج نہیں۔“

ایک اور روایت میں ہے:

① ملاحظہ ہو: فتح الباری ۴/۳۷.

② صحیح البخاری، کتاب الحج، باب ما يقتل المحرم من الدواب، جزء من رقم الحدیث

۱۸۲۶، ۴/۳۴. نیز ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الحج، جزء من رقم الحدیث ۷۲۔

۸۵۷/۲، (۱۱۹۹).

③ صحیح البخاری، کتاب الحج، جزء من رقم الحدیث ۱۸۲۸، ۴/۳۴. نیز ملاحظہ ہو:

صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۷۳۔ (۱۲۰۰)، ۸۵۸/۲.

”خَمْسٌ قَتْلُهُنَّ حَلَالٌ.“^①

”پانچ (جانوروں) کا قتل کرنا حلال ہے۔“

ایک اور روایت میں ہے:

”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَذِنَ فِي قَتْلِ خَمْسٍ مِنَ الدَّوَابِّ

لِلْمُحْرِمِ.“^②

”بے شک رسول اللہ ﷺ نے محرم کو پانچ (قسم کے) جانوروں کے قتل

کی اجازت دی ہے۔“

یہ سب روایات اس بات کی تائید کرتی ہیں، کہ ان جانوروں کا قتل کرنا محرم پر واجب نہیں، بلکہ اسے انہیں مارنے کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ح: متعدد روایات میں ان جانوروں کو [فَوَاسِقُ] کہا گیا ہے۔ لغوی طور پر [فَسِقُ] کا معنی نکلنا ہے۔ انہیں [فَوَاسِقُ] کہنے کے اسباب میں سے دو درج ذیل ہیں:

ا: یہ جانور اس حرمت کے دائرے سے خارج ہیں، جو کہ باقی جانوروں کو حاصل ہے، حتیٰ کہ محرم کو حدودِ حرم میں دورانِ نماز بھی، انہیں مارنے کی اجازت دی گئی ہے۔
ب: یہ جانور انسانوں کو ضرر اور اذیت پہنچانے کی خاطر اپنی جگہوں سے نکلتے ہیں۔^③

① سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب ما یقتل المحرم من الدواب، جزء من رقم الحدیث ۲۱۰/۵، ۱۸۴۴۔ شیخ البانی نے اسے [حسن صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابی

داؤد ۳۴۷/۱)۔

② سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، قتل الفأرة، ۱۸۹/۵۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح النسائی ۵۹۷/۲)۔

③ ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳۷/۴)۔

۲۳۔ محرم کے لیے آبی شکار اور سمندر کے کھانے کا حلال ہونا:

احرام کے تقدس کے تقاضوں میں سے ایک یہ ہے، کہ محرم شکار نہ کرے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آسانی فرمادی ہے، کہ آبی شکار اور سمندر کے کھانے کی چیزیں، جو بے شکار ہاتھ آجائیں، محرم کے لیے حلال کر دیں۔^① ارشادِ باری ہے:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيْرَةِ﴾^②

[تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا، تاکہ تم اور

قالے فائدہ اٹھائیں۔]

آیت کریمہ کے حوالے سے چار باتیں:

۱: (صَيْدُ الْبَحْرِ) سے مراد صرف سمندر کا شکار نہیں، بلکہ مقصود آبی شکار ہے،

خواہ وہ سمندر میں ہو یا ندی نالے وغیرہ میں۔ قاضی ابوسعود لکھتے ہیں:

” (صَيْدُ الْبَحْرِ) أَي مَا يُصَادُ فِي الْمِيَاهِ كُلِّهَا بَحْرًا كَانَ أَوْ

نَهْرًا أَوْ غَدِيرًا. ”^③

”یعنی جس کا شکار تمام پانیوں سے کیا جائے، خواہ وہ سمندر ہو یا نہر یا

تالاب۔“

علامہ شوکانی تحریر کرتے ہیں:

”وَالْمُرَادُ بِالْبَحْرِ هُنَا كُلُّ مَاءٍ يُوجَدُ فِيهِ صَيْدٌ بَحْرِيٌّ ، وَإِنْ

كَانَ نَهْرًا أَوْ غَدِيرًا. ”^④

① ملاحظہ ہو: ترجمان القرآن ۴۳۲/۲.

② سورة المائدة / جزء من الآية ۹۶.

③ تفسیر أبی السعود ۸۱/۳.

④ فتح القدیر ۱۱۴/۲.

”یہاں سمندر سے مراد ہر وہ پانی ہے، جس میں آبی شکار ہو، وہ خواہ نہر ہو یا تالاب۔“

ب: (صَيْدٌ) سے مراد وہ زندہ جانور ہے جس کا شکار کیا جائے اور (طعامہ) سے مراد وہ مردہ (مچھلی وغیرہ) ہے، جس کو سمندر یا دریا یا باہر پھینک دے۔^①

ج: شیخ شنفیطی لکھتے ہیں، کہ آیت کریمہ کا ظاہری عموم حج و عمرہ دونوں قسم کے احرام والوں کے لیے آبی شکار کرنے کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور حقیقت بھی اسی طرح ہے۔^②

د: علامہ ابن قدامہ رقم طراز ہیں:

”وَأَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ صَيْدَ الْبَحْرِ مُبَاحٌ لِلْمُحْرِمِ
اصْطِيَادُهُ ، وَأَكْلُهُ ، وَبَيْعُهُ وَشِرَاؤُهُ.“^③

”اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے، کہ محرم کے لیے آبی شکار کرنا، کھانا، بیچنا اور خریدنا جائز ہے۔“

۲۵۔ محرم کے تعاون کے بغیر حلال شخص کے کیے ہوئے بری شکار کے کھانے کی اجازت:

محرم کے لیے بری شکار کرنا حرام ہے، لیکن اس بارے میں یہ سہولت رکھی گئی ہے، کہ اگر کوئی حلال شخص اس کے تعاون اور اس کو بطور ہدیہ دینے کی نیت کے بغیر شکار کرے، اور پھر اسے پیش کرے، تو اس کے لیے ایسے شکار کا کھانا جائز ہوتا ہے۔ توفیق الہی سے ذیل میں اس بارے میں دو روایات پیش کی جا رہی ہیں:

① ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/۱۱۴/۲؛ و أحسن البیان ص ۳۲۹.

② ملاحظہ ہو: أضواء البیان ۱۳۱/۲.

③ المغنی ۱/۱۷۸/۵.

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ:

”بے شک رسول اللہ ﷺ حج کے ارادے سے نکلے، تو وہ (صحابہ بھی)

آنحضرت ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے ایک جماعت

کو، جس میں ابوقادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہ فرما کر (راستے سے) بھیج دیا:

”تم لوگ سمندر کے کنارے کنارے ہو کر جاؤ، پھر ہم سے مل جانا۔“

انہوں نے ساحل سمندر والا راستہ اختیار کیا۔ یہاں آنے پر ابوقادہ کے سوا سب

نے احرام باندھ لیے۔

جب یہ لوگ جا رہے تھے، تو انہوں نے گور خر دیکھے۔ ابوقادہ نے ان پر حملہ کیا

اور ایک مادہ کا شکار کر لیا۔

انہوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور اس کے گوشت سے کھایا۔ پھر (آپس میں)

کہنے لگے: ”کیا ہم احرام میں شکار کا گوشت کھا رہے ہیں؟“

چنانچہ جو گوشت بچا تھا، وہ انہوں نے ساتھ لے لیا۔

جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو انہوں نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ ﷺ! بے شک ہم تو احرام باندھ چکے تھے اور ابوقادہ نے

احرام نہیں باندھا تھا۔ ہم نے گور خر دیکھے، تو ابوقادہ نے ان پر حملہ کر دیا اور ان میں

سے ایک مادہ کا شکار کر لیا۔ پھر ہم نے پڑاؤ ڈالا اور اس کے گوشت سے کھایا، پھر ہم

نے کہا: ”کیا ہم احرام میں شکار کا گوشت کھا رہے ہیں؟“ اس کا جو گوشت باقی بچا، وہ

ہم اپنے ہمراہ لے آئے ہیں۔“

آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا:

”مِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا؟“

”تم میں سے کسی نے اسے اس پر حملہ کرنے کا حکم دیا یا اس (شکار) کی

طرف اشارہ کیا؟“

انہوں نے عرض کیا: ”نہیں۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”كُلُوا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا.“^①

”اس کے گوشت میں سے جو باقی ہے، تم اسے کھا لو۔“

ایک دوسری حدیث میں ہے:

”هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟“

”کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ ہے؟“

انہوں نے عرض کیا:

”مَعَنَا رِجْلُهُ.“

”ہمارے پاس اس کا قدم ہے۔“

انہوں نے بیان کیا:

”فَأَخَذَهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَكَلَهَا.“^②

”تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پکڑ کر تناول فرمایا۔“

ب: امام احمد نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں

نے بیان کیا:

① متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب جزاء الصيد، باب لا یشیر المحرم إلی الصيد لکی بصطاده الحلال، رقم الحدیث ۱۸۲۴، ۴/۲۸۸؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب تحريم الصيد للمحرم، رقم الحدیث ۶۰۔ (۱۱۹۶)۔ ۲/۸۵۳۔۸۵۴۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

② صحیح مسلم، کتاب الحج، باب تحريم لحم الصيد، جزء من رقم الحدیث ۶۴۔ (۱۱۹۶)۔ ۲/۸۵۰۔

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”صَيْدُ الْبَرِّ لَكُمْ حَلَالٌ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ، مَا لَمْ تَصِيدُوهُ أَوْ يُصَدِّ لَكُمْ.“^①

”حالتِ احرام میں تمہارے لیے بڑی شکار (کا کھانا) حلال ہے، جب کہ تم خود اس کا شکار نہ کرو یا تمہارے لیے (اس کا) شکار نہ کیا جائے۔“
دونوں حدیثوں کے حوالے سے پانچ باتیں:

۱: امام نووی نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے:
”صَرِيحٌ فِي أَنَّ الْحَلَالَ إِذَا صَادَ صَيْدًا، وَلَمْ يَكُنْ مِنَ الْمُحْرَمِ إِعَانَةً وَلَا إِشَارَةً وَلَا دَلَالَةً عَلَيْهِ، لِلمُحْرَمِ أَكَلُهُ.“^②

”یہ (اس بارے میں) صریح ہے، کہ جب حلال شخص شکار کرے اور محرم کی جانب سے اعانت، اشارہ یا راہ نمائی نہ ہو، تو محرم کے لیے اس کا کھانا جائز ہے۔“

ب: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر امام ابن حبان کے تحریر کردہ عنوانات میں سے دو درج ذیل ہیں:

۱: [ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ الْمُحْرِمَ لَهُ أَكْلُ مَا أُهْدِيَ لَهُ مِنَ الصَّيْدِ، مَا لَمْ يَكُنْ بِأَمْرِهِ أَوْ بِإِشَارَتِهِ]^③

① المسند، رقم الحديث ۱۷۱/۲۳، ۱۴۸۹۴۔ شیخ ارناؤط اور ان کے رفقاء نے اسے [صحیح لغيره] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۱۷۱/۲۳)۔ امام شافعی فرماتے ہیں: ”هَذَا أَحْسَنُ حَلِيلِيٍّ رُوِيَ فِي هَذَا الْبَابِ وَأَقْبَسُ.“ (جامع الترمذی ۴۹۶/۳)۔ ”اس موضوع کے متعلق روایت کردہ احادیث میں سے یہ بہترین اور سب سے زیادہ قیاس کے مطابق حدیث ہے۔“

② شرح النووي ۱۱۱/۸

③ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب ما يباح للمحرم وما لا يباح ۲۸۶/۹

[محرم کے لیے پیش کردہ شکار کے کھانے کے جواز کا ذکر، جب کہ وہ اس کے حکم یا اشارے سے نہ ہو۔]

۲: ذَكَرُ الْبَابِاحَةِ لِلْمُحْرِمِ أَكُلُ لَحْمِ الصَّيْدِ إِذَا لَمْ يَكُنْ أَعَانَ عَلَيْهِ بِنَشْيِءٍ^①

[محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے جواز کا ذکر، جب کہ اس نے کسی بھی چیز کے ساتھ شکار میں تعاون نہ کیا ہو۔]

ج: صحیح مسلم میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث میں ہے، کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حالت احرام میں شکار کا گوشت کھایا۔^②

اس حدیث میں ان کے شکاری کے ساتھ تعاون کرنے یا شکاری کے ان کو پیش کرنے کی نیت سے شکار کرنے کے حوالے سے کسی بات کا ذکر نہیں۔

بعض حضرات نے اسی سے استدلال کرتے ہوئے حلال شخص کے کیے ہوئے شکار کو محرم کے لیے ہر حالت میں حلال قرار دیا ہے، لیکن یہ استدلال درست نہیں، کیونکہ دیگر احادیث میں ان باتوں کا واضح طور پر ذکر موجود ہے اور انہیں نظر انداز کرنا صحیح نہیں۔ اسی لیے امام ابن خزیمہ نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے جواز کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ حدیث کے مجمل اور غیر مفسر ہونے کے بارے میں باب]

خبر مجمل اور مفسر میں فرق نہ کرنے والے بعض لوگ اس حدیث کی بنا پر گمان

① الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب ما یباح للمحرم وما لا یباح ۲۸۷/۹.

② ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الحج، باب تحريم الصيد للمحرم، رقم الحدیث ۶۵۔
(۱۱۹۷) ۸۵۵/۲۰.

کرتے ہیں، کہ حلال شخص کے شکار کردہ جانور کا گوشت محرم کے لیے ہر حال میں تناول کرنا جائز ہے۔^①

د: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت صعّب ابن جنامہ رضی اللہ عنہ کے شکار کردہ گورخر کا ہدیہ محرم ہونے کی بنا پر واپس کر دیا۔^②

بعض حضرات نے اس حدیث کی وجہ سے ہر حالت میں محرم کے لیے شکار کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے، لیکن یہ موقف بھی محل نظر ہے، کیونکہ دیگر احادیث میں بیان کردہ تفصیل کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے، اسی لیے امام ابن خزیمہ نے اس پر حسب ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[نبی کریم ﷺ کا پیش کردہ شکار کا گوشت رد کرنے کے متعلق حدیث

کے مجمل اور غیر مفسر ہونے کے بارے میں باب]

اس علم میں مہارت نہ رکھنے اور مجمل و مفسر احادیث میں تمیز نہ کرنے والے بعض لوگ سمجھتے ہیں، کہ محرم پر ہر حالت میں شکار کا گوشت حرام ہے، اگرچہ اس کا شکار حلال شخص نے کیا ہو^③۔

ہ: امام ابن خزیمہ نے دوسری حدیث جسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، پر حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[سابقہ دو ابواب میں ہماری ذکر کردہ احادیث کی تفسیر، بیان کرنے والی

حدیث کے ذکر کے متعلق باب۔]

① صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، رقم الباب ۵۶۲، ۱۷۸/۴۔

② ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب جزاء الصيد، باب إذا اهدى للمحرم.....، رقم الحدیث

۱۸۲۵، ۳۱/۴؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب تحريم الصيد للمحرم، رقم الحدیث

۵۰۔ (۱۱۹۳)، ۲/۸۵۰۔

③ المرجع السابق، رقم الباب ۵۶۲، ۱۷۸، ۱۷۹۔

اور (اس بات کی) دلیل کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کی اجازت تب دی ہے، جب کہ اس کا شکار حلال شخص کرے اور اس نے محرم کی خاطر شکار نہ کیا ہو اور یہ کہ آنحضرت ﷺ نے حلال شخص کے کیے ہوئے شکار کو محرم کے لیے اسے ناپسند کیا کیونکہ وہ اسی کی خاطر شکار کیا گیا تھا۔ ❶

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ حلال شخص یا محرم کے تعاون، اشارے اور اس کو پیش کرنے کی نیت کے بغیر کیا ہوا شکار محرم کے لیے کھانا جائز ہے۔ ❷

جن احادیث میں شکار کے گوشت کو رد کرنے یا قبول کرنے کا بغیر تفصیل سے ذکر آیا ہے، انہیں دیگر احادیث میں موجود اس تفصیل کے مطابق سمجھا جائے گا۔
وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

۲۶۔ حالت احرام میں بری شکار کرنے کی سزا میں آسانیاں:

محرم پر بری شکار کرنا حرام کیا گیا ہے۔ ارشادِ بانی ہے:

﴿وَحُرْمٌ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرْمًا﴾ ❸

[جب تک تم احرام میں ہو، تو تم پر خشکی کا شکار حرام ہے۔]

اگر محرم پھر بھی شکار کر لے، تو اس کے لیے سزا مقرر کی گئی ہے، لیکن اللہ کریم نے

اس سزا میں بھی متعدد آسانیاں رکھی ہیں۔ اس بارے میں ارشادِ بانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَدًّا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعْمِ يَعْلَمُهُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكُمْ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ

❶ صحیح ابن خزيمة، کتاب المناسک، ۴/ ۱۸۰.

❷ ملاحظہ ہو: "الکافی" للعلامة ابن قدامة ۲/ ۳۶۳.

❸ سورة المائدة/ جزء من الآية ۹۶.

عَادَةً فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿١﴾

[اے ایمان والو! جب تم احرام کی حالت میں ہو، تو شکار کو قتل نہ کرو اور تم میں سے جو اسے جان بوجھ کر قتل کرے، تو جو اس نے چوپاؤں میں سے قتل کیا، اس کی مثل بدلہ ہے، جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف والے کریں اور اسے قربانی کے جانور کی حیثیت سے کعبہ پہنچایا جائے گا یا مسکینوں کو کھانا کھلانے کا کفارہ ہے یا اس کے برابر روزے رکھنا ہے، تاکہ وہ اپنے کیے کا وبال چکھے۔ اللہ تعالیٰ نے گزرے ہوئے کو معاف کر دیا اور جو شخص دوبارہ [ایسے] کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس سے بدلہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب انتقام لینے والے ہیں۔]

آیت کریمہ کے حوالے سے دو باتیں:

۱: شکار کرنے کی درج ذیل تین حالتیں ہوتی ہیں:

۱: صحیح: اپنے احرام کو یاد رکھتے ہوئے جان بوجھ کر شکار قتل کرے۔

۲: غلطی: اس کا ہدف شکار کے علاوہ کوئی اور چیز ہو، لیکن نشانہ اسے ہی لگے۔

۳: ناسی: اس کا ہدف شکار ہو، لیکن اسے محرم ہونا یاد نہ رہے۔

ب: خشکی کے شکار کی سزا میں آسانیاں:

آیت شریفہ میں ذکر کردہ تین آسانیاں درج ذیل ہیں:

۱: اس بارے میں پہلی رعایت یہ ہے، کہ اپنے احرام کو یاد رکھتے ہوئے قصداً اس

غلطی کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کے حج و عمرہ کو باطل نہیں کیا، صرف آیت

میں بیان کردہ سزا پر اکتفا کیا گیا ہے۔ ﴿۲﴾

① سورة المائدة / الآية ۹۵.

② امام مجاہد کے نزدیک ایسے شخص کا حج باطل ہو جائے گا۔ ان کے خیال میں آیت میں بیان کردہ سزا ۱۱۱۱

۲: دوسری آسانی یہ ہے، کہ غلطی اور ناسی (غلطی اور بھول کر) شکار کرنے پر محرم پر کوئی قربانی، کفارہ یا روزے نہیں، کیونکہ ان میں سے کسی ایک کے واجب ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے [عمداً] کی شرط لگائی ہے۔ ❶

۳: تیسری آسانی یہ ہے، کہ اس غلطی کرنے والے کو اختیار دیا گیا ہے، کہ وہ تینوں کاموں میں سے جو چاہے، کرے اس کے مال دار یا تنگ دست ہونے یا قوی یا بیمار ہونے سے اس رعایت پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ ❷

◀◀◀ قعداً شکار کرنے والے اس شخص کے متعلق ہے، جسے اپنا محرم ہونا یاد نہ رہے۔

امام مجاہد کی رائے پر یہ اعتراض ہے، کہ بھول کر غلطی کرنے پر سزا نہیں ہوتی اور یہاں تو سزا دی جا رہی ہے۔ اس کی تاکید آیت کریمہ کے آخری حصے (لَيْسَ ذُوْ قُرْبَانٍ وَلَا مَالٌ عَلَيْهِ) [تا کہ وہ اپنے کیے کی سزا پکھے] سے بھی ہوتی ہے۔

امام مجاہد اپنی رائے کی تائید میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمْهُ اللَّهُ مِنْهُ﴾ [اور جو شخص دوبارہ ایسے کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لیں گے] سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ اس دفعہ شکار کرنے پر سزا نہیں، دوبارہ کرنے پر سزا ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے، کہ پہلی دفعہ کرنے پر سزا ہے، جیسا کہ آیت میں بیان کیا گیا ہے اور دوسری دفعہ کرنے پر بھی ہے، البتہ وہ سزا پہلی پر مستزاد یا اس سے مختلف ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبی ۳۱۷/۶؛ و تفسیر أبي السعود ۸۱/۴؛ وأضواء البيان ۱۴۲/۲)۔

❶ طبری کی ایک روایت کے مطابق حضرات امہ احمد، سعید بن جبیر، ابو ثور اور داؤد کی یہی رائے ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بھی یہی رائے ہے، کہ متعمد، مخطی اور ناسی تینوں کا حکم ایک جیسا ہے۔ ہر حالت میں سزا ہوگی۔ یہ رائے حضرت عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہما، طاؤس، حسن، ابراہیم، زہری، مالک، شافعی اور ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبی ۳۰۷/۶-۳۰۸) شیخ شقیطی پہلے قول کے متعلق لکھتے ہیں: "فکر و نظر اور دلیل کے اعتبار سے یہ قول بہت زیادہ قوی ہے۔" (أضواء البيان ۱۴۴/۲)۔

❷ جمہور علمائے امت کی یہی رائے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی گئی ہے، کہ وہ قتل کیے جانے والے شکار کے مثل قربانی دے، اگر ایسا نہ کر سکے، تو مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اگر اس کے لیے یہ سنی ممکن نہ ہو، تو روزے رکھے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں، کہ اس قول پر یہ اعتراض کیا گیا ہے، کہ یہ آیت کے ظاہری معنی کے مطابق نہیں۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبی ۳۱۵/۶) حافظ ابن جوزی تحریر کرتے ہیں، کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دونوں اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ جمہور فقہاء پہلی رائے کے قائل ہیں۔ (ملاحظہ ہو: زاد المسیر ۴۲۶/۲)۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں، کہ اس مقام پر [اَوْ] تخییر کے لیے ہے، یعنی شکار کرنے والے کو اختیار ہے، کہ ان تینوں میں سے جو چاہے، ادا کرے اور یہی مالک، ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد بن حسن، شافعی سے ایک روایت اور احمد کا مشہور قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے، کہ [اَوْ] ترتیب کے لیے ہے۔^①

۲۔ فوت ہونے والے محرم کے بقیہ اعمال کی ادائیگی کی پابندی نہ ہونا:

حج اور عمرے کے حوالے سے ایک آسانی یہ ہے، کہ حالت احرام میں وقت والے شخص کے اعزہ واقارب کو اس کے حج و عمرہ کے باقی ماندہ اعمال پورا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ

انہوں نے بیان کیا:

”ایک شخص نبی کریم ﷺ کے ساتھ عرفات میں ٹھہرا ہوا تھا، کہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا، تو اس نے اس کی گردن توڑ ڈالی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”اغْسِلُوا بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفَّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تَمْسُوهُ طَبِيًّا، وَلَا تُحَمِّرُوا رَأْسَهُ وَلَا تُحَنِّطُوهُ، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبًّا.“^②

”اسے پانی اور بیری سے غسل دے کر دو کپڑوں (یعنی احرام کی دو چادروں ہی) میں کفنا دو، (لیکن) اسے خوشبو نہ لگانا، نہ اس کے سر کو ڈھانپنا

① ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۱/۱۳۲؛ نیز ملاحظہ ہو: أشرف الحواشی ص ۱۴۹، ۷۴۔
 ② متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب جزاء الصيد، رقم الحدیث ۶۴/۴، ۱۸۵۰ و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ما یفعل بالمحرم إذا مات، رقم الحدیث ۹۹۔ ()، ۸۶۶/۲۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

اور نہ حنوط لگانا ❶، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت لبیک پکارتے ہوئے اٹھائے گا۔“

امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ الْمُحْرَمِ يَمُوتُ بِعَرَفَةَ، وَلَمْ يَأْمُرِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُؤَدَّى عَنْهُ بَقِيَّةُ الْحَجِّ.]

[عرفات میں فوت ہونے والے محرم کے متعلق باب اور نبی کریم ﷺ

نے اس کی طرف سے حج کے باقی اعمال ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔]

آنحضرت ﷺ نے جس طرح اس شخص کے حج کے بقیہ اعمال ادا کرنے کا حکم

نہیں دیا، اسی طرح عمرہ کے لیے احرام کی حالت میں فوت ہونے والے کے باقی ماندہ اعمال کی ادائیگی کا حکم بھی نہیں دیا جائے گا۔ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ .



❶ حنوط: چند خوشبودار چیزوں کا ایک مرکب جو مردے کو غسل دینے کے بعد اس پر ملتے ہیں۔ (فیروز اللغات ص ۳۰۷)۔

- و -

مکہ مکرمہ آنے جانے سے متعلقہ آسانیاں

۱۔ محرم کے لیے رات دن میں ہر وقت مکہ مکرمہ آنے کا جواز:
حج و عمرہ کی آسانوں میں سے ایک یہ ہے، کہ محرم رات دن میں کسی بھی وقت
مکہ مکرمہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس بارے میں ذیل میں توفیق الہی سے دو روایتیں
پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام مسلم نے نافع سے روایت نقل کی ہے:
”أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما كَانَ لَا يَقْدُمُ مَكَّةَ إِلَّا بَاتَ بِبَيْتِ طُؤَى،
حَتَّى يُصْبِحَ وَيَغْتَسِلَ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ نَهَارًا. وَيَذْكُرُ عَنِ
النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ فَعَلَهُ.“^①

”بے شک ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ (مکرمہ) آتے، تو ذی طوی ^② میں رات
بسر کرتے، پھر صبح ہونے پر غسل کرتے، پھر دن کے وقت مکہ (مکرمہ)
میں داخل ہوتے۔“

① صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۲۲۷۔ (۱۲۵۹)، ۹۱۹/۲۔ امام ترمذی نے
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ ”بے شک نبی کریم ﷺ مکہ (مکرمہ) میں دن کے
وقت داخل ہوئے۔“ (جامع الترمذی، أبواب الحج، باب دخول النبي ﷺ مكة نهارًا، رقم
الحدیث ۸۵۶، ۵۰۰/۳۔ امام ترمذی نے اسے [حسن] اور شیخ البانی نے [صحیح] قرار دیا ہے۔
(ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۵۰۰/۳؛ و صحیح سنن الترمذی ۲۵۶/۱)۔ امام بخاری نے بھی
معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب الحج،
رقم الحدیث ۱۵۷۴، ۴۳۶/۳)۔

② ذی طوی: مکہ مکرمہ میں ایک وادی۔ (ملاحظہ ہو: معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع، ۸۹۶/۳)۔

اور نبی کریم ﷺ کے متعلق ذکر کرتے، کہ بے شک آپ ﷺ نے ایسے (ہی) کیا۔“

ب: امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت محرش کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ لَيْلًا مِنَ الْجِعْرَانَةِ حِينَ مَشَى مُعْتَمِرًا، فَأَصْبَحَ بِالْجِعْرَانَةِ كَبَائِتًا.“^①

”بے شک جب نبی کریم ﷺ جعرانہ سے عمرے کی غرض سے روانہ ہوئے، تو آپ ﷺ کی روانگی رات کو ہوئی، پھر آپ ﷺ صبح کے وقت جعرانہ میں ایسے تھے، کہ گویا کہ آپ نے رات (وہیں) بسر کی ہو۔“

دونوں حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

۱: پہلی حدیث سے آنحضرت ﷺ کا حالتِ احرام میں مکہ مکرمہ صبح کے وقت اور دوسری حدیث سے رات کے وقت داخل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ امام بخاری نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ دَخُولِ مَكَّةَ نَهَارًا أَوْ لَيْلًا]②

[مکہ میں دن یا رات کو داخل ہونے کے متعلق باب]

امام ابن بطال لکھتے ہیں:

”صبح کے وقت مکہ (مکرمہ) میں آنحضرت ﷺ کا داخل ہونا ایسی لازمی بات نہیں، کہ اس کا ترک کرنا ناجائز ہو۔ اس میں ہر وقت داخل

① جامع الترمذی، أبواب الحج، باب ما جاء في العمرة من الجعرانة، جزء من رقم الحديث، ۹۳۹/۴؛ و سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، ۱۹۹/۵. الفاظ حدیث سنن النسائی کے ہیں، شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح الترمذی ۲۷۷/۱؛ صحیح سنن النسائی ۶۰۳/۲).

② صحیح البخاری، كتاب الحج، ۴۳۶/۳.

ہونے کی اجازت ہے۔“^①

امام نسائی نے دوسری حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[دُخُولُ مَكَّةَ لَيْلًا]^②

[مکہ میں رات کو داخل ہونا]

ب: بعض علما نے محرم کے لیے دن کو مکہ مکرمہ آنا مستحب قرار دیا ہے۔ امام نووی

نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمَيْمِنِ بِذِي طُوًى عِنْدَ اِرَادَةِ دُخُولِ

مَكَّةَ، وَالْاِغْتِسَالِ لِذُخُولِهَا، وَدُخُولِهَا نَهَارًا]^③

[مکہ میں داخلے کے وقت ذی طوی میں رات بسر کرنے، اس میں داخلے

کے لیے غسل کرنے اور اس میں دن کو داخلے کے مستحب ہونے کے متعلق

[باب]

امام نووی ہی نے لکھا ہے:

”اس (محرم) کو رات اور دن میں (یعنی جب بھی وہ چاہے) مکہ میں

داخلہ کی اجازت ہے، (کیونکہ) رسول اللہ ﷺ حج کے موقع پر دن کو

اور اپنے عمرے میں رات کو داخل ہوئے۔ دونوں میں سے کون سا

(وقت) افضل ہے؟ اس بارے میں دو آراء ہیں۔ دونوں میں سے زیادہ

صحیح یہ ہے، کہ دن کو افضل ہے اور دوسری رائے یہ ہے، کہ دونوں فضیلت

میں برابر ہیں۔“^④

① شرح صحیح البخاری لابن بطال ۴/۲۶۱.

② سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، ۵/۱۹۹.

③ صحیح مسلم، کتاب الحج، ۲/۹۱۹.

④ کتاب الإيضاح فی مناسک الحج والعمرة ص ۱۹۷.

حج: اس بارے میں ایک رائے یہ ہے، کہ عام لوگوں کے لیے رات اور دن کے داخلے کی فضیلت ایک جیسی ہے، البتہ امام کے لیے دن کو داخلہ مستحب ہے، تاکہ لوگ حج و عمرہ کے اعمال کی عملی شکل دیکھ کر اس کی اقتداء کر سکیں۔^①

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ محرم رات دن کے کسی وقت میں بھی مکہ مکرمہ آ سکتا ہے۔ دونوں اوقات میں داخلہ کی افضلیت میں اختلاف کے باوجود، ان دونوں وقتوں میں آنے کے جواز پر اتفاق ہے۔

۳: مکہ مکرمہ آتے جاتے مخصوص راستوں کی پابندی کا نہ ہونا:

نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ بالائی علاقے سے داخل ہوتے اور نیچے کی طرف سے نکلتے،^② لیکن آنحضرت ﷺ نے امت کو ان راستوں کے اختیار کرنے کا پابند نہ کیا، بلکہ اپنی منشا اور سہولت کے مطابق راہیں استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔

حضرات ائمہ احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”وَكُلُّ فِجَاجٍ مَكَّةَ طَرِيقٌ وَمَنْحَرٌ“^③

① ملاحظہ ہو: فتح الباری ۴۳۶/۳۔

② ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب من أين يدخل مكة؟، رقم الحدیث ۱۵۷۵ و باب من أين يخرج من مكة؟، رقم الحدیث ۱۵۷۶، ۴۳۶/۳؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب دخول مكة من ثنية العليا والخروج منها من الثنية السفلى.....، رقمی الحدیثیں ۲۲۳- (۱۲۵۷)؛ ۲۲۴- (۱۲۵۸)، ۹۱۱/۲؛ صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، باب استحباب دخول مكة من الثنية العليا.....، رقم الحدیث ۲۶۹۳، ۲۰۴/۴۔

③ المسند، جزء من رقم الحدیث ۱۴۴۹۸، ۳۸۱/۲۲؛ سنن أبي داود، کتاب المناسک، باب الصلاة بجمع، جزء من رقم الحدیث ۱۹۳۵، ۲۸۸/۵؛ سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الذبح، جزء من رقم الحدیث ۳۰۴۸، ۹۰/۹، (المطبوع مع إنجاز الحاجة)؛ صحیح ابن کثیر

[اور مکہ کے سارے راستے راستہ ہیں اور جائے قربانی ہیں۔]
 علامہ طیبی [مُكَلِّ فِجَاجِ مَكَّةَ طَرِيقُ] کی شرح میں لکھتے ہیں:
 ”يَعْنِي مِنْ أَيِّ طَرِيقٍ مَكَّةَ يَدْخُلُ الرَّجُلُ مَكَّةَ جَازًا.“^①
 ”یعنی آدمی کے لیے مکہ کے کسی راستے سے بھی مکہ داخل ہونا جائز ہے۔“

انہوں نے مزید لکھا ہے:

”أَرَادَ بِهِ التَّوَسُّعَةَ وَنَفْيَ الْحَرَجِ.“^②
 ”آحضرت ﷺ نے یہ^③ (رعایت) سہولت مہیا کرنے اور تنگی ختم
 کرنے کے ارادے سے دی۔“

ایک دوسری روایت میں ہے:

”مَكَّةُ كُلُّهَا طَرِيقٌ، يَدْخُلُ مِنْ هَهُنَا، وَيَخْرُجُ مِنْ هَهُنَا.“^④
 ”سارا مکہ راستہ ہے۔ یہاں سے داخل ہو اور یہاں سے نکل جائے۔“
 مراد یہ ہے، کہ جس راستے سے آنا چاہے، آجائے اور جس راہ سے نکلنا چاہے،
 نکل جائے۔ آنے جانے کے لیے کسی مخصوص راستے کے اختیار کرنے کی پابندی نہیں۔
 فَلِلَّهِ الْحَمْدُ عَلَى تَيْسِيرِهِ .

① خزیمہ، کتاب المناسک، باب ذبح المعتمر ونحره وهدیه حیث شاء من مکة، رقم
 الحدیث: ۲۷۸۷، ۴/۲۴۲۔ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے المسند کی [سند کو حسن]؛ شیخ البانی نے سنن
 ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ کی روایت کو [حسن صحیح]، اور ڈاکٹر اعظمی نے صحیح ابن خزیمہ کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔
 (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۲۲/۳۸۱، وصحیح سنن ابی داؤد ۱/۳۶۵؛ وصحیح سنن ابن ماجہ
 ۲/۱۸۰؛ و هامش صحیح ابن خزیمہ ۴/۲۴۲)۔ ① شرح الطیبی ۶/۱۹۸۹۔

② المرجع السابق ۶/۱۹۸۹۔

③ اس میں ہر راستے سے مکہ داخل ہونے اور سارے مٹی میں ذبح کرنے کی اجازت [کی طرف اشارہ ہے۔

④ امام فاکہمی نے اسے [سند حسن] کے ساتھ روایت کیا۔ ملاحظہ ہو: مناسک الحج والعمرة للشیخ

الألبانی ص ۱۹۔

- ز -

طواف وسعی سے متعلقہ آسانیاں

ا: بیت اللہ میں ہر وقت طواف اور نماز کی اجازت:

حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ بیت اللہ میں آنے والے محرم کے لیے ہر وقت طواف اور نماز کی اجازت ہے۔ دن رات کے کسی وقت میں بھی اس کی ممانعت نہیں۔

حضرات ائمہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ اَلَا تَمْنَعُوْا اَحَدًا طَافَ بِهَذَا الْبَيْتِ وَصَلَّى اَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ.“^①

”اے بنی عبدمناف! کسی (بھی) شخص کو رات یا دن کی کسی (بھی) گھڑی

① سنن أبي داود، كتاب المناسك، رقم الحديث ۱۸۹۱، ۲۴۴۲/۵ وجامع الترمذی، أبواب الحج، رقم الحديث ۸۶۹، ۵۱۴/۳ و سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، ۲۲۳/۵ و سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، رقم الحديث: ۱۲۵۴، ۴۱۳/۲-۴۱۴. الفاظ حدیث سنن الترمذی کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [حسن صحیح]؛ شیخ البانی نے [صحیح] اور ڈاکٹر بشار عواد معروف نے اس کی [سند صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۵۱۵/۳؛ و صحیح سنن الترمذی ۲۵۹/۱ و ہامش سنن ابن ماجہ ۴۱۳/۲)۔ اے حضرات ائمہ شافعی، عبد الرزاق، حمیدی، ابن سعد، احمد، دارمی، ابن خزیمہ، ابن حبان، دارقطنی، ابو نعیم، بیہقی، حاکم اور طحاوی نے بھی روایت کیا ہے۔ (تخریج کے لیے ملاحظہ ہو: ہامش الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ۴۲۰/۴ و ہامش سنن ابن ماجہ للڈاکٹر بشار ۴۱۳/۲-۴۱۴ و إنجاز الحاجة ۶۵۲/۴)۔

میں، (غرضیکہ) جب بھی وہ چاہے، اس گھر کے طواف اور (اس میں) نماز سے نہ روکنا۔“

حدیث کے متعلق دو باتیں:

۱: بعض حضرات محدثین کے اس پر تحریر کردہ عنوانات درج ذیل ہیں:

۱: امام ابوداؤد نے قلم بند کیا ہے:

[بَابُ الطَّوَّافِ بَعْدَ الْعَصْرِ] ❶

[عصر کے بعد طواف کے متعلق باب]

ب: امام ترمذی نے لکھا ہے:

[بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي

الطَّوَّافِ لِمَنْ يَطُوفُ] ❷

[طواف کرنے والے کے لیے عصر کے بعد اور مغرب کے بعد نماز طواف] ❸

کے متعلق جو کچھ وارد ہوا ہے، اس بارے میں باب]

امام نسائی کے رقم کردہ دو عنوان یہ ہیں:

I: [إِبَاحَةُ الصَّلَاةِ فِي السَّاعَاتِ كُلِّهَا بِمَكَّةَ] ❹

[مکہ میں سب اوقات میں نماز (ادا کرنے) کا جواز]

II: [إِبَاحَةُ الطَّوَّافِ فِي كُلِّ الْأَوْقَاتِ] ❺

[تمام اوقات میں طواف کا جواز]

❶ سنن أبي داود ۵/۲۴۲.

❷ جامع الترمذی ۳/۵۱۴.

❸ یعنی طواف کی دو رکعتوں کی ادائیگی کے متعلق۔

❹ سنن النسائی ۱/۲۸۴.

❺ المرجع السابق ۵/۲۲۳.

امام ابن ماجہ کا تحریر کردہ عنوان یہ ہے:

[بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي الصَّلَاةِ بِمَكَّةَ فِي كُلِّ وَقْتٍ] ❶

[مکہ میں ہر وقت نماز (ادا کرنے) کی اجازت کے متعلق وارد شدہ (احادیث) کے متعلق باب]

ب: مذکورہ بالا محدثین کرام کے علاوہ حضرات ائمہ شافعی، احمد اور اسحاق کی بھی یہی رائے ہے، لیکن حضرات ائمہ سفیان ثوری، مالک ❷ اور ابوحنیفہ اس کی اجازت نہیں دیتے، البتہ احناف میں سے امام طحاوی ❸ اور مولانا عبدالحی لکھنوی جواز کے قائل ہیں۔ مولانا لکھنوی لکھتے ہیں:

”وَلَعَلَّ الْمُنْصَفَ الْمُحِيطَ بِأَبْحَاثِ الطَّرَفَيْنِ يَعْلَمُ أَنَّ هَذَا
يَعْنِي جَوَازَ رُكْعَتَيِ الطَّوَافِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ قَبْلَ
الطُّلُوعِ وَالْغُرُوبِ هُوَ الْأَرْجَحُ وَالْأَصَحُّ.“

”شاید فریقین کے دلائل کا احاطہ کرنے والا انصاف پسند شخص جانتا ہے،
کہ عصر اور صبح کے بعد (سورج کے) طلوع اور غروب سے پہلے طواف کی
دو رکعتوں (کے ادا کرنے) کے جواز کی رائے ہی سب سے زیادہ راجح
اور صحیح ہے۔“

مولانا لکھنوی مزید لکھتے ہیں:

”مکہ کے قیام کے دوران میرا اس پر عمل تھا۔“

❶ سنن ابن ماجہ ۴۱۳/۲.

❷ ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۵۱۵/۳۔ ۵۱۶.

❸ ملاحظہ ہو: شرح معانی الآثار ۱۸۶/۲۔ منقول از إنجاز الحاجة ۴/۶۵۲.

انہوں نے مزید تحریر کیا ہے:

”جب میں طواف وداع کرنے کے بعد طواف کی دو رکعتوں کی ادائیگی کے لیے مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا، تو حنفی مطوفین نے مجھے (نماز سے) روکا، تو میں نے ان سے کہا:

”اس وقت طواف کا کرنا سب سے رائج ہے اور ہمارے اصحاب میں طحاوی نے اسی بات کو پسند کیا ہے۔“

انہوں نے (جواب میں) کہا: ”ہمیں تو اس بات کا علم نہ تھا، ہم نے یہ بات آپ ہی سے سیکھی ہے۔“^①

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ محرم کے لیے یہ آسانی ہے، کہ وہ بیت اللہ میں ہر وقت طواف اور نماز ادا کر سکتا ہے۔ اس کی کسی بھی وقت ممانعت نہیں۔

۲: بوجہ عذر سواری پر طواف وسعی کی اجازت:

حج و عمرہ کی ایک آسانی یہ ہے، کہ عذر کی بنا پر بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی سوار ہو کر کرنے کی اجازت ہے۔ ذیل میں اس بارے میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے:

”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ طَافَ بِالْبَيْتِ، وَهُوَ عَلَى بَعِيرٍ، كَلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشِيءٍ فِي يَدِهِ، وَكَبَّرَ.“^②

① التعلیق المصحح ص ۲۰۹ منقول از إنجاز الحاجة ۶۵۲/۴۔

② متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، رقم الحدیث: ۱۶۳۲، ۴۹۰/۳؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۲۵۳- (۱۲۷۲)، ۹۲۶/۲۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

”بے شک رسول اللہ ﷺ نے بیت (اللہ) کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا، جب بھی آپ ﷺ رکن (حجرِ اسود) کے نزدیک آتے، تو اپنے ہاتھ میں موجود چیز (چھڑی) سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور (اللہ اکبر) کہتے۔“

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي، فَقَالَ: ”طَوْفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ، وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ.“

”میں نے رسول اللہ ﷺ کے رو برو اپنی بیماری کی شکایت کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”[سواری پر] سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کرو۔“

”قَطَفْتُ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي إِلَيَّ إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ، وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ وَكِتَابِ مَسْطُورٍ.“^①

”پس میں نے (سوار ہو کر) طواف کیا اور رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور (نماز میں) (بِالطُّورِ وَكِتَابِ مَسْطُورٍ) کی قرأت کر رہے تھے۔“

دونوں حدیثوں کے حوالے سے چار باتیں:

۱: پہلی حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے سوار ہو کر طواف کیا۔ سوار ہونے کے اسباب کا ذکر درج ذیل میں دورہ ایاتوں میں بیان کیا گیا ہے:

۱: امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ بیان

① متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۶۳۳، ۴/۴۹۰؛ وصحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۲۵۸- (۱۲۷۶)، ۲/۹۲۷۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

کرتے ہیں:

”طَافَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوِدَاعِ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَبِالصَّفَا
وَالْمَرْوَةِ لِيَرَاهُ النَّاسُ، وَلِيَشْرِفَ، وَلِيَسْأَلُوهُ، فَإِنَّ النَّاسَ
عَشَوْهُ.“^①

”نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں بیت (اللہ) کا طواف اور صفا و
مروہ (کی سعی) سواری پر کی، تاکہ لوگ آپ کو دیکھ سکیں اور آپ ان
(کی دسترس) سے بلند ہو جائیں اور تاکہ وہ آپ ﷺ سے (مسائل)
دریافت کر سکیں، کیونکہ لوگوں نے آپ کے گرد بھیر کر رکھی تھی۔“

۲: امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے،
”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدِمَ مَكَّةَ، وَهُوَ يَشْتَكِي، فَطَافَ عَلَى
رَاحِلَتِهِ.“^②

”بے شک رسول اللہ ﷺ مکہ (مکرمہ) تشریف آوری کے وقت بیمار
تھے، اس لیے آپ نے سواری پر طواف کیا۔“

امام نووی سب سے پہلی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”یہ آنحضرت ﷺ کے سوار ہونے کی علت کا بیان ہے۔ یہ بھی بیان کیا

① صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث: ۲۵۵- (۱۲۷۳)، ۲/۹۲۷.

② سنن أبی داؤد، کتاب المناسک، باب الطواف الواجب، جزء من رقم الحدیث ۱۸۷۸،

۵/۲۳۴-۲۳۵. حافظ منذری اس کے متعلق لکھتے ہیں، کہ اس کی سند میں [یزید بن ابی زیاد] ہے،

جس کی بیان کردہ روایت حجت نہیں۔ (ملاحظہ ہو: عون المعبود ۵/۲۳۰). شیخ البانی نے بھی اسے

[ضعیف] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ضعیف سنن أبی داؤد ص ۱۸۶)؛ البتہ حافظ ابن حجر نے اس

حدیث کو بلا تنقید نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے، کہ امام بخاری نے اسی حدیث میں

بیان کردہ بیماری کو آنحضرت ﷺ کے سوار ہو کر طواف کرنے کا سبب ٹھہرایا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتوح

الباری ۳/۴۹۰).

گیا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے سواری پر طواف کے جواز کو بیان کرنے کی خاطر ایسے کیا، سنن ابی داؤد میں ہے، کہ اس طواف کے دوران آنحضرت ﷺ بیمار تھے۔ امام بخاری نے اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے اس پر ❶ (یہ) عنوان تحریر کیا ہے: [بَابُ الْمَرِيضِ يَطُوفُ رَاكِبًا] [مریض کے سوار ہو کر طواف کرنے کے متعلق باب]۔ اس بات کا (بھی) احتمال ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے ان سب (اسباب) کی بنا پر سوار ہو کر طواف کیا ہو۔ ❷

ب: عذر کی بنا پر سوار ہو کر طواف کرنے میں کوئی اختلاف نہیں، ❸ البتہ بلا عذر سواری پر طواف میں اختلاف ہے۔ کچھ علمائے امت اس کو جائز کہتے ہیں ❹، لیکن جمہور اسے مکروہ سمجھتے ہیں اور اس سے منع کرتے ہیں۔ وہ ارشادِ ربانی:

﴿وَلِيَطُوفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ ❶

[اور بیتِ عتیق کا خوب طواف کرو]

سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ اس حکمِ ربانی کا تقاضا یہ ہے، کہ طواف کرنے والا خود طواف کرے اور سوار حقیقت میں خود طواف نہیں کرتا، بلکہ اسے طواف کروایا جاتا ہے۔ ❷

❶ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث پر۔

❷ شرح النووي ۱۹/۳۔

❸ ملاحظہ ہو: المفہم ۳۷۹/۳۔

❹ ان علماء میں سے ابن حبان، ابن منذر، ابن حزم اور نووی ہیں۔ (ملاحظہ ہو: الإحسان فی صحیح ابن حبان ۹/۳۸؛ والمفہم ۳۷۹/۳ والمحلّی، ۸۴۲۔ مسألة ۲۵۸/۷؛ وشرح النووي ۱۸/۹)۔

❺ سورة الحج / جزء من الآية ۲۹۔

❻ ملاحظہ ہو: المفہم ۳۷۹/۳۔

حج: آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی سوار ہو کر فرمائی، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث میں گزر چکا ہے۔
 د: آنحضرت ﷺ نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو سوار ہو کر طواف کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

”طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ.“^①

”لوگوں کے پیچھے ہو کر طواف کرو۔“

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ سوار ہو کر طوافِ وسعی کرنے والوں کو اس بات کا اہتمام کرنا ہوگا، کہ ان کی وجہ سے پیدل طوافِ وسعی کرنے والوں کو اذیت نہ ہو۔ امام ابن حبان نے اپنی کتاب میں درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

ذِكْرُ الْإِبَاحَةِ لِلْمَرْءِ أَنْ يَطُوفَ عَلَيَّ رَاحِلَتِهِ حَوْلَ الْبَيْتِ

الْعَتِيقِ إِذَا أَمِنَ تَأْذِي النَّاسِ بِهِ .^②

[آدمی کے لیے بیتِ عتیق کے گرد سواری پر طواف کا جواز لوگوں کے اس

سے اذیت نہ پہنچنے کے خدشہ کے وقت ہونے کا ذکر]

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ عذر کی بنا پر سوار ہو کر طواف کرنے کے جواز پر امت کا اجماع ہے، البتہ بلا عذر سوار ہو کر طوافِ وسعی کو جمہور علماء ناپسند کرتے ہیں اور اس سے منع کرتے ہیں اور شاید یہی رائے درست ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علاوہ ازیں سوار ہو کر طوافِ وسعی کرنے والے اس بات کا خصوصی دھیان

① یہ حدیث ص ۱۶۶ میں گزر چکی ہے۔

② الإحسان فی صحیح ابن حبان ۱۳۸/۹۔

رکھیں، کہ ان کی وجہ سے پیدل طوافِ وسعی کرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

۳: حجرِ اسود کے بوسہ دینے، چھونے اور اشارہ کرنے میں اختیار:

حج و عمرہ کی ایک آسانی یہ ہے، کہ طواف کرنے والے کو حجرِ اسود کو بوسہ دینے، چھونے اور اشارہ کرنے میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ صورتیں اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ کسی ایک کیفیت پر عمل کرنے کی پابندی نہیں۔ ذیل میں اس بارے میں سات روایات ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام ابوداؤد طیالسی نے جعفر بن عثمان قرشی سے، جو کہ اہل مکہ میں سے تھے، روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”میں نے محمد بن عباد بن جعفر کو دیکھا، کہ انہوں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور اس پر سجدہ کیا۔“

پھر انہوں نے کہا: ”میں نے تمہارے ماموں ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اسے بوسہ دیتے اور اس پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔“

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ”میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اسے بوسہ دیتے اور اس پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔“

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

”لَوْ لَمْ أَرِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَبْلَهُ مَا قَبَّلْتَهُ.“^①

① مسند أبي داود الطيالسي، أحاديث ابن عباس عن عمر رضی اللہ عنہما، رقم الحديث ۲۸، ۳۲/۱.

② اکثر محمد الترمذی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش مسند أبي داود الطيالسي

⇐ ⇐

۳۲/۱). امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے:

”اگر میں رسول اللہ ﷺ کو اسے چومتے ہوئے نہ دیکھتا، تو میں بھی اسے نہ چومتا۔“

شیخ البانی لکھتے ہیں:

”ثُمَّ يَسْتَلِمُهُ بِيَدِهِ، وَيَقْبَلُهُ بِفِيهِ، وَيَسْجُدُ عَلَيْهِ أَيْضًا، فَقَدْ فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَعُمَرُ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا.“^①

”پھر وہ اسے (حجر اسود) اپنے ہاتھ سے چھوئے، منہ سے بوسہ دے اور اس پر سجدہ بھی کرے، بے شک رسول اللہ ﷺ، عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے ایسے (یہی) کیا۔“

شیخ البانی اپنی کتاب [إرواء الغلیل] میں متعدد روایات نقل کرنے اور ان کے متعلق گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”فَيَبْدُو مِنْ مَجْمُوعِ مَا سَبَقَ أَنَّ السُّجُودَ عَلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ نَابِتٌ مَرْفُوعًا وَمَوْفُوقًا.“^②

”أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَكَبَّ عَلَى الرُّخْنِ، فَقَالَ: ”إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، وَكَوَلْتُمْ أَرْحَبِي قَبْلَكَ أَوْ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُ وَلَا قَبَّلْتُ. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.“

”بے شک عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حج اسود پر سجدہ ریز ہوئے، پھر کہا: ”بے شک میں جانتا ہوں، کہ یقیناً تو ایک پتھر ہے اور اگر میں نے اپنے محبوب کو تجھے بوسہ دیتے یا چھوتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے نہ چھوتتا اور نہ ہی بوسا دیتا۔ یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں اچھا نمونہ ہے۔“

(المسند، رقم الحدیث ۱۳۱، ۲۸۱/۱-۲۸۲). شیخ ارتاؤدو اور ان کے رفقاء نے اس کی [سند کو قوی] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۲۸۲/۱).

① مناسک الحج والعمرة ص ۲۰. شیخ البانی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں، کہ اسے شافعی، احمد اور دیگر ائمہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث قوی ہے۔ (هامش المرجع السابق ص ۲۰).

② إرواء الغلیل ۳۱۲/۴.

”پس سابقہ ساری (بات) سے یہ واضح ہوتا ہے، کہ بے شک حجرِ اسود پر

سجدہ کرنا آنحضرت ﷺ اور صحابہ سے ثابت ہے۔“

ب: امام بخاری نے زبیر بن عربی سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ”ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجرِ (اسود) کو چھونے کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا:

”رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ.“^①

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے چھوتے اور چومتے ہوئے دیکھا۔“

ج: امام بخاری نے اسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ: ”میں نے عمر ابن

الخطاب رضی اللہ عنہ کو حجرِ (اسود) کو چومتے ہوئے دیکھا۔“

اور (پھر) انہوں نے فرمایا:

”لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَبْلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ.“^②

”اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا، تو میں بھی

تجھے بوسہ نہ دیتا۔“

امام بخاری نے اس حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث پر درج ذیل عنوان

لکھا ہے:

[بَابُ تَقْيِيلِ الْحَجَرِ]^③

”حجرِ (اسود) کو بوسہ دینے کے متعلق باب“

د: امام ابن حبان نے نافع سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں

① صحیح البخاری، کتاب الحج، جزء من رقم الحدیث ۱۶۱۱، ۳/۴۷۵.

② المرجع السابق رقم الحدیث: ۱۶۱۰، ۳/۴۷۵.

③ المرجع السابق ۳/۴۷۵.

روایت نقل کی ہے،

”أَنَّهُ اسْتَلَمَ الْحَجَرَ، ثُمَّ قَبَلَ يَدَهُ.“

”بے شک انہوں نے حجر (اسود) کو (اپنے ہاتھ سے) چھوا، پھر اپنے ہاتھ کو چوما۔“

اور فرمایا:

”مَا تَرَكَتُهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُقْبَلُهُ.“^①

”جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے (حجرِ اسود) کو چھونے والے ہاتھ کو) چومتے ہوئے دیکھا ہے، میں نے اسے (حجرِ اسود) کو چھونے والے اپنے ہاتھ کا بوسہ نہیں چھوڑا۔“

امام ابن حبان نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

ذِكْرُ الْإِبَاحَةِ لِمُسْتَلِمِ الْحَجَرِ فِي الطَّوَافِ أَنْ يَقْبَلَ يَدَهُ بَعْدَ اسْتِكْلَامِهِ إِيَّاهُ. ^②

[طواف میں حجر (اسود) کو چھونے والے کے لیے اسے چھونے کے بعد اپنے ہاتھ کو بوسہ دینے کے جواز کا ذکر]

ہ: امام مسلم نے حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ بیان کرتے

ہیں:

”رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ، وَيَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمُحَجِّنٍ مَعَهُ، وَيُقْبَلُ الْمُحَجِّنَ.“^③

① الإحسان في تفریب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب دخول مكة، رقم الحدیث:

۱۳۲۲/۹، ۱۳۲۳.

② المرجع السابق ۱۳۲/۹.

③ صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۲۵۷- (۱۲۷۵)، ۲/۲۷۲.

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت (اللہ) کا طواف کرتے ہوئے حجرِ

اسود کو اپنی چھڑی سے چھوتے اور چھڑی کو چومتے ہوئے دیکھا۔“

امام نووی نے دیگر احادیث کے ساتھ اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ جَوَازِ الطَّوَافِ عَلَى بَعِيرٍ وَغَيْرِهِ وَاسْتِلامِ الْحَجَرِ

بِمَحْجَنِ وَغَيْرِهِ لِلرَّاكِبِ] ❶

[اونٹ وغیرہ پر سوار ہو کر طواف کرنے اور سوار کے لیے حجرِ (اسود) کو

چھڑی وغیرہ سے چھونے کے جواز کے متعلق باب]

و: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے

بیان کیا:

”طَافَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ، كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ

أَشَارَ إِلَيْهِ .“ ❷

”نبی کریم ﷺ نے بیت (اللہ) کا طواف اونٹ پر کیا، جب بھی

آنحضرت ﷺ حجرِ اسود کے پاس آتے، تو اس کی طرف اشارہ کرتے۔“

امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ مَنْ أَشَارَ إِلَى الرُّكْنِ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ .] ❸

[حجرِ اسود کے پاس آ کر اشارہ کرنے والے شخص کے متعلق باب]

ز: امام ابن حبان نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے،

کہ انہوں نے بیان کیا:

❶ صحیح البخاری ۲/۹۲۶۔

❷ صحیح البخاری، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۶۱۷، ۳/۴۷۶۔

❸ المرجع السابق ۳/۴۷۶۔

نبی کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا:

”كَيْفَ صَنَعْتَ فِي اسْتِلامِ الْحَجَرِ؟“

”تم نے حجر (اسود) کے چھونے کے بارے میں کیسے کیا؟“

میں نے عرض کیا:

”اسْتَلَمْتُ وَتَرَكَتُ.“

”میں نے (کبھی) چھولیا اور (کبھی چھونا) ترک کیا۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”أَصَبْتُ.“^①

”تم نے ٹھیک کیا۔“

امام ابن حبان اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

ذِكْرُ الْبَابِ حَةَ لِلطَّائِفِ حَوْلَ الْبَيْتِ الْعَتِيقِ اسْتِلامِ الْحَجَرِ

وَتَرَكَهُ مَعًا^②

[بیت عتیق کے گرد طواف کرنے والے کے لیے ایک ہی وقت میں حجر

(اسود) کو چھونے اور نہ چھونے کے جواز کا ذکر]

مذکورہ بالا روایات سے حجرِ اسود کے متعلق درج ذیل سات باتیں معلوم ہوتی

ہیں:

ا: اس پر سجدہ کرنا اور اسے بوسہ دینا۔

ب: اسے ہاتھ سے چھونا اور بوسہ دینا۔

① الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب دخول مكة، رقم الحدیث ۳۸۲۳، ۱۳۱/۹، ۱۳۲۔ شیخ ارناؤٹ نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش

الإحسان ۱۳۲/۹)۔

② الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ۱۳۱/۹۔

ح: اسے بوسہ دینا۔

د: اسے ہاتھ سے چھو کر چھونے والے ہاتھ کو چومنا۔

ہ: اسے چھڑی سے چھو کر چھڑی کو چومنا۔

و: اس کی طرف دور سے اشارہ کرنا۔

ز: ایک ہی طواف کے بعض چکروں میں ہاتھ سے چھونا اور بعض میں نہ چھونا۔

اللہ کریم کی جانب سے طواف کرنے والوں کے لیے آسانی اور عنایت ہے، کہ ان

سب صورتوں میں سے ہر ایک جائز اور درست ہے۔ فَلَهُ الْحَمْدُ عَلَى تَيْسِيرِهِ .

۴: رکنِ یمانی چھونے کے متعلق آسانی:

حج کی آسانیوں میں سے رکنِ یمانی کے متعلق یہ آسانی ہے، کہ طواف کرنے

والے کے لیے ممکن ہو، تو اسے چھولے۔ اگر چھونا دشوار ہو، تو اسے چھوئے اور

اشارہ کیے بغیر گزر جائے۔ توفیقِ الہی سے اس بارے میں چار روایتیں پیش کی

جا رہی ہیں:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی

ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”لَمْ أَرِ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيِّينَ .“^①

”میں نے نبی کریم ﷺ کو دو یمانی رکنوں کے سوا بیت (اللہ) کے کسی

اور حصے کو چھوتے نہیں دیکھا۔“

① متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب من لم يستلم إلا الركنين اليمانيين، رقم

الحدیث ۱۶۰۹، ۳/۴۷۳؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب استلام الركنين

اليمانيين في الطواف دون الركنين الآخرين، رقم الحدیث ۲۴۲۔ (۱۲۶۷)، ۲/۹۲۴۔

الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

دو یمنانی رکنوں سے مراد حجرِ اسود اور رکنِ یمنانی ہیں۔^①

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ

انہوں نے بیان کیا:

”مَا تَرَكَتُ اسْتِغْلَامَ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ مُنْذُ

رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَلِمُهُمَا.“^②

”جب سے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں رکنوں ^③ کو چھوتے

ہوئے دیکھا ہے، میں نے سختی اور نرمی میں ان کا چھونا نہیں چھوڑا۔“

ج: امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ بیان

کرتے ہیں:

”كَمْ أَرَسُوَ اللّٰهَ ﷻ يَسْتَلِمُ غَيْرَ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيِّينَ.“^④

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو یمنانی رکنوں کے سوا کسی اور حصے کو

چھوتے نہیں دیکھا۔“

د: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے

بیان کیا:

① ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱۴/۹.

② متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب استلام الحجر الأسود..... جزء من رقم

الحديث ۱۶۰۶، ۳/۴۷۱؛ وصحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب استلام الركنين

اليمنانيين في الطواف دون الركنين الآخرين، رقم الحديث ۲۴۵ - (۱۲۶۸)، ۲/۹۲۴.

الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

③ یعنی حجرِ اسود اور رکنِ یمنانی۔

④ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب استلام الركنين اليمنانيين..... رقم الحديث

۲۴۷ - (۱۲۶۹)، ۲/۹۲۵.

”طَافَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ . كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ .“^①
 ”نبی کریم ﷺ نے اونٹنی پر بیت (اللہ) کا طواف کیا۔ جب بھی آپ ﷺ حجرِ اسود کے پاس پہنچتے، تو اس کی طرف اشارہ کرتے۔“
 اور ایک دوسری روایت میں ہے:

”أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ عِنْدَهُ وَكَبَّرَ .“^②

[اس (حجرِ اسود) کی طرف کسی چیز سے اشارہ کرتے اور [اللہ اکبر] کہتے۔]

مذکورہ بالا حدیثوں کے حوالے سے چار باتیں:

۱: پہلی حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ طواف کے دوران حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کو چھوتے۔ امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق رکنِ یمانی کو چھونا مستحب ہے، لیکن سنت نہیں۔ امام محمد^③ اور جمہور علماء کے نزدیک اسے چھونا سنت ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ اسے چھوتے تھے۔^④ اور یہی بات درست معلوم ہوتی ہے۔
 علامہ ابوبکر کاسانی نے قلم بند کیا ہے:

”وَلَا خَلَافَ أَنَّ تَقْبِيلَهُ لَيْسَ بِسُنَّةٍ .“^⑤

”اسے چومنے کے سنت نہ ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔“
 ب: رکنِ یمانی کو بوسہ دینا ثابت نہیں۔

علامہ ابنِ قدامہ لکھتے ہیں:

”قَالَ الْحَرْقِيُّ، يُقْبَلُهُ، وَالصَّحِيحُ عَنْ أَحْمَدَ أَنَّهُ لَا يَقْبَلُهُ،
 وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ .“^⑥

① صحیح البخاری، کتاب الحج، باب من أشار إلى الركن إذا أتى عليه، رقم الحديث: ۴۷۶/۳، ۱۶۱۲۔
 ② المرجع السابق، جزء من رقم الحديث ۴۷۶/۳، ۱۶۱۲۔

③ ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ۱۴۷/۲۔

④ جیسا کہ مذکورہ بالا پہلی تین احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

⑤ بدائع الصنائع ۱۴۷/۲۔

⑥ المغنی ۲۲۶/۵۔ حافظ ابن حجر بھی لکھتے ہیں، کہ یہ جمہور کی رائے ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۴۷۵/۳)۔

”خرقی نے کہا: وہ اسے (رکنِ یمانی کو) بوسہ دے۔ احمد سے صحیح روایت یہ ہے، کہ وہ اسے بوسہ نہ دے اور یہی اکثر اہل علم کی رائے ہے۔“

علامہ رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

”وَأَمَّا تَقْبِيلُهُ فَلَمْ يَصِحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَا يُسْنُّ. ❶“

”نبی کریم ﷺ سے اسے چومنا ثابت نہیں، اس لیے ایسا کرنا مسنون نہیں۔“

امام نووی لکھتے ہیں:

”وَيَسْتَحَبُّ أَيْضًا أَنْ يَسْتَلِمَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ، وَلَا يُقَبِّلُهُ. ❷“

”رکنِ یمانی کو چھونا بھی مستحب ہے (لیکن) اسے بوسہ نہ دے۔“

ج: بعض علماء نے بیان کیا ہے، کہ رکنِ یمانی کے چھونے کو چھوڑنے پر اس کی طرف اشارہ کر کے گزرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز لکھتے ہیں:

”اگر رکنِ یمانی کو چھونا مشکل ہو، تو اس کو چھوڑ دے اور طواف کرتا رہے۔ اس کی طرف نہ اشارہ کرے اور نہ ہی اس کے سامنے آ کر (اللہ اکبر) کہے، کیونکہ ہمارے علم کی حد تک یہ نبی کریم ﷺ سے ثابت

❶ المرجع السابق ۲۲۷/۵.

❷ مناسك الحج والعمرة ص ۲۳۶. شیخ ابن باز اور شیخ البانی نے بھی یہی بات تحریر کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: حج، عمرہ اور زیارت ص ۱۷، ومناسك الحج والعمرة ص ۲۰). بعض علماء نے اسے بوسہ دینے کو مستحب قرار دیا ہے، لیکن اس بارے میں ان کی پیش کردہ حدیث ضعیف ہے۔ (ملاحظہ ہو: مسند أبی یعلیٰ، رقم الحدیث ۲۷۸- (۲۶۰۵)، ۴/۴۷۲-۴۷۳. حافظ بیہقی نے اس حدیث کے متعلق تحریر کیا ہے: ”اسے ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس میں عبد اللہ بن مسلم بن ہرمز (راوی) ہے اور وہ ضعیف ہے۔“ (مجمع الزوائد ۳/۲۴۱)؛ نیز ملاحظہ ہو: هامش مسند أبی یعلیٰ ۴/۴۷۳.

نہیں۔“ ❶

شیخ البانی تحریر کرتے ہیں:

”فَإِنْ لَمْ يَتِمَّ كُنْ مِنْ اسْتِلاَمِهِ لَمْ تُشْرَعِ الْإِشَارَةُ إِلَيْهِ

بِيَدِهِ.“ ❷

”پس اگر وہ اسے چھو نہ سکے، تو اس کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرنا

ثابت نہیں۔“

مذکورہ بالا حدیث [د] میں بھی حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کو نہ چھونے کی صورت میں

آنحضرت ﷺ کے صرف حجرِ اسود کی طرف اشارہ کرنے کا ذکر ہے، رکنِ یمانی کی

طرف اشارے کا کوئی ذکر نہیں۔ ❸

د: رکنِ یمانی کو چھونے والے ہاتھ کو چومنے کے متعلق دو آراء ہیں۔ امام نووی

لکھتے ہیں:

”وَيُقْبَلُ يَدَهُ الَّتِي اسْتَلَمَهُ بِهَا، وَيَكُونُ تَقْبِيلُهَا بَعْدَ

الْاسْتِلاَمِ بِهَا. هَذَا هُوَ الصَّحِيحُ وَالَّذِي قَالَهُ جَمَاهُورُ

أَصْحَابِنَا.“ ❹

”جس ہاتھ سے اسے چھوئے اس کو چوم لے۔ اسے چومنا اس کے ساتھ

چھونے کے بعد ہو۔ یہی صحیح بات ہے، جو کہ ہمارے جمہور اصحاب نے

کہی ہے۔“

❶ ملاحظہ ہو: حج و عمرہ اور زیارت ص ۷۱-۷۲۔

❷ مناسک الحج والعمرة ص ۲۰۔

❸ احناف کی بھی یہی رائے ہے، البتہ شوافع کے نزدیک نہ چھونے کی صورت میں اشارہ کرے۔ (ملاحظہ

ہو: الحج والعمرة في الفقه الإسلامي للدكتور نور الدين عتر ص ۸۸)۔

❹ مناسک الحج والعمرة ص ۲۳۶-۲۳۷۔

حضراتِ احناف کے نزدیک چھونے والے ہاتھ کو چومنا نہیں۔^①

۵: کعبہ شریف سے دور رہ کر طواف کی اجازت:

کعبہ شریف سے قریب رہتے ہوئے طواف کرنا مستحب ہے،^② لیکن ایسے طواف کرنا لازم نہیں۔ حسبِ حالات اس سے دور رہتے ہوئے بھی طواف کی اجازت ہے۔ توفیقِ الہی سے ذیل میں اس بارے میں قدرے تفصیل سے گفتگو کی جا رہی ہے: دور وایتیں:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک انہوں نے بیان کیا:

”میں نے رسول اللہ ﷺ کے روبرو اپنی بیماری کی شکایت کی، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ.“

”سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کر لو۔“

انہوں نے بیان کیا:

”پس میں نے طواف کیا اور رسول اللہ ﷺ بیت (اللہ) کے پہلو میں

نماز میں (الطور و کتاب مسطور) کی قرأت کر رہے تھے۔“^③

ب: امام بخاری نے عطاء سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

① ملاحظہ ہو: الحج والعمرة في الفقه الإسلامي ص ۸۸۔

② ملاحظہ ہو: مناسك الحج و العمرة للإمام النووي ص ۲۳۴۔

③ متفق علیہ: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال، رقم الحديث

۱۶۶۱۹، ۴۸۸۰/۳، وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز الطواف على بعير

وغیره،، رقم الحديث ۲۸۵- (۱۲۷۶)، ۹۲۷/۲۔ الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

”كَانَتْ عَائِشَةُ ۞ تَطُوفُ حَجْرَةَ مِنَ الرَّجَالِ، لَا تُخَالِطُهُمْ .

فَقَالَتْ امْرَأَةٌ: ”انْطَلِقِي، نَسْتَلِمُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ!“

قَالَتْ: ”انْطَلِقِي عَنْكِ .“

وَأَبَتْ .^①

”عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے ہٹ کر الگ تھلگ طواف کیا کرتی تھیں۔

ایک عورت نے کہا: ”اے اُمّ المؤمنین! چلئے ہم (بھی حجر اسود کو) چھوئیں۔“

انہوں نے فرمایا: ”تو ہی چلی جا۔“

اور (خود جانے سے) انکار کیا۔“

پانچ علماء کے اقوال:

۱: امام ابن منذر لکھتے ہیں:

”وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ الطَّوَّافَ يُجْزِيءُ مِنْ وَرَاءِ السَّقَايَةِ .“^②

[ان (یعنی علمائے امت) کا اس بات پر اجماع ہے، کہ زمزم پلانے کی

جگہ کے پیچھے سے کیا ہوا طواف کفایت کرتا ہے۔]

ب: امام ابن تیمیہ رقم طراز ہیں:

”وَيَجُوزُ أَنْ يَطُوفَ مِنْ وَرَاءِ قُبَّةِ زَمْزَمَ وَمَا وَرَاءَهَا مِنْ

السَّقَائِفِ الْمُتَّصِلَةِ بِحَيْطَانِ الْمَسْجِدِ . وَأَمَّا إِذَا أَمَكَنَّ

① صحيح البخاري، كتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال، جزء من رقم الرواية

٤٨٠-٤٧٩/٣، ١٦١٨ .

② ”الإجماع“ ص ٢٠، منقول از هامش أحكام مناسك الحج والعمرة للشيخ علي آل سنان،

ص ١٢٥ .

الْقُرْبُ مِنَ الْبَيْتِ مَعَ إِكْمَالِ السُّنَّةِ فَهُوَ أَوْلَى .^۱
 ”زمزم کے قبہ اور مسجد کی دیواروں کے متصل چھتوں کے نیچے سے طواف کرنا جائز ہے، البتہ سنت کو مکمل کرتے ہوئے بیت (اللہ) کے قریب سے طواف کرنا ممکن ہو، تو وہ اعلیٰ ہے۔“

ج: شیخ ابن باز نے قلم بند کیا ہے:

”زمزم اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے سے اور خصوصاً بھیڑ کے وقت، طواف کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ پوری مسجد الحرام طواف کی جگہ ہے۔ اگر مسجد کے برآمدوں میں طواف کیا جائے، تو وہ بھی جائز ہے، البتہ میسر ہو، تو کعبہ کے قریب طواف افضل ہے۔“^۲

د: شیخ محمد العثیمین لکھتے ہیں:

”وَإِذَا طَافَ فِي سَطْحِ الْمَسْجِدِ وَامْتَلَأَ الْمَضِيقُ الَّذِي بِجَانِبِ الْمَسْجِدِ، وَلَمْ يَجِدْ بُدْأً مِنَ النُّزُولِ إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ الطَّوَافِ فَوْقَ الْجِدَارِ، نَرَى إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ، لَكِنْ يَسْتَهْزُ الْفُرْصَةَ مِنْ حِينَ مَا يَجِدُ فُرْجَةً وَيَدْخُلُ فِي الْمَسْجِدِ .“^۳

[مسجد کی چھت پر طواف کے دوران اگر مسعی^۴ کے پہلو والی تنگ جگہ بھر جائے اور مسعی میں اترنے یا دیوار کے اوپر طواف کرنے کے سوا چارہ نہ ہو، تو ہم سمجھتے ہیں، کہ ان شاء اللہ ایسے کرنے میں کچھ حرج نہیں، لیکن

① مناسک الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي ص ۱۲۴-۱۲۵.

② ملاحظہ ہو: حج، عمرہ اور زیارت ص ۴۲-۴۳.

③ فتاویٰ ابن عثیمین ۲۲/۲۹۰، منقول از جامع المناسک، ص ۱۵۰.

④ یعنی صفا و مردہ کے درمیان سعی کرنے کی جگہ۔

جب بھی گنجائش پائے، تو مسجد میں داخل ہونے کے موقع سے فائدہ اٹھائے۔“
 شیخ رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

”أَنَّهُ صَحَّحَ ذَلِكَ لِلضَّرُورَةِ وَالْأَفْضَلُ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ.“^①

”بے شک (مسعی میں اتر کر یا دیوار پر طواف کرنا) ضرورت کی بنا پر درست ہے، وگرنہ مسعی تو مسجد حرام کا حصہ نہیں ہے۔“

ہ: شیخ عبداللہ الجبرین تحریر کرتے ہیں، کہ ضرورت کے وقت چھت پر اور دوسری منزل میں طواف کرنا جائز ہے، البتہ میسر ہونے پر کعبہ کے قرب سے طواف افضل ہے۔^②
 مذکورہ بالا گفتگو کے حوالے سے تین باتیں:

۱: آنحضرت ﷺ نے اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو سواری پر طواف کرنے کا ارشاد فرماتے ہوئے، کعبۃ اللہ سے دور، نماز ادا کرنے والے حضرات کے پیچھے سے، طواف کا حکم دیا۔
 ب: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا طواف کرنے والے مردوں کے ساتھ اختلاط سے گریز کرتے ہوئے، کعبہ شریف سے فاصلہ پر رہ کر، طواف کرتیں۔

ج: علمائے امت نے حسبِ حالات بیت اللہ سے دور رہتے ہوئے طواف کو درست قرار دیا، البتہ انہوں نے یہ واضح کیا، کہ امکانی حد تک کعبہ شریف کے قریب سے طواف کیا جائے، کیونکہ یہ افضل و اعلیٰ ہے۔

۶: طواف وسعی کے ہر چکر میں مخصوص ذکر و دعا کا نہ ہونا:

حج اور عمرے کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ طواف وسعی کے چکروں کے لیے کسی مخصوص ذکر یا دعا کی پابندی نہیں۔ توفیق الہی سے ذیل میں بعض علمائے امت

① فتاویٰ ابن عثیمین ۲۹۱/۲۲، منقول از جامع المناسک ص ۱۵۰۔

② ملاحظہ ہو: الإفصاح شرح التحقیق والإیضاح، ص ۱۶۹۔

کے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں:

۱: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رقم طراز ہیں:

”وَلَيْسَ فِيهِ ذِكْرٌ مَّحْدُودٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَا بِأَمْرِهِ، وَلَا بِقَوْلِهِ، وَلَا بِتَعْلِيمِهِ، بَلْ يَدْعُو فِيهِ بِسَائِرِ الْأَدْعِيَةِ الشَّرْعِيَّةِ. وَمَا يَذْكُرُهُ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ مِنْ دُعَاءٍ مُعَيَّنٍ تَحْتَ الْمِزَابِ وَنَحْوِ ذَلِكَ فَلَا أَصْلَ لَهُ. وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْتِمُ طَوَافَهُ بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ بِقَوْلِهِ: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾. وَلَيْسَ فِي ذَلِكَ ذِكْرٌ وَاجِبٌ بِاتِّفَاقِ الْأَئِمَّةِ.“^①

”نبی کریم ﷺ سے اس (یعنی طواف) میں کوئی معین ذکر منقول نہیں، نہ آپ ﷺ کے حکم سے، نہ ارشاد سے اور نہ ہی تعلیم سے، بلکہ وہ (یعنی طواف کرنے والا) سب شرعی دعاؤں کے ساتھ اپنی فریاد پیش کرے۔ بہت سے لوگ میزاب وغیرہ کے نیچے جن مخصوص دعاؤں کا تذکرہ کرتے ہیں، وہ بے اصل ہیں، البتہ نبی کریم ﷺ رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان اپنے طواف کا اختتام کرتے وقت ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾^② پڑھتے۔^③

① احکام مناسک الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي ص ۱۲۷-۱۲۸.

② [ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرمائیے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچائیے۔]

③ ملاحظہ ہو: سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب الدعاء فی الطواف، رقم الحدیث ۱۸۸۹، عن عبد اللہ بن السائب رضی اللہ عنہ، ۲۴۱/۵۔ شیخ البانی نے اسے [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابی داؤد ۱/۳۵۴)۔

ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ اس (یعنی طواف) میں کوئی (مخصوص) ذکر واجب نہیں۔“

ب: شیخ البانی قلم بند کرتے ہیں:

”وَلَيْسَ لِلطَّوَافِ ذِكْرٌ خَاصٌّ، فَلَهُ أَنْ يَقْرَأَ مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ الذِّكْرِ مَا شَاءَ.“^①

”طواف کے لیے مخصوص ذکر نہیں۔ قرآن میں سے، جو چاہے پڑھے اور ذکر میں سے، جو چاہے کرے۔“

سعی میں دعا کے متعلق شیخ البانی تحریر کرتے ہیں:

”وَإِنْ دَعَا فِي السَّعْيِ بِقَوْلِهِ: [رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ]. فَلَا بَأْسَ لِثُبُوتِهِ عَنْ جَمْعٍ مِنَ السَّلَفِ.“^②

”اگر سعی میں ان الفاظ [رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ]^③ کے ساتھ دعا کرے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ سلف میں سے ایک جماعت سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔“^④

ج: شیخ ابن باز لکھتے ہیں:

”اور نہ اس طواف (یعنی طواف قدوم) اور اس سعی میں، نہ اس کے علاوہ

① مناسک الحج والعمرة ص ۲۳.

② مناسک الحج والعمرة ص ۲۷.

③ [ترجمہ: میرے رب معاف فرما دیجیے اور رحم فرمائیے۔ بے شک آپ ہی سب سے زیادہ عزت والے اور سب سے زیادہ بزرگی والے ہیں۔]

④ ملاحظہ ہو: مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب ما يقول الرجل في السعي، ۶۸/۷۰۔ شیخ البانی لکھتے ہیں، کہ یہ ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے [صحیح سند] کے ساتھ منقول ہے۔ (ملاحظہ ہو: مناسک الحج والعمرة ص ۲۷، حاشیہ ۲)۔

کسی بھی طواف وسعی میں کسی بھی مخصوص ذکر و دعا کا پڑھنا ضروری نہیں۔

جن لوگوں نے طواف وسعی کے ہر چکر کے لیے ایک ایک مخصوص دعا ایجاد کی ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، جو بھی ذکر و دعا میسر ہو، اس کا پڑھنا کافی ہے۔“^①

د: شیخ سلطان العید لکھتے ہیں:

”وَلَا يَجِبُ فِي الطَّوَّافِ وَالسَّعِيِّ ذِكْرٌ مَخْصُوصٌ وَلَا دُعَاءٌ مَخْصُوصٌ، بَلْ تَخْصِيصُ كُلِّ شَوْطٍ مِنْ الطَّوَّافِ أَوْ السَّعِيِّ بِأَذْكَارٍ أَوْ أَدْعِيَةٍ مَخْصُوصَةٍ لَا أَصْلَ لَهُ.“^②

”طواف اور سعی میں نہ مخصوص ذکر واجب ہے اور نہ ہی معین دعا، بلکہ طواف یا سعی کے ہر چکر کے لیے متعین اذکار یا دعاؤں کا مخصوص کرنا بے اصل ہے۔“

مذکورہ بالا اقوال کے حوالے سے تین باتیں:

ا: طواف اور سعی کے کسی چکر کے لیے کوئی متعین ذکر یا مخصوص دعا ثابت نہیں۔

ب: رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ پڑھنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔

ج: دوران سعی سلف صالحین کی ایک جماعت سے [رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ إِنَّكَ

① حج عمرہ اور زیارت ص ۷۱۔

② جامع المناسک ص ۱۴۸۔ شیخ العید نے یہ بات حضرات علماء محبت الدین طبری کی کتاب ”القری لفاصد أم القرى“ ص ۳۰۸؛ ابن تیمیہ کی کتاب ”منسک“ ص ۱۷ اور ابن عثیمین کے ”فتاویٰ“ ۲۲/۳۳۲، ۳۳۵، ۳۳۶ سے نقل کی ہے۔

أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ] پڑھنا ثابت ہے۔^①

ے: دورانِ طواف گفتگو کی اجازت:

حج اور عمرے کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ دورانِ طواف خیر کی کچھ بات کہنے سننے کی اجازت ہے۔ اس بارے میں توفیق الہی۔ سے ذیل میں تین حدیثیں پیش کی جا رہی ہیں:

۱: حضرات ائمہ ترمذی، دارمی، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ابن الجارود نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”الطَّوَّافُ بِأَبْيَتِ صَلَاةٍ، وَلَكِنَّ اللَّهَ أَحَلَّ لَكُمْ فِيهِ النُّطْقَ. فَمَنْ نَطَقَ فَلَا يَنْطِقُ إِلَّا بِخَيْرٍ.“^②

”بیت (اللہ) کا طواف نماز ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس میں

① ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، کہ وہ اس دعا کو وادی کے درمیان سعی کرتے ہوئے پڑھتے۔ (ملاحظہ ہو: المصنف، کتاب الحج، باب ما يقول الرجل في المسمى، ۶۸/۴)۔ وادی کے درمیان والی جگہ کی نشاندہی آج کل ہرے رنگ کی ٹیوب لائٹس سے کی گئی ہے، جو کہ اس کے آغاز اور انتہا میں روشن کی گئی ہیں۔

② جامع الترمذی، أبواب الحج، باب، رقم الحديث: ۹۶۷، ۲۹/۴، و سنن الدارمی، کتاب المناسک، باب الکلام في الطواف، ۴۴/۲، وصحيح ابن خزيمة، کتاب المناسک، رقم الحديث: ۲۷۳۹، ۲۲۲/۴، والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، کتاب الحج، باب دخول مكة، رقم الحديث: ۳۸۳۶، ۱۴۳/۹-۱۴۴، والمستدرک علی الصحيحین، کتاب التیسیر، ۲/۲۶۷، والمنتقى لابن الجارود، کتاب المناسک، باب المناسک، رقم الحديث ۸۸-۸۷/۲، الفاظ حدیث السننقی لابن الجارود کے ہیں۔ امام حاکم نے اسے [مسلم کی شرط پر صحیح] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ شیخ شعبان ارناؤوط نے ابن حبان کی روایت کردہ حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المستدرک ۲/۲۶۷، والتلخیص ۲/۲۶۷، و هامش الإحسان ۹/۱۴۴)۔

بولنا جائز کیا ہے۔ بس جو شخص بولے، تو صرف خیر کی بات کرے۔“

ب: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ:

”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ، وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، بِإِنْسَانٍ رَبَطَ يَدَهُ إِلَى إِنْسَانٍ بِسَيْرٍ — أَوْ بِحَيْطٍ أَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذَلِكَ — فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: ”قَدْهُ بِيَدِهِ.“ ❶

”بے شک نبی کریم ﷺ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک (ایسے) شخص کے پاس سے گزرے، جس نے اپنا ہاتھ ایک دوسرے شخص کے ہاتھ سے تسمہ یا دھاگے یا کسی اور چیز سے باندھ رکھا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا اور پھر فرمایا: ”اس کا ہاتھ پڑ کر اس کی قیادت کرو۔“

ج: امام نسائی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

”أَقِلُّوا الْكَلَامَ فِي الطَّوَافِ فَإِنَّمَا أَنْتُمْ فِي الصَّلَاةِ.“ ❷

”طواف میں گفتگو قلیل کرو، کیونکہ بے شک تم نماز میں ہو۔“

تینوں حدیثوں کے حوالے سے دو باتیں:

۱: تینوں حدیثوں سے طواف کے دوران گفتگو کرنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ امام ابن حبان نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

﴿ذَكَرُ الْإِخْبَارِ عَنْ إِسَاحَةِ الْكَلَامِ لِلطَّائِفِ حَوْلَ الْبَيْتِ﴾

❶ صحیح البخاری، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۶۲۰، ۴/۸۲۲.

❷ سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، ۵/۲۲۲. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ

ہو: صحیح سنن النسائی ۲/۶۱۴).

الْعَتِيقِ وَإِنْ كَانَ الطَّوْافُ صَلَاةً. ❶

[بیتِ عتیق کے گرد طواف کے نماز ہونے کے باوجود طواف کرنے والے

کے لیے گفتگو کے جواز کے متعلق حدیث کا ذکر]

امام دارمی نے پہلی اور امام بخاری نے دوسری حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ الْكَلَامِ فِي الطَّوْافِ] ❷

[طواف میں گفتگو کے متعلق باب]

امام نسائی نے تیسری حدیث درج ذیل عنوان کے تحت نقل کی ہے:

[إِبَاحَةُ الْكَلَامِ فِي الطَّوْافِ] ❸

[طواف میں گفتگو کا جواز]

ب: طواف میں بے مہار گفتگو کی اجازت نہیں۔ اس موقع پر گفتگو کے دوران

کچھ آداب کی پاسداری ضروری ہے۔ مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہونے والے

آداب میں سے دو درج ذیل ہیں:

۱: گفتگو خیر کی ہو۔ بیہودہ اور لغو گفتگو سے قطعی طور پر اجتناب کیا جائے۔ امام ابن

حزیمہ نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ الرُّخْصَةِ فِي التَّكَلُّمِ بِالْخَيْرِ فِي الطَّوْافِ وَالزَّجْرِ عَنِ

الْكَلَامِ السَّيِّئِ فِيهِ] ❹

[طواف میں خیر کی بات چیت کی اجازت اور بُری بول چال کی ممانعت

کے متعلق باب]

❶ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب دخول مكة، ۱۴۳/۹۔

❷ سنن الدارمی، كتاب المناسك، ۴۴/۲؛ وصحيح البخاري، كتاب الحج، ۴۸۲/۳۔

❸ سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، ۲۲۲/۵۔

❹ صحيح ابن حزيمة، كتاب المناسك، ۲۲۲/۴۔

دوسری حدیث میں دورانِ طوافِ آنحضرت ﷺ کی گفتگو غلط کام سے روکنے اور اس کا ٹھیک متبادل کام بیان کرنے پر مشتمل تھی۔

۲: تیسری روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دورانِ طواف زیادہ بات چیت کرنے سے منع کرتے ہوئے قلیل بول چال پر اکتفاء کرنے کا حکم دیا ہے۔ علامہ سندھی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

”یعنی اگرچہ اس میں گفتگو کرنا جائز ہے، لیکن تم زیادہ گفتگو نہ کرو، کیونکہ اس کے نماز کی مانند ہونے کا تقاضا تو یہ ہے، کہ اس میں سرے سے بات چیت ہی نہ کی جائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس میں بول چال کی اجازت دی ہے، تو کم از کم اس بات کا تو اہتمام ہو، کہ اس میں زیادہ گفتگو نہ کی جائے۔“^①

علاوہ ازیں طواف کرنے والے کو اپنے مالک رب العالمین کے گھر کے گرد چکر لگاتے ہوئے، ان سے گفتگو کرنے، ان کے روبرو اپنی حاجات پیش کرنے، انہیں اپنا دکھڑا سنانے کا انتہائی بیش قیمت موقع میسر آتا ہے۔ کس قدر حماقت ہے، کہ ان سے سلسلہ کلام توڑ کر وہ کسی بے کار بات چیت میں مشغول ہو جائے! اَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ اَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ؟^②

تنبیہ:

دورانِ طواف بعض لوگوں کا موبائل فون کے ذریعہ گفتگو میں مشغول ہونا باعثِ تعجب اور قابلِ افسوس ہے!

① حاشیة السندی علی سنن النسائی ۵/۲۲۲.

② [کیا تم بہتر چیز کے بدلے کمتر چیز مانگ رہے ہو؟]

۸: دورانِ طوافِ پانی پینے کی اجازت:

حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ طواف کے درمیان پانی پینے کی اجازت ہے۔ امام ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ:

”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ شَرِبَ مَاءً فِي الطَّوَافِ .“^①

”بے شک نبی کریم ﷺ نے طواف کرتے ہوئے پانی پیا۔“

اس حدیث سے دورانِ طوافِ پانی کا پینا ثابت ہوتا ہے۔ امام ابن حبان نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ الْإِبَاحَةِ لِطَوَافِ حَوْلِ الْبَيْتِ الْعَتِيقِ إِذَا عَطِشَ أَنْ

يَشْرَبَ فِي طَوَافِهِ .]^②

[بیتِ عتیق کے گرد طواف کرنے والے کے لیے پیاس کی صورت میں پانی

پینے کے جواز کا ذکر]

امام عبدالرزاق نے اپنی کتاب [المصنّف] کے ایک باب کا یہ عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ الشَّرَابِ فِي الطَّوَافِ]^③

[طواف میں پینے کے متعلق باب]

① الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب دخول مكة، رقم الحديث ۳۸۳۷، ۱۴۴/۹-۱۴۵، والمستدرک علی الصحیحین، کتاب المناسک، ۱/۴۶۰. امام حاکم نے اسے [غریب صحیح] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/۴۶۰؛ والتلخیص ۱/۴۶۰). شیخ شعیب ارنؤوط نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش الإحسان ۹/۱۴۵).

② الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ۹/۱۴۴.

③ المصنّف، کتاب المناسک، ۵/۴۹۷.

امام عطاء فرماتے ہیں:

”لَا بَأْسَ أَنْ يَشْرَبَ ، وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ .“^①

”بیت (اللہ) کا طواف کرتے ہوئے (پانی) پینے میں کچھ مضائقہ نہیں۔“

طواف کرنے والا اسی طرح حسب حاجت کوئی اور ہلکی پھلکی چیز بھی لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹: طواف میں تسلسل کا شرط نہ ہونا:

۱۰: دوبارہ طواف کرنے پر سابقہ چکروں کا شمار کرنا:

حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ ضرورت کی بنا پر طواف میں توقف کی اجازت ہے۔ علاوہ ازیں اس ٹھہرنے پر سابقہ لگائے ہوئے چکر ضائع نہیں ہوتے، بلکہ دوبارہ طواف شروع کرنے پر انہیں شمار کیا جائے گا۔ ذیل میں اس بارے میں پانچ روایات ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام ابن حبان اور امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ:

”بے شک نبی کریم ﷺ نے طواف کرتے ہوئے پانی پیا۔“^②

ب: امام سعید بن منصور نے جمیل بن زید سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے

بیان کیا:

”رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما طَافَ بِالْبَيْتِ ، فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ ،

فَصَلَّى مَعَ الْقَوْمِ ، ثُمَّ قَامَ ، فَبَنَى عَلَيَّ مَا مَضَى مِنْ

① المصنّف، کتاب المناسک، رقم الروایة ۹۷۹۵، ۴۹۷/۵۔

② اس حدیث کی تخریج اس کتاب کے ص ۱۹۲ میں ملاحظہ فرمائیے۔

طَوَافِهِ . ❶

”میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بیت (اللہ) کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، نماز کی اقامت ہوئی، تو انہوں نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر انہوں نے اپنے طواف کو وہیں سے شروع کیا، جہاں انہوں نے چھوڑا تھا۔“
ح: امام عبدالرزاق نے جمیل بن زید سے روایت نقل کی ہے، کہ:

”أَنَّ رَأَى ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا طَافَ فِي يَوْمِ حَارٍ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ ،
ثُمَّ قَعَدَ فِي الْحَجْرِ فَاسْتَرَاحَ ، ثُمَّ قَامَ فَأَتَمَّ عَلَيَّ مَا
مَضَى .“ ❷

”بے شک انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو گرمی کے دن میں دیکھا، کہ انہوں نے طواف کے تین چکر لگائے، پھر انہوں نے حجر میں بیٹھ کر آرام کیا۔ پھر وہ اٹھے اور باقی ماندہ چکر پورے کیے۔“ ❸

د: امام بخاری نے تحریر کیا ہے، کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح ذکر کیا گیا ❹ ہے۔ ❺

ہ: امام بخاری نے امام عطاء کے متعلق نقل کیا ہے، کہ انہوں نے ایک ایسے شخص کے متعلق فرمایا، جو کہ طواف کر رہا ہو اور نماز کھڑی ہو جائے یا اسے اپنی جگہ سے ہٹایا

❶ منقول از: فتح الباری ۳/ ۴۸۴؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۹/ ۲۶۶. امام بخاری نے اسے تعلقاً ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب إذا وقف في الطواف، ۳/ ۴۸۴).
❷ المصنف، كتاب المناسك، باب الحلوس في الطواف والقيام فيه، رقم الرواية ۸۹۸۰، ۵/ ۵۶.

❸ یعنی سابقہ لگائے ہوئے چکروں کو شمار کر کے صرف باقی ماندہ چار چکر لگائے۔
❹ مراد یہ ہے، کہ طواف کے دوران توقف کی صورت میں، طواف دوبارہ شروع کرنے پر سابقہ لگائے ہوئے چکروں کو شمار کرنا۔

❺ ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الحج، باب إذا وقف في الطواف، ۳/ ۴۸۴.

جائے، کہ وہ:

”إِذَا سَلَّمَ يَرْجِعُ إِلَى حَيْثُ قُطِعَ عَلَيْهِ.“^①

”جب سلام پھیرے، تو طواف وہیں سے شروع کرے، جہاں سے اسے منقطع کیا گیا تھا۔“

مذکورہ بالا روایات کے حوالے سے چار باتیں:

۱: علامہ ابو بکر کاسانی لکھتے ہیں:

”الْمَوَالَاةُ فِي الطَّوَافِ لَيْسَتْ بِشَرْطٍ، حَتَّى لَوْ خَرَجَ الطَّائِفُ مِنْ طَوَافِهِ لِصَلَاةٍ جَنَازَةٍ أَوْ مَكْتُوبَةٍ أَوْ لِتَجْدِيدٍ وَضُوءٍ، ثُمَّ عَادَ بَنَى عَلَى طَوَافِهِ، وَلَا يَلْزَمُهُ الْإِسْتِنَافُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾^② مُطْلَقًا عَنْ شَرْطِ الْمَوَالَاةِ؛ وَرَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ خَرَجَ مِنَ الطَّوَافِ، وَدَخَلَ السَّقَايَةَ، فَاسْتَسْقَى، فَسُقِيَ، فَشَرِبَ، ثُمَّ عَادَ، وَبَنَى عَلَى طَوَافِهِ. وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.“^③

”طواف میں تسلسل کا برقرار رکھنا شرط نہیں، یہاں تک کہ اگر طواف کرنے والا نمازِ جنازہ یا فرض نماز یا وضو کی تجدید کے لیے طواف سے نکل جائے اور پھر واپس آئے، تو (طواف کی) بنیاد سابقہ طواف پر رکھے گا اور اس پر از سر نو طواف کا آغاز کرنا لازم نہیں۔ اور یہ اس وجہ سے ہے، کہ ارشاد باری تعالیٰ: [اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں] میں

① صحیح البخاری، کتاب الحج، باب إذا وقف في الطواف، ۴۸۴/۳.

② سورة الحج / جزء من الآية ۲۹.

③ بدائع الصنائع ۲/۱۳۰.

تسلسل کے برقرار رکھنے کی شرط کے بغیر طواف کا حکم دیا گیا ہے۔
 اور رسول اللہ ﷺ سے منقول روایت کی بنا پر ہے، کہ بے شک
 آنحضرت ﷺ طواف سے نکل کر (حجاج کے) پانی پینے کی جگہ تشریف
 لے گئے۔ آپ نے پانی طلب کیا۔ پانی پیش کیا گیا، تو آپ ﷺ نے
 پیا، پھر واپس طواف کے لیے آئے اور اپنے سابقہ طواف پر (نئے
 چکروں) کی بنیاد رکھی۔ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ“

ب: مذکورہ بالا چار روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، کہ طواف کے دوران
 فرض نماز، آرام یا کسی اور ضرورت کی بنا پر ٹھہرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ دوبارہ طواف
 شروع کرنے پر سابقہ چکروں کو شمار کیا جائے گا۔ جمہور علمائے امت کی یہی رائے
 ہے، ۱ البتہ تفصیل میں کچھ اختلاف ہے۔

حضرات ائمہ اربعہ، اسحاق اور ابو ثور کے نزدیک فرض نماز کھڑی ہونے پر طواف
 روک کر جماعت میں شامل ہو جائے اور جماعت سے فراغت کے بعد سابقہ لگائے
 ہوئے چکر شمار کر کے بقیہ چکر پورے کرے۔

ج: نمازِ جنازہ کی صورت میں امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک طواف جاری
 رکھنا افضل ہے۔ امام ابو حنیفہ کی رائے میں اس صورت میں طواف چھوڑ کر نمازِ جنازہ
 میں شریک ہو جائے اور اس سے فارغ ہو کر طواف کے بقیہ چکر پورے کرے۔ ۲
 افضلیت میں اختلاف کے باوجود سابقہ چکروں کو شمار کرنے میں طواف کرنے
 والوں کے لیے آسانی ہے اور اب حج اور رمضان کے دنوں میں تو اس آسانی کی
 اہمیت اور فائدہ مزید بڑھ جاتے ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَعَالَىٰ عَلَىٰ تَيْسِيرِهِ .

① ملاحظہ ہو: عمدة القاریء ۲۶۶/۹؛ فتح الباری ۴۸۴/۳

② ملاحظہ ہو: عمدة القاریء ۲۶۶/۹؛ فتح الباری ۴۸۴/۳

د: سعودی عرب کی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات و افتاء سے استفسار کیا گیا، کہ فرض نماز کی جماعت شروع ہونے پر پانچویں چکر کے درمیان سے طواف چھوڑ کر نماز میں شریک ہونے والا، بعد میں اپنے طواف کی ابتدا کہاں سے کرے؟
دائمی مجلس نے اپنے جواب میں تحریر کیا:

”الصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا يُلْغِي الشُّوْطَ فِي مِثْلِ هَذِهِ الْحَالَةِ، بَلْ يَبْدَأُ إِتْمَامَ هَذَا الشُّوْطِ مِنْ حَيْثُ قَطَعَهُ مِنْ أَجْلِ صَلَاتِهِ مَعَ الْإِمَامِ.“^①

”صحیح (بات) یہ ہے، کہ وہ ایسی حالت میں (شروع کیے ہوئے) چکر کو لغو نہ کرے، بلکہ امام کے ساتھ نماز کی خاطر جس جگہ سے چکر چھوڑا تھا، وہیں سے اسے مکمل کر لے۔“

۱۱: طواف کی دو رکعتوں کے لیے جگہ کی پابندی نہ ہونا:

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں طواف کے بعد مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے دو رکعتیں ادا کیں۔^② لیکن ان رکعتوں کو اس مقام پر ادا کرنے کی پابندی نہیں، بلکہ طواف کرنے والا جہاں چاہے، مسجد حرام کے اندر یا باہر، انہیں ادا کرے۔ ذیل میں اس بارے میں دو روایتیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام بخاری نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے،

① فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء، الفتویٰ رقم ۷۳۰۶، ۱۱/۲۳۰.

② ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب من صلی رکعتی الطواف خلف المقام، رقم الحدیث ۱۶۲۷، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، ۳/۴۸۷؛ و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ، رقم الحدیث ۱۴۷- (۱۲۱۸)، عن جابر رضی اللہ عنہ، ۲/۸۸۷.

کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا:

”جب صبح کی نماز کھڑی ہو اور لوگ نماز پڑھنے میں مشغول ہو جائیں، تو تم

اپنی اونٹنی پر طواف کر لینا۔“

”فَفَعَلْتُمْ ذَلِكَ، فَلَمْ تُصَلِّ حَتَّى خَرَجَتْ.“^①

”پس انہوں نے ایسے ہی کیا اور باہر نکلنے تک (طواف کی) نماز نہ پڑھی۔“

ب: امام مالک نے عبد الرحمن بن عبد القاری سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں

نے خبر دی:

”بے شک انہوں نے نماز صبح کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف

کیا۔ جب عمر رضی اللہ عنہ طواف کر چکے، تو انہوں نے دیکھا، کہ سورج طلوع

نہیں ہوا تھا، پس وہ سوار (ہو کر روانہ) ہو گئے، یہاں تک کہ انہوں نے

ذی طوی میں اپنی سواری کو بٹھایا اور دو رکعتیں ادا کیں۔“^②

اور [ذی طوی] مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔^③

ایک دوسری روایت میں ہے:

”عمر رضی اللہ عنہ نے (نماز) صبح کے بعد طواف کیا، پھر مدینہ (طیبہ) کی طرف

روانہ ہوئے جب وہ ذی طوی پہنچے، تو سورج طلوع ہو چکا تھا، تو انہوں

نے (طواف کی) دو رکعتیں ادا کیں۔“^④

دونوں روایتوں کے حوالے سے تین باتیں:

① صحیح البخاری، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۶۲۶ باختصار، ۴۸۶/۳.

② الموطأ، کتاب الحج، باب الصلاة بعد الصبح والعصر في الطواف، رقم الرواية ۱۱۷، ۳۶۸/۱.

③ كشف المغطاء عن وجه الموطأ، ص ۳۸۷، هامش ۲.

④ منقول از: فتح الباری ۴۸۹/۳.

۱: حافظ ابن حجر پہلی روایت کے الفاظ [حَتَّىٰ خَرَجَتْ] [یہاں تک کہ وہ نکل گئیں] کی شرح میں لکھتے ہیں:

”أَيُّ مِنَ الْمَسْجِدِ أَوْ مِنْ مَكَّةَ.“^①

”یعنی مسجد (حرام) سے یا مکہ سے۔“

حافظ رحمہ اللہ مزید تحریر کرتے ہیں:

”قَدَلَّ عَلَىٰ جَوَازِ صَلَاةِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ، إِذْ لَوْ

كَانَ ذَلِكَ شَرْطًا لَازِمًا، لَمَا أَقْرَأَهَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَىٰ ذَلِكَ.“^②

”یہ (بات) مسجد (حرام) کے باہر نمازِ طواف ادا کرنے کے جواز کی دلیل ہے، کیونکہ اگر وہ (یعنی مسجد حرام ہی میں نمازِ طواف ادا کرنا) لازمی شرط ہوتی، تو نبی کریم ﷺ خاموش رہ کر اسے درست قرار نہ دیتے۔“

ب: امام بخاری نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَنْ صَلَّى رَكَعَتِي الطَّوَافِ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ]^③

[طواف کی دو رکعتیں مسجد سے باہر پڑھنے والے شخص کے متعلق باب]

اس عنوان کی شرح میں حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں:

”هَذِهِ التَّرْجِمَةُ مَعْقُودَةٌ لِيَبَيِّنَ إِجْزَاءَ صَلَاةِ رَكَعَتِي الطَّوَافِ

فِي أَيِّ مَوْضِعٍ أَرَادَ الطَّائِفُ، وَإِنْ كَانَ ذَلِكَ خَلْفَ الْمَقَامِ

أَفْضَلُ.“^④

”اس عنوان کے تحریر کرنے کا مقصود یہ ہے، کہ جہاں بھی طواف کرنے

① فتح الباري ۳/۴۸۷.

② المرجع السابق ۳/۴۸۷.

③ صحيح البخاري ۳/۴۸۶.

④ فتح الباري ۳/۴۸۶.

والا دو رکعتیں پڑھنا چاہے، وہ ادا ہو جائیں گی، اگرچہ انہیں مقام [ابراہیم ؑ] کے پیچھے پڑھنا افضل ہے۔“

حج: علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

”وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَرْكَعَهُمَا خَلْفَ الْمَقَامِ، وَحَيْثُ رَكَعَهُمَا جَازًا.“^①

”انہیں (یعنی طواف کی دو رکعتوں کو) مقام (ابراہیم ؑ) کے پیچھے پڑھنا مستحب اور کسی بھی دوسری جگہ پڑھنا جائز ہے۔“

۱۲: دخولِ کعبہ کا واجب نہ ہونا:

نبی کریم ﷺ کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے، لیکن امت پر اسے واجب نہیں کیا، بلکہ آنحضرت ﷺ نے وہاں سے باہر تشریف لا کر وہ بات فرمائی، جس سے اس کے واجب ہونے کی نفی ہوئی۔

حضرات امّہ البوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”رسول اللہ ﷺ میرے ہاں سے شاداں و فرحاں نکلے، پھر واپس تشریف لائے، تو آپ ﷺ غمگین تھے۔ میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! آپ میرے ہاں سے ایسے ایسے (خوش و خرم) گئے تھے۔“
آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

① ملاحظہ ہو: المغنی ۲۳۱/۵-۲۳۲؛ نیز ملاحظہ ہو: کتاب المجموع شرح المہذب ۵۳/۸-۵۸؛ ومناسک الحج والعمرة للإمام النووي ص ۲۴۵؛ وأحكام مناسك الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي لشيخ الإسلام ابن تيمية ص ۱۴۲؛ والتحقق والإيضاح للشيخ ابن باز ص ۱۵۷، (المطبوع مع شرحه الإفصاح).

”إِنِّي دَخَلْتُ الْكُعْبَةَ، وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ فَعَلْتُ. إِنِّي أَخَافُ أَنْ أَكُونَ اتَّبَعْتُ أُمَّتِي مِنْ بَعْدِي.“^①

”بے شک میں کعبہ میں داخل ہوا، میں نے چاہا، کہ میں ایسے نہ کرتا۔ مجھے خدشہ ہے، کہ (اس طرح) میں نے بعد میں آنے والی اپنی امت کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔“

امام ابن خزیمہ نے اس پر حسب ذیل عنوان اور عبارت تحریر کی ہے:

[بَابُ ذِكْرِ الدَّلِيلِ أَنَّ دُخُولَ الْكُعْبَةِ لَيْسَ بِوَاجِبٍ، إِذِ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ أَعْلَمَ بَعْدَ دُخُولِهِ إِيَّاهَا أَنَّهُ وَدَّ إِنْ لَمْ يَكُنْ دَخَلَهَا مَحَاقَةَ إِتِّعَابِ أُمَّتِهِ بَعْدَهُ. وَهَذَا كَثِيرٌ بِهٖ ﷺ بَعْضَ التَّطَوُّعِ، وَالَّذِي كَانَ يُحِبُّ أَنْ يَفْعَلَهُ لِإِرَادَةِ التَّخْفِيفِ عَلَى أُمَّتِهِ ﷺ].^②

[دخول کعبہ کے واجب نہ ہونے کی دلیل کے ذکر کے متعلق باب، کیونکہ اس میں داخل ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ نے بتلایا، کہ ان کے بعد

① المسند، رقم الحدیث ۲۵۰۶، ۴۱/۴۱-۵۰۴، ۵۰۵-۵۰۵؛ وسنن أبي داود، كتاب المناسك، باب في دخول الكعبة، رقم الحدیث ۲۰۲۷، ۶/۷؛ وجامع الترمذی، باب ما جاء في دخول الكعبة، رقم الحدیث ۸۷۴، ۳/۵۱۹-۵۲۰؛ وسنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب دخول الكعبة، رقم الحدیث ۳۰۶۶، ۹/۱۲۲-۱۲۴؛ وصحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الحدیث ۳۰۱۴، ۴/۳۳۳؛ والمستدرک علمی الصحیحین، كتاب المناسك، ۱/۴۷۹. الفاظ حدیث المسند کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [صحیح]؛ امام حاکم نے [صحیح] الاسناد، حافظ ذہبی نے [صحیح]؛ ڈاکٹر اعظمی اور شیخ جاناہ نے [صحیح] الاسناد اور شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے [حسن الغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۳/۵۲۰؛ والمستدرک ۱/۴۷۹؛ والتلخیص ۱/۴۷۹؛ وھامش صحيح ابن خزيمة ۴/۳۳۳؛ وإنجاز الحاجة ۹/۱۲۴؛ وھامش المسند ۴۱/۵۰۵)۔

② صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ۴/۳۳۳۔

امت کے مشقت میں پڑنے کے اندیشے کی بنا پر ان کی خواہش تھی، کہ وہ اس میں داخل نہ ہوتے۔ یہ اسی طرح ہے، جیسے کہ آنحضرت ﷺ بعض نقلی کام خواہش کے باوجود امت پر تخفیف کی خاطر چھوڑ دیتے۔ [

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

”دَخُولُ الْكَعْبَةِ لَيْسَ بِفَرَضٍ وَلَا سُنَّةٍ مُؤَكَّدَةٍ، بَلْ دُخُولُهَا حَسَنٌ، وَالنَّبِيُّ ﷺ لَمْ يَدْخُلْهَا فِي الْحَجِّ وَلَا فِي الْعُمْرَةِ، وَلَا عُمْرَةَ الْجِعْرَانَةِ، وَلَا عُمْرَةَ الْقَضِيَّةِ، وَإِنَّمَا دَخَلَهَا عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ.“^①

”کعبہ میں داخل ہونا ہے نہ فرض ہے اور نہ ہی سنت مؤکدہ، البتہ اس میں داخل ہونا مستحب ہے۔ نبی کریم ﷺ حج اور کسی بھی عمرے کے دوران اس میں داخل نہ ہوئے، نہ عمرہ جعرانہ^② میں اور نہ ہی صلح حدیبیہ کے بعد اگلے سال والے عمرے میں۔ آپ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر ہی اس میں داخل ہوئے۔“^③

۱۳: حطیم میں نماز کا کعبۃ اللہ کے اندر کی نماز ہونا:

حج و عمرہ کرنے والوں کی ایک شدید خواہش کعبۃ اللہ میں داخل ہو کر نماز ادا کرنا ہوتی ہے۔ رب ذوالجلال کی قدرت و حکمت، کہ قریش نے حلال مال کی کمی کی وجہ سے کعبۃ اللہ کا کچھ حصہ تعمیر کیے بغیر چھوڑ دیا، جو کہ حطیم یا حجر کے نام سے مشہور ہے اور

① احکام مناسک الحج والعمرة ص ۲۰۱.

② ۸ ہجری میں غزوہ حنین کے بعد آنحضرت ﷺ نے جعرانہ کے مقام سے احرام باندھ کر کیا۔

(ملاحظہ ہو: زاد المعاد ۲/۹۱).

③ صلح حدیبیہ ۶ ہجری کے اگلے سال ذوالقعدہ ۷ ہجری میں آنحضرت ﷺ نے کیا۔ (ملاحظہ ہو: المس

سیرت نبوی ﷺ ص ۳۶۷).

اس میں نمازِ کعبۃ اللہ ہی میں نماز ہے۔

حضراتِ ائمہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن خزیمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”كُنْتُ أَحَبُّ أَنْ أَدْخُلَ الْبَيْتَ وَأُصَلِّيَ فِيهِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَدِي، فَأَدْخَلَنِي الْحِجْرَ، وَقَالَ:

”يَا عَائِشَةُ! إِنَّ قَوْمَكَ لَمَّا بَنَوْا الْكَعْبَةَ اسْتَقْصَرُوا، فَأَخْرَجُوا الْحِجْرَ مِنَ الْبَيْتِ، فَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تُصَلِّيَ فِي الْبَيْتِ فَصَلِّي فِي الْحِجْرِ، فَإِنَّمَا هُوَ قِطْعَةٌ مِنَ الْبَيْتِ“^①

”میں بیت اللہ میں داخل ہو کر نماز پڑھنا چاہتی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے حطیم میں داخل کر دیا اور فرمایا:

”اے عائشہ رضی اللہ عنہا! درحقیقت جب تمہاری قوم نے کعبہ کو تعمیر کیا، تو ان کے پاس رقم کم ہو گئی، تو انہوں نے حطیم (والاحصہ) بیت (اللہ) سے باہر رہنے دیا۔ سو جب تم بیت (اللہ) کے اندر نماز پڑھنا چاہو، تو حطیم میں نماز پڑھ لو، کیونکہ وہ بیت (اللہ) کا ہی حصہ ہے۔“

امام ابن خزیمہ نے اس پر حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ اسْتِحْبَابِ الصَّلَاةِ فِي الْحِجْرِ إِذَا لَمْ يُمَكَّنْ دُخُولُ

① سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الصلاة في الحجر، رقم الحديث ۲۰۲۶، ۶/۶؛ و سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، كتاب الصلاة في الحجر، ۵/۴۱۹؛ و جامع الترمذي، باب ما جاء في الصلاة في الحجر، رقم الحديث ۳۰۱۸، ۴/۳۲۵. الفاظ حدیث صحیح ابن خزیمہ کے ہیں۔ (شیخ البانی نے سنن کی روایت کو [حسن صحیح] اور ڈاکٹر اعظمی نے ابن خزیمہ کی [سند کو حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبي داود ۱/۳۸۱؛ و هامش صحیح ابن خزیمہ، ۴/۳۳۵)۔

الْكَعْبَةِ إِذْ بَعْضُ الْحَجْرِ مِنَ الْبَيْتِ ①

[جب کعبہ میں داخلہ ممکن نہ ہو، تو حطیم میں نماز (ادا کرنے) کا مستحب

ہوتا، کیونکہ حطیم کا کچھ حصہ ② بیت (اللہ) میں سے ہے]

۱۳: طواف اور سعی کے درمیان وقفہ کرنا:

طواف کے متصل بعد سعی کرنا مستحب اور افضل ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسے ہی کیا، ③ لیکن اگر کوئی شخص ان دونوں کے درمیان وقفہ کر لے، تو اس پر نہ گناہ ہے اور نہ فدیہ۔ توفیق الہی سے ذیل میں اس بارے میں بعض علمائے امت کے اقوال و افعال درج کیے جا رہے ہیں:

ا: امام احمد نے فرمایا:

”لَا بَأْسَ أَنْ يُؤَخَّرَ السَّعْيُ حَتَّى يَسْتَرِيحَ أَوْ إِلَى الْعِشِيِّ“ ④

[سعی کو آرام کرنے یا پچھلے پہر تک مؤخر کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔]

ب: علامہ ابن قدامہ نے تحریر کیا ہے:

”وَكَانَ عَطَاءٌ وَالْحَسَنُ لَا يَرِيَانُ بَأْسًا لِمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ

أَوَّلَ النَّهَارِ، أَنْ يُؤَخَّرَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ إِلَى الْعِشِيِّ. وَفَعَلَهُ

الْقَاسِمُ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَبْرِ“ ⑤

① صحیح ابن خزیمہ ۴/۳۳۵۔

② ایک روایت میں ہے، کہ وہ حصہ چھ بالشت کے برابر ہے۔ (ملاحظہ ہو: سلسلۃ الأحادیث الصحیحہ، المجلد الأول / جزء من رقم الحدیث: ۴۳)۔

③ ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ، جزء من رقم الحدیث ۱۶۷-۱۲۱۸، ۲/۸۸۸۔

④ المعنی ۵/۲۴۰۔

⑤ المرجع السابق ۵/۲۴۰۔

”عطاء اور حسن دن کے اولین حصے میں طواف کرنے والے کے لیے پچھلے پہر تک صفا و مردہ کی سعی کو مؤخر کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ قاسم ❶ اور سعید بن جبیر نے ایسے ہی کیا۔“

حج: علامہ رحمہ اللہ ہی نے مزید قلم بند کیا ہے:

جب سعی کے اپنے چکروں کے درمیان تسلسل کا برقرار رکھنا واجب نہیں، تو طواف اور سعی کے درمیان تو یہ بطریق اولیٰ ضروری نہیں ہوگا۔ ❷

د: سعودی دائمی مجلس برائے علمی بحوث و افتاء نے سعی کو طواف کے بعد تاخیر سے

کرنے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں اپنے فتویٰ میں تحریر کیا ہے:

”سَعْيُكَ آخِرَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ أَوْ بَعْدَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ صَحِيحٌ، وَلَا حَرَجَ عَلَيْكَ فِي تَأْخِيرِهِ، لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ شُرُوطِ صِحَّتِهِ أَنْ يَكُونَ مُتَّصِلًا بِالطَّوَافِ، لَكِنَّ مِنَ الْكَمَالِ أَنْ يَكُونَ بَعْدَ الطَّوَافِ مُتَّصِلًا بِهِ، تَأْسِيًا بِالنَّبِيِّ ﷺ.“ ❸

”تمہاری ایام تشریق کے آخر میں یا ان کے بعد سعی درست ہے اور اس کے مؤخر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ اس کے درست ہونے کے لیے طواف سے متصل ہونا ضروری نہیں، لیکن نبی کریم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے خوبی والی بات یہ ہے، کہ وہ طواف کے متصل بعد ہو۔“

اسی سلسلے میں ایک اور سوال کے جواب میں دائمی مجلس نے حسب ذیل فتویٰ دیا ہے:

❶ قاسم سے مراد قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم ہیں۔ ابوالثراد فرماتے ہیں: ”میں نے ان سے زیادہ سنت کو جاننے والوں میں دیکھا۔“ اور امام مالک نے فرمایا: ”قاسم اس امت کے فقہاء میں سے تھے۔“ (ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب ۸/۳۳۴).

❷ ملاحظہ ہو: المغنی ۵/۲۴۰.

❸ فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء، الفتویٰ رقم (۲۴۴۵)، ۱۱/۲۶۲۲-۲۶۲۳.

”السُّنَّةُ أَنْ يَكُونَ السَّعْيُ مُتَّصِلًا بِالطَّوَّافِ بِقَدَرِ
الْإِسْتِطَاعَةِ، فَإِنْ أَخَّرَ السَّعْيَ كَثِيرًا، ثُمَّ سَعَى أَجْزَاءً.“^①
”سنت یہ ہے، کہ سعی کو طواف کے متصل (بعد) کیا جائے، لیکن اگر زیادہ
تاخیر کرنے کے بعد سعی کی، تو تب بھی وہ کفایت کر جائے گی۔“

۱۵: سعی کے لیے طہارت کا شرط نہ ہونا:

حج اور عمرے کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی
کے لیے طہارت شرط نہیں۔ ذیل میں اس کے متعلق تین دلائل ملاحظہ فرمائیے:
۱: امام مسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت کردہ حدیث میں ہے،
کہ جب حجۃ الوداع میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے حیض کے شروع ہونے
کی خبر دی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”أَفْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى
تَطْهَرِي.“^②

”جو حج کرنے والا کرتا ہے، تم (بھی) کرو، سوائے اس (بات) کے، کہ
پاک ہونے تک بیت (اللہ) کا طواف نہیں کرنا۔“

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے حیض والی
عورت کو بیت اللہ کے طواف کے سوا دیگر تمام مناسک حج ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور
انہی میں سے صفا و مروہ کے درمیان سعی ہے۔ اگر سعی کے لیے طہارت شرط ہوتی، تو

① فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء، الفتویٰ رقم ۶۰۴۴، ۱۱/۲۶۳-۲۶۴.

② صحیح مسلم، کتاب الحج، باب وجوه الإحرام، جزء من رقم الحدیث ۱۲۰.

(۱۲۱۱)، ۲/۸۷۴.

حائضہ کو اس کی اجازت کیسے دی جاتی؟

علامہ قرطبی نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ تَفْعَلُ الْحَائِضُ وَالنَّفْسَاءُ جَمِيعَ الْمَنَاسِكِ إِلَّا
الطَّوَّافَ بِالْبَيْتِ] ❶

[بیت (اللہ) کے طواف کے سوا حیض اور نفاس والی عورت کے تمام

اعمال حج کرنے کے متعلق باب]

حدیث کی شرح میں امام نووی رقم طراز ہیں:

”اس میں حیض اور زچگی والی عورت، بے وضو اور جنابت والے شخص کے

طواف اور اس کی دو رکعتوں کے علاوہ، حج میں کیے ہوئے دیگر تمام

افعال، اقوال اور باتوں کے درست ہونے کی دلیل ہے۔“ ❷

ب: حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

”إِذَا طَافَتِ الْمَرْأَةُ بِالْبَيْتِ، وَصَلَّتْ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ

حَاضَتْ، فَلْتَطْفُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.“ ❸

”جب عورت کو بیت (اللہ) کے طواف اور دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد

حیض آئے، تو وہ صفا و مروہ کی سعی کرے۔“

ج: سعی کا عمل بیت اللہ سے متعلق نہیں، لہذا اس کے لیے طہارت شرط نہیں، جس

طرح کہ وقوف عرفات کے لیے شرط نہیں۔ ❹

❶ المفہم ۳/۳۰۵.

❷ شرح النووی ۸/۱۴۶.

❸ منقول از: المغنی ۵/۲۴۶؛ نیز ملاحظہ ہو: موسوعة فقه عائشة أم المؤمنين رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ص ۲۸۳.

❹ ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ۲/۱۳۵؛ والمغنی ۵/۲۴۶.

اس آسانی کے حوالے سے تین باتیں:

سعی کے دوران حالتِ طہارت میں رہنا مستحب ہے۔^①
 ب: آج کل حائضہ اور زچہ سعی نہیں کر سکتی، کیونکہ سعی کی جگہ مسجد کے اندر شامل ہو چکی ہے اور ایسی خواتین کا مسجد میں داخلہ درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 ج: سعودی عرب کی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات و افتاء نے اپنے ایک فتویٰ میں تحریر کیا ہے:

”سَعْيُكَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ صَحِيحٌ، وَلَوْ كَانَ بِدُونِ
 طَهَارَةٍ، لِأَنَّهَا لَا تُشْتَرَطُ فِي السَّعْيِ.“^②
 ”صفا مروہ کے درمیان تمہاری سعی، اگرچہ وہ طہارت کے بغیر تھی،
 درست ہے، کیونکہ وہ (طہارت) سعی کے لیے شرط نہیں“

۱۶: حج میں طواف سے پہلے سعی:

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں پہلے طواف، پھر سعی کی، لیکن آپ ﷺ نے [طواف سے پہلے سعی] کے متعلق [کوئی حرج نہیں] فرما کر امت کے لیے آسانی فرمادی۔

امام ابوداؤد نے حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کے لیے نکلا۔ لوگ آپ ﷺ کے پاس

① ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ۳/۱۳۵؛ والمغنی ۵/۲۴۶؛ وکتاب الإيضاح فی مناسک الحج والعمرة ص ۲۶۰۔

② فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء، جزء من الفتاویٰ رقم (۱۱۹۷۲)، ۲۶۴/۱۱۔

[مسائل دریافت کرنے کی خاطر] آتے تھے۔

پس جس شخص نے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! سَعَيْتُ قَبْلَ أَنْ أَطُوفَ أَوْ قَدَمْتُ شَيْئًا أَوْ
أَخَرْتُ شَيْئًا.“

”یا رسول اللہ ﷺ! میں نے طواف سے پہلے سعی کی یا کسی اور چیز کو

[اس کی متعین ترتیب سے] پہلے کیا یا بعد میں کیا۔“

تو آنحضرت ﷺ فرماتے:

”لَا حَرَجَ، لَا حَرَجَ إِلَّا عَلَى رَجُلٍ افْتَرَضَ عِرْضَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ
وَهُوَ ظَالِمٌ، فَذَلِكَ الَّذِي حَرَجَ وَهَلَكَ.“^①

”کوئی مضایقہ نہیں، کوئی مضایقہ نہیں، ہاں البتہ اس شخص نے بُرا کام کیا

اور وہ برباد ہوا، جس نے کسی مسلمان کی عزت ناحق پامال کی۔“

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے سعی سے پہلے طواف

کرنے کے متعلق [کوئی مضایقہ نہیں] فرما کر امت کے لیے سہولت اور آسانی

فرمادی۔ فَصَلَّوْا تُ رَبِّي وَ سَلَامُهُ عَلَيْهِ ..

تنبیہ:

گزشتہ صفحات میں بیان کردہ تفصیل کی روشنی میں طواف سے پہلے کی ہوئی سعی

قصداً ہو یا سہواً، لاعلمی کی وجہ سے، یا اصل ترتیب کو جانتے ہوئے، بہر صورت یہ

① سنن ابی داؤد، کتاب الحج، باب فیمن قدم شئاً قبل شئاً فی حجہ، رقم

الحدیث: ۲۰۱۳، ۳۴۴/۵، شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن

ابی داؤد ۱/۳۷۹)۔

سعی شرعاً درست ہوگی اور اس طرح کرنے سے نہ گناہ ہوگا اور نہ ہی دم واجب ہوگا۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰی تَيْسِيْرِهِ .

۷: ا: قارن ❶ پر ایک سعی کا ہونا:

حج اور عمرے کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ حج قرآن کرنے والوں پر صرف ایک سعی ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں پر طوافِ قدوم کے ساتھ سعی کرنے کی صورت میں طوافِ افاضہ کے بعد سعی نہیں ہوتی۔ ذیل میں اس بارے میں تین احادیث ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ بیان کرتے ہیں:

”لَمْ يَطْفُ النَّبِيُّ ﷺ وَلَا أَصْحَابُهُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا.“ ❶

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے صفا و مروہ کے درمیان صرف ایک مرتبہ سعی کی۔“

صحیح مسلم ہی میں ایک دوسری روایت میں ہے:

”إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا، طَوَافَهُ الْأَوَّلُ.“ ❷

”صرف ایک سعی کی (اور وہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی سعی (تھی)“

ب: حضرات ائمہ احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

❶ یعنی وہ حج کرنے والا، جو ایک ہی سفر میں، ایک ہی دفعہ احرام باندھ کر حج اور عمرہ کرے۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۲۶۵- (۱۲۷۹)، ۲/۹۳۰.

❸ المرجع السابق ۲/۹۳۱.

”مَنْ أَحْرَمَ بِالسَّحَجِ وَالْعُمْرَةِ أَجْزَأَهُ طَوَافٌ وَاحِدٌ، وَسَعْيٌ وَاحِدٌ مِنْهُمَا، حَتَّى يَجِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا.“^①

”جس شخص نے حج اور عمرے کا احرام باندھا، اسے دونوں کے لیے ایک طواف اور ایک سعی کفایت کرتی ہے، یہاں تک کہ وہ دونوں سے حلال ہو جائے۔“

ح: امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ ہم حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے، پس ہم نے عمرے کے لیے تلبیہ پکارا، پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَهْلُ بِالسَّحَجِ وَالْعُمْرَةِ، ثُمَّ لَا يَجِلُّ حَتَّى يَجِلَّ مِنْهُمَا.“

”جس کے ہمراہ قربانی (کا جانور) ہے، وہ حج اور عمرے (دونوں کے لیے ایک ساتھ) تلبیہ پکارے، پھر ان دونوں سے ایک ساتھ حلال ہو۔“

”فَطَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ حَلُّوا، ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مَنَى . وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا بَيْنَ

① المسند، رقم الحديث ۱۸۸/۷، ۵۳۵-۱۸۹؛ وجامع الترمذی، کتاب الحج، رقم الحديث ۹۵۵، ۱۸/۴؛ وسنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب طواف القارن، رقم الحديث ۲۹۷۵، ۸/۶۱۷؛ والإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب القران، ذکر الجز المدحض قول من زعم أن القارن يطوف طوافين ويسعى سبعين، رقم الحديث ۳۹۱۶، ۹/۲۲۴-۲۲۵. الفاظ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ شیخ احمد شاکر نے المسند کی [سند کو صحیح] اور شیخ البانی نے سنن الترمذی کی [حدیث کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش المسند ۱۸۸/۷؛ صحیح سنن الترمذی ۱/۲۸۰). حافظ ابن حجر نے سنن سعید بن منصور کے حوالے سے اسے نقل کر کے اس پر کی گئی تنقید کا رد کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۴/۴۹۴).

الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا. ❶
 ”عمرے کا تلبیہ پکارنے والوں نے سعی کی، پھر حلال ہو گئے، پھر انہوں
 نے منیٰ سے واپسی کے بعد دوبارہ ایک سعی کی، لیکن حج اور عمرے کو جمع
 کرنے والوں نے ایک ہی (دفعہ) سعی کی۔“

ان احادیث کے حوالے سے تین باتیں:

۱: پہلی حدیث پر امام نووی نے حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ بَيَانِ أَنَّ السَّعْيَ لَا يَكْرُرُ] ❷

[سعی کے دوبارہ نہ کرنے کے متعلق باب]

حدیث کی شرح میں امام نووی رقم طراز ہیں:

”یعنی نبی کریم ﷺ اور آپ کے حج قرآن کرنے والے صحابہ نے صفا و
 مروہ کے درمیان صرف ایک بار سعی کی۔ حج تمتع کرنے والے صحابہ نے
 دو دفعہ سعی کی۔ ایک مرتبہ عمرے کی اور دوسری بار قربانی کے دن حج
 کی۔“ ❸

امام ابن خزیمہ نے اپنی کتاب [اصحیح] میں درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ تَرْكِ السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مَعَ طَوَافِ الزِّيَارَةِ

لِلْمُفْرِدِ وَالْقَارِنِ] ❹

[مفرد اور قارن کے لیے طواف زیارت کے ساتھ صفا و مروہ کے درمیان

سعی چھوڑنے کے متعلق باب]

❶ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب طواف القارن، رقم الحدیث ۱۶۳۸، ۳/۴۹۳-۴۹۴.

❷ صحیح مسلم ۲/۹۳۰.

❸ شرح النووي ۸/۱۶۲-۱۶۳.

❹ صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، ۴/۳۰۸.

ب: تیسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول: "نُتِمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِئِي" سے مراد یہ ہے، کہ عمرہ کے بعد طواف ہونے والوں نے مئی سے واپسی پر دوسری مرتبہ سعی کی۔ ان کی پہلی سعی عمرے کے دوران تھی۔ اس سے یہ مراد نہیں، کہ انہوں نے مئی سے واپس آنے کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا، کیونکہ یہ طواف توجح کارکن ہے اور حج تمتع اور حج قرآن والے سب ہی اسے کرتے ہیں۔ اس مقام پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ کام بتلا رہی ہیں، جو حج تمتع کرنے والوں نے کیا اور حج قرآن والوں نے نہ کیا۔^①

ج: حضرات صحابہ عائشہ، ابن عمر، جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم اور حضرات ائمہ طاہرین، عطاء، حسن بصری، مجاہد، مالک، شافعی، ابن ماجہ، احمد، اسحاق، داؤد اور ابن منذر کے نزدیک حج قرآن والوں پر ایک سعی ہے۔ البتہ حضرات ائمہ شیعہ، نخی، جابر بن زید، عبد الرحمن بن اسود، ثوری، حسن بن صالح اور ابو حنیفہ کی رائے میں حج قرآن والے پر دو مرتبہ سعی کرنا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے۔^②

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں حج قرآن والوں پر ایک سعی ہونے کا قول راجح معلوم ہوتا ہے۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى .
سعی عرب کے سابق مفتی اعظم لکھتے ہیں:

”وَالْقَارِنَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ لَيْسَ عَلَيْهِ إِلَّا سَعْيٌ وَاحِدٌ
كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ حَدِيثُ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْمَذْكُورُ وَغَيْرُهُ مِنَ
الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ.“^③

① ملاحظہ ہو: مجموع فتاویٰ سماحة الشيخ عبد العزيز بن باز ۱/۲۷۵.

② ملاحظہ ہو: شرح النووي: ۱۶۳/۸.

③ التحقيق والإيضاح لكثير من مسائل الحج والعمرة والزيارة (المطبوع مع شرحه الإيضاح) ص ۲۱۳-۲۱۴؛ نیز ملاحظہ ہو: مناسك الحج والعمرة ص ۳۷؛ وھامش ۳۷

”حج قرآن والے پر ایک ہی سعی ہوتی ہے، جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث اور دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہے۔“

۱۸: عمرہ کرنے کے بعد وقوف عرفات تک طواف کا ضروری نہ ہونا:

حج و عمرہ کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ عمرے سے فراغت اور وقوف عرفات کے درمیانی وقت میں طواف کرنا ضروری نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں مکہ مکرمہ تشریف لا کر طواف وسعی کی، پھر وقوف عرفات تک کوئی نفل طواف نہ کیا۔

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ، فَطَافَ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَمْ يَقْرُبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا، حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ.“^①

”نبی کریم ﷺ مکہ تشریف لائے۔ طواف اور صفا و مردہ کے درمیان سعی کی۔ طواف کرنے کے بعد عرفات سے واپس آنے تک (خانہ) کعبہ کے قریب نہ گئے۔“

مقصود یہ ہے، کہ مکہ مکرمہ آمد کے موقع پر طواف اور سعی کے بعد آنحضرت ﷺ نے عرفات سے واپس آنے تک کے درمیانی وقت میں کوئی نفل طواف نہ کیا۔^②

① زاد المعاد للشمسين شعيب ارناؤط و عبد القادر ارناؤط ۱۵۰/۲ . حنبلي: امام ابن قيم نے اس بارے میں تفصیلی اور نہایت عمدہ گفتگو کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: زاد المعاد ۱۴۴/۲-۱۵۰).

② صحيح البخاري، كتاب الحج، باب من لم يقرب الكعبة ولم يطف حتى يخرج إلى عرفة ويرجع بعد الطواف الأول، رقم الحديث ۱۶۲۵، ۴۸۵/۳.

③ ملاحظہ ہو: فتح الباري ۴۸۶/۳.

حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر تحریر کرتے ہیں:

اس کا مقصود یہ نہیں، کہ حج کرنے والے کو وقوفِ عرفات سے پہلے نفلی طواف سے روکا جائے گا۔ شاید نبی کریم ﷺ نے طواف اس وجہ سے چھوڑا ہو، کہ کوئی اسے واجب نہ سمجھ لے اور آنحضرت ﷺ اپنی امت کے لیے آسانی پسند فرماتے تھے۔^①

تنبیہ:

حج کے لیے گھربار چھوڑ کر آنے والے لوگ نفلی طواف کے لیے نہ آنے کی صورت میں بے کار باتیں دیکھنے، سننے اور کرنے میں اپنے اوقات برباد نہ کریں، بلکہ وہ جہاں بھی قیام کر رہے ہوں، رب تعالیٰ کے مہمان بننے کے اس موقع سے عبادت، دعائیں اور ذکر کر کے خوب فائدہ اٹھائیں۔ معلوم نہیں، کہ پھر یہ موقع میسر آئے یا نہ آئے۔



① ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳/۴۸۶؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاری ۹/۲۶۸۔

- ح -

عرفات سے متعلقہ آسانیاں

۱: یومِ عرفہ کے تعین میں غلطی کا حج پر اثر انداز نہ ہونا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک عظیم آسانی یہ ہے، کہ اگر ذوالحجہ کے چاند کی پہلی تاریخ کے حوالے سے غلطی کی بنا پر یومِ عرفہ کے تعین میں چوک ہو جائے اور لوگ حقیقی دن کی بجائے پہلے یا بعد میں وقوفِ عرفات کریں، تو اس سے ان کا حج متاثر نہیں ہوتا۔ توفیق الہی سے ذیل میں اس بارے میں دو روایتیں پیش کی جا رہی ہیں:

۱: حضرات ائمہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”الصَّوْمُ يَوْمٌ تَصُومُونَ، وَالْفِطْرُ يَوْمٌ تُفْطِرُونَ، وَالْأَضْحَى يَوْمٌ تَضْحُونَ.“^①

”روزہ تمہارے روزہ رکھنے کے دن ہے، روزہ چھوڑنے (یعنی عید

① سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب إذا أخطأ الهلال، جزء من رقم الحدیث ۲۳۲۱، ۳۱۶/۶-۳۱۷؛ وجامع الترمذی، أبواب الصوم، رقم الحدیث ۶۹۳، ۳/۳۱۲؛ وسنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب شہرتی عید، رقم الحدیث ۱۶۶۰، ۵/۵۵۲-۵۵۳؛ وسنن الدارقطنی، کتاب الصیام، جزء من رقم الحدیث ۱۶۳/۲۰۳۱، ولسنن الکبری للبیہقی، کتاب الحج، رقم الحدیث ۹۸۲۶، ۵/۲۸۶۔ الفاظ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے (حسن غریب) اور شیخ البانی نے (صحیح) قرار دیا ہے۔ علامہ شوکانی اس کی سند کے راویان کو (ثقتہ) قرار دیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۳/۳۱۲؛ و صحیح سنن الترمذی ۱/۲۱۳؛ و نیل الأوطار ۳/۳۸۳)۔

الفطر) کا دن تمہارے روزہ چھوڑنے کے دن ہے اور قربانی (یعنی عید الاضحیٰ) کا دن تمہارے قربانی کرنے کے دن ہے۔“

ب: امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”الْفِطْرُ يَوْمٌ يُفْطِرُ النَّاسُ، وَالْأَضْحَى يَوْمٌ يُضَحِّي النَّاسُ.“^①

”روزہ چھوڑنے (یعنی عید الفطر) کا دن لوگوں کے روزہ چھوڑنے کے دن ہے اور قربانی (یعنی عید الاضحیٰ) کا دن جس دن لوگ قربانی کریں۔“

دونوں روایتوں کے حوالے سے چار باتیں:

ا: امام ترمذی نے پہلی حدیث کے متعلق بعض اہل علم کے حوالے سے نقل کیا ہے:

”إِنَّمَا مَعْنَى هَذَا: الصَّوْمُ وَالْفِطْرُ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَعَظْمِ النَّاسِ.“^②

”بے شک اس کا معنی یہ ہے: روزے کا رکھنا اور چھوڑنا جماعت اور لوگوں کی اکثریت کے ساتھ ہے۔“

علامہ عظیم آبادی اہل علم کے اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں:

”يَعْنِي هُوَ عِنْدَ اللَّهِ مَقْبُولٌ.“^③

”یعنی وہ اللہ کے ہاں مقبول ہے۔“^④

① جامع الترمذی، أبواب الصوم، باب ما جاء في الفطر والأضحى متى يكون؟، رقم الحدیث ۴۳۲/۳، ۷۹۹۔ شیخ البانی نے اسے (صحیح) قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذی ۲۴۱/۱)۔

② جامع الترمذی ۳/۳۱۲۔ عون المعبود ۶/۳۱۶۔

④ یعنی مسلمانوں کی جماعت اور عام لوگوں کے ساتھ شروع کیے ہوئے روزے اور ان کے ساتھ ہی روزے ختم کر کے، کی ہوئی عید اللہ تعالیٰ کے ہاں معتبر ہے۔

علامہ خطابی حدیث کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:

”مَعْنَى الْحَدِيثِ أَنَّ الْخَطَأَ مَوْضُوعٌ عَنِ النَّاسِ فِيمَا كَانَ سَبِيلُهُ لِالْجِتْهَادِ . فَلَوْ أَنَّ قَوْمًا اجْتَهَدُوا ، فَلَمْ يَرَوْا الْهَلَالَ إِلَّا بَعْدَ الثَّلَاثِينَ ، فَلَمْ يَقْطُرُوا حَتَّى اسْتَوْفُوا الْعَدَدَ ، ثُمَّ تَبَتْ عِنْدَهُمْ أَنَّ الشَّهْرَ كَانَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ ، فَأَنَّ صَوْمَهُمْ وَفَطْرَهُمْ مَا ضِىءَ ، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِمْ مِنْ وِزْرِ أَوْ عَتَبٍ . وَكَذَلِكَ هَذَا فِي الْحَجِّ إِذَا أَخْطَأُوا يَوْمَ عَرَفَةَ ، فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْهِمْ إِعَادَتُهُ ، وَيُجْزِيهِمْ أَضْحَاهُمْ كَذَلِكَ .

وَإِنَّمَا هَذَا تَخْفِيفٌ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ ، وَرَفَقٌ بِعِبَادِهِ . وَلَوْ كُتِّفُوا إِذَا أَخْطَأُوا الْعَدَدَ أَنْ يُعِيدُوا لَنْ يَأْمَنُوا أَنْ يَخْطَأُوا ثَانِيًا ، وَأَنْ لَا يَسْلَمُوا مِنَ الْخَطَأِ ثَالِثًا وَرَابِعًا . فَأَمَّا مَا كَانَ سَبِيلُهُ لِالْجِتْهَادِ كَانَ الْخَطَأُ غَيْرَ مَأْمُونٍ فِيهِ .“ ❶

”حدیث کا معنی یہ ہے کہ بے شک جن باتوں کا مدار کوشش پر ہے، ان میں خطا کی بنا پر لوگوں کا مواخذہ نہیں۔ اگر کوشش کے باوجود لوگ تیس سے پہلے چاند نہ دیکھ پائے اور انہوں نے (تیس) روزے پورے کر لیے، پھر ان کے نزدیک ثابت ہو گیا، کہ مہینہ تو اتنیس کا تھا، تو ان کے روزے رکھنے اور چھوڑنے کا (حساب) معتبر ہوگا۔ ان پر کوئی گناہ یا باہز پرس نہیں۔

اسی طرح حج میں اگر یوم عرفہ کے متعلق انہیں غلطی ہوئی، تو ان پر (حج کا) اعادہ نہیں ہوگا، اسی طرح ان کی قربانیاں انہیں کفایت کریں گی۔

بلاشک و شبہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے بندوں کے لیے آسانی اور

شفقت ہے۔ اگر خطا کی صورت میں انہیں دوبارہ (حج) کرنے کا حکم دیا جاتا، تو دوبارہ (بھی) غلطی کا امکان ہوتا اور اسی طرح تیسری اور چوتھی مرتبہ بھی، کیونکہ جس (فیصلے) کا انحصار (انسانی) کوشش پر ہو، اس میں غلطی سے بچنے کی ضمانت نہیں۔“

ب: امام ترمذی نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْفِطْرَ يَوْمَ نَفْطَرُونَ وَالْأَضْحَى يَوْمَ تَضْحُونَ] ❶

”روزہ چھوڑنے (کا دن) تمہارے روزہ چھوڑنے کے دن اور قربانی (کا دن) تمہارے قربانی کرنے کے دن، کے بارے میں جو کچھ آیا ہے، اس کے متعلق باب“

ج: علامہ قرطبی ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ

حَرَجٍ﴾ ❷ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”وَرَوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّ هَذِهِ فِي تَقْدِيمِ الْأَهْلَةِ وَتَأْخِيرِهَا فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى وَالصَّوْمِ . فَإِذَا أَخْطَأَتِ الْجَمَاعَةُ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ ، فَوَقَّفُوا قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ بِيَوْمٍ أَوْ وَقَّفُوا يَوْمَ النَّحْرِ أَجْزَاءَهُمْ .“ ❸

”ابن عباس رضي الله عنه اور حسن بصری سے روایت نقل کی گئی ہے، کہ یہ روزہ چھوڑنے قربانی اور روزہ رکھنے میں چاند (دیکھنے) میں تقدیم و تاخیر (کی

❶ جامع الترمذی ۳/۳۱۲.

❷ سورة الحج/ جزء من الآية ۷۸. [ترجمہ: اور تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی]۔

❸ تفسیر القرطبی ۱۲/۱۰۰.

غلطی) کے متعلق ہے۔ اگر لوگوں نے ذوالحجہ کے چاند کے بارے میں خطا کی اور عرفات میں ایک دن پہلے یا (ایک دن بعد) قربانی کے دن وقوف کیا، تو (ان کا وقوف) انہیں کفایت کر جائے گا۔“

د: امام بیہقی نے ابن جریر سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ”میں

نے عطاء سے پوچھا:

”رَجُلٌ حَجَّ أَوَّلَ مَا حَجَّ، فَأَخْطَأَ النَّاسُ يَوْمَ النَّحْرِ
أَيَجْزِي عَنْهُ؟“

”ایک شخص نے پہلا حج کیا اور لوگوں نے قربانی کے دن میں غلطی کی، تو کیا اس کا حج اسے کفایت کرے گا؟“

انہوں نے فرمایا: ”ہاں، یقیناً اس کا حج اسے کفایت کرے گا۔“^①

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ حج کی ایک عظیم آسانی یہ ہے، کہ یوم عرفہ کے تعیین میں تقدیم و تاخیر کی بنا پر اجتماعی خطا کے سبب اس سال حج کرنے والوں کا حج متاثر نہیں ہوگا۔ قَلِّلَهُ الْحَمْدُ عَلَى لُطْفِهِ وَرَحْمَتِهِ بَعْدَ إِدْوِهِ.

۲: وقوف عرفات کے وقت میں آسانی:

نبی کریم ﷺ نو ذوالحجہ کو زوال آفتاب کے بعد مسجد نمروہ میں ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کر کے میدان عرفات میں داخل ہوئے اور غروب آفتاب کے بعد وہاں سے مزدلفہ کے لیے روانہ ہوئے، لیکن امت کے لیے یہ آسانی فرمائی، کہ زوال آفتاب سے لے کر طلوع فجر سے پہلے کسی بھی وقت یہاں آنے والے شخص کے وقوف عرفات کو معتبر قرار دیا۔ تو فیض الہی سے اس بارے میں ذیل میں دو حدیثیں پیش کی

① ملاحظہ ہو: السنن الكبرى، کتاب الحج، باب خطأ الناس يوم عرفة، جزء من رقم الرواية

جا رہی ہیں:

۱: حضرات ائمہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت عبدالرحمن بن بصر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک نجد کے کچھ لوگ عرفات میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا، تو آپ ﷺ نے ایک منادی کرنے والے کو حکم دیا، تو اس نے اعلان کیا:

”الْحَجَّ عَرَفَةَ، مَنْ جَاءَ لَيْلَةَ جَمْعٍ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ، فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ.“^①

”حج عرفہ (میں) ٹھہرنے کا نام ہے، جو مزدلفہ (میں) قیام) والی شب طلوع فجر سے پہلے (عرفات میں) آیا، تو بے شک اس نے حج کو پایا۔“

سنن ابی داؤد میں ہے:

”فَتَمَّ حَجُّهُ.“^② ”پس اس کا حج پورا ہو گیا۔“

اور سنن ابن ماجہ میں ہے:

”فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ.“^③ ”پس یقیناً اس کا حج پورا ہو گیا۔“

① سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب من لم یدرک عرفہ، رقم الحدیث ۱۹۴۷، ۲۹۶/۵۔
 ② جامع الترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء من أدرك الامام یجمع فقد أدرك الحج، رقم الحدیث ۸۹۰، ۵۴۰/۳۔
 ③ سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب من أتى عرفہ قبل الفجر لیلۃ جمع، رقم الحدیث ۳۰۱۵، ۲۸-۲۹/۹، والإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب رمی الحج أيام التشریق، رقم الحدیث ۳۸۹۲، ۲۰۳/۹۔
 الفاظ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ اسے امام نووی اور شیخ البانی نے (صحیح) کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: کتاب المجموع ۹۸/۸، صحیح سنن الترمذی ۱/۲۶۵)۔

② سنن ابی داؤد ۵/۲۹۷۔

③ سنن ابن ماجہ ۹/۲۹۔

ب: حضرات ائمہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت مُصَرِّس بن اوس بن حارث بن لام طائی سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”میں مزدلفہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آپ کے نمازِ (فجر) کی غرض سے نکلنے کے وقت حاضر ہوا اور عرض کیا:

”بے شک میں طی کے دو پہاڑوں ① سے آیا ہوں۔ میں نے اپنی سواری اور خود اپنے آپ کو تھکا دیا ہے۔ واللہ! میں نے کسی پہاڑ کو (اس پر) وقوف کیے بغیر نہیں چھوڑا، تو کیا میرا حج ہے؟“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ شَهِدَ صَلَاتَنَا هَذِهِ، وَوَقَّفَ مَعَنَا حَتَّى نَدْفَعَهُ، وَقَدْ وَقَّفَ بِعَرَفَةَ قَبْلَ ذَلِكَ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا، فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ، وَقَضَى تَفْتَهُ.“ ②

”جس شخص نے ہماری اس نماز کو پالیا اور (پھر) ہماری روانگی تک ہمارے ساتھ (مزدلفہ) رہا اور وہ اس سے پیشتر رات یا دن کو عرفات میں وقوف

① یعنی سلمیٰ اور اجنامی دو پہاڑوں سے۔ (ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذی ۷۵۱/۳)۔

② سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب من لم یدرک عرفہ، رقم الحدیث ۱۹۴۸، ۲۹۸/۵؛ وجامع الترمذی، کتاب الحج، رقم الحدیث ۸۹۱، ۸۹۲، ۵۴۱/۳، ۵۴۲-۵۴۱؛ وسنن النسائی، کتاب مناسک الحج، فرض الوقوف بعرفہ، ۲۶۶۴/۵؛ وسنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب من أتى عرفة قبل الفجر ليلة جمع، رقم الحدیث ۳۰۱۶، ۳۸/۹، ۳۹۔ الفاظ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے (حسن صحیح) اور امام نووی اور شیخ البانی نے (صحیح) قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۷۵۲/۳؛ وکتاب المجموع ۱۰/۸)؛ و صحیح سنن الترمذی ۲۶۵/۱۔ حضرات ائمہ الطیالسی، الحمیدی، احمد، ابو یعلیٰ، ابن الجارود، ابن خزیمہ، ابن حبان، الطبرانی، الدارقطنی، الحاکم، البیہقی اور الحدادی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: إنجاز الحاجة ۲۹/۹)۔

کر چکا ہو، تو یقیناً اس کا حج پورا ہو گیا اور اس نے اپنے احرام کے تقاضوں کو پورا کر لیا۔“

دونوں حدیثوں کے حوالے سے سات باتیں:

۱: پہلی حدیث کے متعلق امام سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: ”یہ سفیان ثوری کی روایت کردہ (احادیث میں سے) بہترین حدیث ہے۔“

امام کعب کہتے ہیں: ”یہ حدیث ”ام المناسک“ ہے۔ یعنی اعمال حج کے بیان کرنے میں مرکزی حیثیت کی حامل ہے۔“

ب: دونوں حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ جس شخص نے فجر سے پہلے صرف رات کے کسی بھی حصے میں عرفات میں وقوف کر لیا، تو اس کا [وقوف عرفات] کا رکن حج مکمل طور پر ادا ہو گیا۔ جمہور اہل علم کی یہی رائے ہے۔^①

امام ترمذی لکھتے ہیں، کہ عبد الرحمن بن یعمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر نبی کریم ﷺ کے صحابہ اور دیگر اہل علم کا عمل ہے۔^②

ج: امام خطابی رقم طراز ہیں: ”اس حدیث^③ سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ جو شخص عرفہ کے دن زوال سے لے کر یوم النحر کے طلوع فجر تک عرفات میں [بالکل قلیل وقت بھی] ٹھہر گیا، تو یقیناً اس نے حج کو پالیا۔“^④

بعض خراسانیوں کے نزدیک عرفات میں صرف رات کے ٹھہرنے کی کوئی حیثیت

① ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۷۵۰/۳۔

② ملاحظہ ہو: أضواء البیان ۲۵۴/۵۔

③ ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۷۵۰/۳۔

④ ان کا اشارہ دوسری حدیث (حضرت مطرؓ رضی اللہ عنہ والی) کی طرف ہے۔

⑤ ملاحظہ ہو: معالم السنن ۴۴۰۸/۲؛ نیز ملاحظہ ہو: المجموع ۶۱۰۱/۸ و تحفة الأحودی

۷۴۹/۳۔

نہیں، لیکن مذکورہ بالا دونوں حدیثیں ان کی رائے کی تردید کرتی ہیں۔^①
 د: مالکیوں کے نزدیک عرفات میں صرف رات کو ٹھہرنے والے کا حج تو ہو جائے
 گا، لیکن اس کے ذمے دم ہوگا، کیونکہ آنحضرت ﷺ رات کے ساتھ دن کے ایک
 حصے میں بھی وہاں ٹھہرے۔ صرف رات کو ٹھہرنے والا حج کا ایک عمل چھوڑ رہا ہے اور
 اس کے چھوڑنے پر دم لازم آتا ہے۔

شیخ شقیطی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: دلیلی ذی اللہ: ② کی حدیث میں
 آنحضرت ﷺ کا ارشاد: [فَلَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ] [پس یقیناً اس کا حج مکمل ہو گیا] دم کے
 لازم کرنے میں ان کی مدد نہیں کرتا، کیونکہ [تَمَّ] [پورا ہونے کا] کا لفظ اس بات پر
 دلالت کرتا ہے، کہ (وقوف عرفات میں) کوئی کمی باقی نہیں رہی، کہ دم سے اس کی تلافی
 کی جائے۔ یہ لفظ جمہور کے مذہب کی تائید کرتا ہے۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى . ③
 ہ: حضرت مضر بن زیدؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ عرفات میں نو ذوالحجہ کو
 دن کے کسی بھی وقت ٹھہرنے سے [وقوف عرفات] کا رکن ادا ہو جاتا ہے۔ امام احمد کی
 یہی رائے ہے۔ جمہور علماء اس ٹھہرنے کو زوال کے بعد ہونا ضروری قرار دیتے ہیں،
 کیونکہ آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے زوال کے بعد ہی وقوف کیا۔ ④
 امام مالک کے نزدیک عرفات میں صرف دن کو ٹھہرنے والے کا حج صحیح نہیں، ⑤
 لیکن حضرت مضر بن زیدؓ کی حدیث کے الفاظ: [کہ وہ اس سے پیشتر رات یا دن میں
 عرفات میں وقوف کر چکا ہو] ان کی رائے کی تائید نہیں کرتے۔

① ملاحظہ ہو: المجموع ۱/۸، ۱۰۱؛ وتحفة الأحوذی ۳/۷۴۹؛ وأضواء البیان ۵/۲۵۴۔

② یعنی حضرت عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث۔

③ ملاحظہ ہو: أضواء البیان ۵/۲۵۷ و ۲۵۹۔

④ ملاحظہ ہو: عون المعبود ۵/۱۹۸۔

⑤ ملاحظہ ہو: أضواء البیان ۵/۲۵۴۔

ز: عرفات میں صرف دن میں ٹھہرنے سے حج کو صحیح قرار دینے والے جمہور علماء کے درمیان دم کے لازم آنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک صرف دن میں ٹھہرنے کی صورت میں دم دینا ہوگا۔ شوافع کے دو قول ہیں: ایک کے مطابق دم لازم نہیں آئے گا اور دوسرے قول کے مطابق دم بطور واجب یا بطور سنت یا بطور استحباب دینا ہوگا۔

حدیث کے الفاظ [پس یقیناً رات یا دن میں ٹھہرنے والے کا حج پورا ہو گیا] دم کے لازم آنے کے ان کے قول کی تائید نہیں کرتے۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى . ❶

۳: سارے عرفات کا ٹھہرنے کی جگہ ہونا:

نبی کریم ﷺ نو ذوالحجہ کو وادی عرنة میں ظہر و عصر کی نمازیں قصر اور جمع کر کے میدان عرفات میں جبل رحمت کے نیچے تشریف لائے اور غروب آفتاب تک یہیں قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا کرتے رہے۔ آنحضرت ﷺ نے حج کے لیے آنے والوں کو اسی مخصوص جگہ آ کر ٹھہرنے کا پابند نہ کیا، بلکہ ان پر شفقت فرماتے ہوئے سارے عرفات میں سے کسی بھی مقام پر وقوف کی اجازت دی۔ ذیل میں اس بارے میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نبی کریم ﷺ کے حج کے بارے میں روایت کردہ حدیث میں ہے، کہ یقیناً رسول اللہ نے فرمایا:

”وَوَقَفْتُ هَهُنَا وَعَرَفَةَ كُلَّهَا مَوْقِفٌ“ ❷

”اور میں نے (عرفات میں سے) اس مقام پر وقوف کیا ہے اور عرفات

سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے۔“

❶ ملاحظہ ہو: أضواء البيان ۲۵۹/۵-۲۶۰.

❷ صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۴۹- (۱۲۱۸)، ۲/۸۹۳.

ب: حضرات ائمہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت یزید ابن شیبان رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”كُنَّا وَقُوفًا بِعَرَفَةَ مَكَانًا بَعِيدًا مِنَ الْمَوْقِفِ ، فَأَتَانَا ابْنُ مَرْبَعِ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ ، فَقَالَ: إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَيْكُمْ يَقُولُ:

”كُونُوا عَلَى مَشَاعِرِكُمْ ، فَإِنَّكُمْ عَلَى إِذْثِ مِنْ إِذْثِ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ عليه السلام .“^①

”ہم عرفات میں (آنحضرت ﷺ کے) ٹھہرنے کے مقام سے دور ایک جگہ میں تھے، تو ہمارے پاس ابن مربع انصاری رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: ”میں رسول اللہ ﷺ کا تمہاری طرف بھیجا ہوا قاصد ہوں۔ آنحضرت ﷺ فرما رہے ہیں:

”تم اپنی حج کی جگہ پر جمے رہو، کیونکہ تم یقیناً اپنے باپ ابراہیم عليه السلام کے ترکہ میں سے ایک ترکہ پر ہو۔“

ان حدیثوں کے متعلق تین باتیں:

۱: پہلی حدیث پر امام نووی نے حسب ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ عَرَفَةَ كُلَّهَا مَوْقِفٌ]^②

① سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب موضوع الوقوف بعرفة، رقم الحديث ۱۹۱۶، ۲۷۶/۵ وجامع الترمذی، أبواب الحج، باب ما جاء في الوقوف بعرفات والدعاء فيها، رقم الحديث ۸۸۴، ۵۳۱/۱ و سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، باب رفع اليدين بالدعاء بعرفة، ۲۵۰/۵ و سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب الموقف بعرفة، رقم الحديث ۳۰۱۱، ۴۷۴/۴، (ط: دار الجليل بيروت). الفاظ حدیث سنن النسائی کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے (حسن صحیح)، شیخ البانی نے (صحیح) اور ڈاکٹر بشار عواد نے اس کی (سند کو صحیح) قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۵۳۲/۳ و صحیح سنن النسائی ۶۳۲/۲ و هامش سنن ابن ماجہ ۴/۴۷۴)۔

② صحیح مسلم ۸۹۳/۲

[سارے عرفات کے ٹھہرنے کی جگہ ہونے کے متعلق جو کچھ آیا ہے، اس

کے متعلق باب]

امام نووی اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں: ان الفاظ میں نبی کریم ﷺ کی امت کے ساتھ عنایت و شفقت کا بیان ہے، کہ آنحضرت ﷺ ان کے دینی اور دنیاوی مصالح سے انہیں آگاہ فرماتے۔ آپ ﷺ نے انہیں کامل ترین اور جائز دونوں مقامات کی خبر دے دی۔ کامل ترین مقام آپ ﷺ کا مقامِ وقوف اور جائز عرفات کا ہر حصہ۔^①

ب: دوسری حدیث میں بیان کردہ آنحضرت ﷺ کے اعلان کا مقصود اس خیال کی نفی فرمانا تھا، کہ عرفات میں ٹھہرنے کی جگہ صرف وہی ہے، جہاں آپ ﷺ ٹھہرے تھے، نیز حضرات صحابہ کو اطمینان دلانا تھا، کہ وہ میدانِ عرفات میں کسی بھی مقام پر ٹھہر کر سنتِ ابراہیمی سے ہٹے نہیں، بلکہ وہ تو اسی جگہ پر ہیں، جو انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ورثہ میں ملی ہیں۔^②

ج: امام بیہقی نے دیگر احادیث کے ساتھ مذکورہ بالا دونوں حدیثوں پر حسب ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ حَيْثُ مَا وَقَفَ مِنْ عَرَفَةَ أَجْزَأَهُ]^③

[عرفات میں کسی بھی جگہ ٹھہرنے کے کفایت کرنے کے متعلق باب]

① ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱۹۵/۸.

② ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ۱۹۸۸/۶ و عون المعبود ۲۷۷/۵.

③ السنن الكبرى، كتاب الحج، ۱۸۶/۵.

۴: عرفات میں یومِ عرفہ کا روزہ ① نہ رکھنا:

یومِ عرفہ کا روزہ بہت بڑی شان و عظمت والا ہے۔ ② اللہ والے لوگ اس کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں، لیکن آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں میدانِ عرفات میں یہ روزہ نہ رکھ کر حج کرنے والوں کے لیے آسانی مہیا فرمائی۔ توفیقِ الہی سے ذیل میں دو حدیثیں نقل کی جا رہی ہیں:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے اُم فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے:

”عرفہ کے دن کچھ لوگوں نے ان کے پاس نبی کریم ﷺ کے روزے کے بارے میں اختلاف کیا۔ ان میں سے بعض نے کہا: ”آنحضرت ﷺ روزے سے ہیں۔“

اور ان میں سے کچھ نے کہا: ”آپ ﷺ کا روزہ نہیں۔“

تو انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا اور تب آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے، تو آنحضرت ﷺ نے اسے پی لیا۔ ③

ب: حضراتِ ائمہ احمد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے ابن نجیح سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا: ”ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یومِ عرفہ کے روزے کے متعلق پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا:

- ① یعنی ۹ ذوالحجہ کا روزہ۔
- ② آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”يُكْفَرُ الشَّنَّةُ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ“ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أيام من كل شهر وصوم يوم عرفه..... جزء من رقم الحديث ۱۹۷- (۱۱۶۲)، ۲/۸۱۹)۔ [وہ (یعنی یومِ عرفہ کا روزہ) گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کو دور کر دیتا ہے۔]
- ③ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم يوم عرفه، ۴/۲۳۶-۲۳۷؛ صحیح مسلم، کتاب الصیام، رقم الحديث ۱۱۰- (۱۱۲۳)، ۲/۷۹۱۔

”حَجَّجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَحَجَّجْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ ﷺ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَحَجَّجْتُ مَعَ عُمَرَ ﷺ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَحَجَّجْتُ مَعَ عُثْمَانَ ﷺ فَلَمْ يَصُمْهُ، وَأَنَا لَا أَصُومُهُ وَلَا أَمُرُ بِهِ، وَلَا أَنْهَى عَنْهُ.“^۱

”میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کیا، تو آپ ﷺ نے اس دن روزہ نہ رکھا، میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، انہوں نے یہ روزہ نہ رکھا، میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، انہوں نے یہ روزہ نہ رکھا، میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، انہوں نے اسے نہ رکھا۔ میں بھی اسے نہیں رکھتا۔ میں اسے رکھنے کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے روکتا ہوں۔“

ان حدیثوں کے حوالے سے چار باتیں:

۱: آنحضرت ﷺ اور خلفائے ثلاثہ ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم نے میدانِ عرفات میں یومِ عرفہ کا روزہ نہ رکھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی میدانِ عرفات میں یہ روزہ نہ رکھتے تھے۔

ب: پہلی حدیث پر امام نووی نے حسبِ ذیل عنوان لکھا ہے:

① المسند، رقم الحدیث ۵۰۸۰، ۹/۱۰۰، وجامع الترمذی، أبواب الصوم، رقم الحدیث ۳۷۴۸/۳، والسنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الصیام، رقم الحدیث ۲۸۴۰، ۳/۲۲۸، والإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الصوم، فصل فی صوم یوم عرفہ، رقم الحدیث ۳۶۰۴، ۸/۳۶۹. الفاظ حدیث المسند اور صحیح ابن حبان کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے (حسن)، شیخ البانی نے (صحیح الإسناد)، شیخ ارناؤط اور ان کے رفقاء نے المسند کی حدیث کو (طریق اور شواہد کی بنا پر صحیح) اور شیخ ارناؤط نے ابن حبان کی (سند کو صحیح مسلم کی شرط پر صحیح) قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۳/۳۷۹، و صحیح سنن الترمذی ۱/۲۲۸، و هامش المسند ۹/۱۰۰، و هامش صحیح ابن حبان ۸/۳۶۹).

[بَابُ اسْتِحْبَابِ الْفِطْرِ لِلْحَاجِّ يَوْمَ عَرَفَةَ] ❶
[حج کرنے والے کے لیے یوم عرفہ کا روزہ چھوڑنے کے مستحب ہونے کے متعلق باب]

امام ابن خزیمہ کا تحریر کردہ عنوان یہ ہے:

[بَابُ اسْتِحْبَابِ الْإِفْطَارِ يَوْمَ عَرَفَةَ بِعَرَفَاتٍ اقْتِدَاءً
بِالنَّبِيِّ ﷺ وَتَقْوِيًا بِالْفِطْرِ عَلَى الدُّعَاءِ، إِذِ الدُّعَاءُ يَوْمَ
عَرَفَةَ أَفْضَلُ الدُّعَاءِ أَوْ مِنْ أَفْضَلِهِ] ❷

[نبی کریم ﷺ کی اقتداء کرنے اور روزہ چھوڑ کر دعا کے لیے قوت حاصل کرنے کی خاطر (کیونکہ یوم عرفہ کی دعا بہترین دعا یا بہترین دعاؤں سے ہے) یوم عرفہ کو عرفات میں روزہ چھوڑنے کے مستحب ہونے کے متعلق باب]

امام ابن حبان نے اس پر حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[ذِكْرُ مَا يُسْتَحَبُّ لِلْوَاقِفِ بِعَرَفَةَ الْإِفْطَارُ لِيَتَّقُوهُ بِهِ عَلَى
دُعَائِهِ وَابْتِهَالِهِ] ❸

[دعا اور گریہ زاری میں قوت حاصل کرنے کی خاطر وقف عرفات کرنے والے کے لیے روزہ چھوڑنے کے استحباب کا ذکر]

ح: امام ترمذی نے دونوں حدیثوں پر حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ] ❹

❶ صحیح مسلم ۲/۷۹۱.

❷ صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصیام، جماع أبواب صوم التطوع، ۳/۲۹۲.

❸ الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الصوم، فصل فی یوم عرفہ، ۸/۳۷۱.

❹ جامع الترمذی، أبواب الصوم، ۳/۳۷۷.

[عرفات میں یوم عرفہ کے روزے کے مکروہ ہونے کے بارے میں جو کچھ

آیا ہے، اس کے متعلق باب]

امام نسائی نے بھی دونوں حدیثیں درج ذیل عنوان والے باب میں ذکر کی ہیں:

[إِفْطَارُ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ] ❶

[عرفات میں یوم عرفہ کا روزہ چھوڑنا]

امام حبان نے دوسری حدیث پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[ذِكْرُ مَا يُسْتَحَبُّ لِلْمَرْءِ مُجَانِبَةَ الصَّوْمِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِذَا كَانَ

بِعَرَفَاتٍ لِيَكُونَ أَقْوَى عَلَى الدُّعَاءِ .] ❷

[دعا میں قوت حاصل کرنے کی غرض سے آدمی کے لیے عرفات میں یوم

عرفہ کا روزہ نہ رکھنے کے استحباب کا ذکر]

د: امام نووی نے پہلی حدیث کی شرح میں تحریر کیا ہے، کہ اس سے وقوف عرفات

کرنے والے کے لیے روزہ چھوڑنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ ❸

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ جمہور کے نزدیک (اس مقام پر) روزہ نہ رکھنا مستحب

ہے۔ عطاء کہتے ہیں: ذکر کے لیے قوت حاصل کرنے کی غرض سے روزہ چھوڑنے

والے کے لیے روزہ دار کی مانند ثواب ہے۔ طبری فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ

نے حج کرنے والے کو یہ بتلانے کی غرض سے روزہ چھوڑا، کہ ایسا کرنا بہتر ہے، تاکہ

وہ مطلوبہ دعا اور ذکر کرنے کے متعلق کمزوری کا شکار نہ ہو جائے۔ ❹

❶ السنن الکبری، کتاب الصیام، ۲۲۴/۵.

❷ الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الصوم، فصل فی صوم یوم عرفہ، ۳۶۹/۸.

❸ ملاحظہ ہو: شرح النووی ۲۰/۸.

❹ ملاحظہ ہو: فتح الباری ۲۳۸/۴.

مذکورہ بالا گفتگو سے یہ بات واضح ہوتی ہے، کہ یومِ عرفہ کے روزے کی شان و عظمت کے باوجود آنحضرت ﷺ نے میدانِ عرفات میں روزہ چھوڑ کر امت کو آگاہ فرمایا، کہ اس آسانی سے فیض یاب ہونا ہی ان کے لیے بہتر ہے، کیونکہ وہ اس طرح زیادہ قوت و طاقت سے دعائیں اور ذکر کر سکتے ہیں۔

۵: عرفات میں خطبہ مختصر دینا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ میدانِ عرفات میں خطبہ مختصر پڑھا جائے۔

امام بخاری نے حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ: ”بے شک عبد الملک بن مروان (خليفة) نے حجاج کو لکھا، کہ وہ حج (کے کاموں) میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرے۔“

عرفات کے دن سورج ڈھلنے پر ابن عمر رضی اللہ عنہما اس (یعنی حجاج) کے خیمے کے پاس تشریف لائے، میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ انہوں نے بلند آواز سے کہا: ”یہ کہاں ہے؟“

اس نے کہا: ”ابھی۔“

انہوں نے فرمایا: ”ہاں“

اس نے کہا: ”مجھے مہلت دیجیے، کہ میں غسل کر لوں۔“

ابن عمر رضی اللہ عنہما (سواری سے) اتر گئے۔

وہ نکلا اور میرے اور میرے والد کے درمیان چلنے لگا۔

میں نے اسے کہا:

”إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السَّنَةَ الْيَوْمَ فَاقْصِرِ الْحُطْبَةَ، وَعَجِّلْ

الْوُقُوفَ .“

”اگر آج سنت کو پانا چاہتے ہو، تو خطبہ مختصر پڑھو اور وقوف میں جلدی کرو۔“

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”صَدَقَ .“ ❶

”اس نے درست بیان کیا ہے۔“

امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ قِصْرِ الْخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ] ❷

[عرفات میں خطبہ مختصر دینے کے متعلق باب]

❶: عرفات میں ظہر و عصر کو جمع و قصر کرنا:

حج کی سہولتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ عرفات میں ظہر اور عصر دونوں نمازیں ظہر کے وقت میں قصر ❸ کر کے پڑھی جاتی ہیں۔ اس بارے میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حجۃ الوداع کے متعلق روایت

کردہ حدیث میں ہے:

”فَأَتَى بَطْنَ الْوَادِي، فَخَطَبَ النَّاسَ..... ثُمَّ أَدَّنَ، ثُمَّ أَقَامَ،

فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ، فَصَلَّى العَصْرَ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا

❶ صحيح البخاري، كتاب الحج، رقم الحديث ١٦٦٣، ٥١٤/٣.

❷ المرجع السابق ٥١٤/٣. امام نسائی نے بھی اس حدیث پر یہی عنوان قلم بند کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو:

سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، ٢٥٤/٥).

❸ ظہر اور عصر دونوں کی صرف دو دور کعتیں۔

شَيْئًا. ❶

”پھر آنحضرت ﷺ وادی کے درمیان ❷ تشریف لائے اور لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا..... پھر اذان ہوئی، پھر اقامت ہوئی، تو آنحضرت ﷺ نے ظہر ادا کی، پھر اقامت ہوئی اور آپ ﷺ نے عصر ادا کی اور ان دونوں کے درمیان کچھ نہ پڑھا۔“ ❸

۲: امام بخاری نے سالم ❹ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے

بیان کیا:

”بے شک جس سال ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑنے کے لیے حجاج بن یوسف مکہ آیا، اس نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

”كَيْفَ تَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرَفَةَ؟“

”آپ عرفہ کے دن موقف میں کیا کرتے ہیں؟“

سالم نے کہا:

”إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السَّنَةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ عَرَفَةَ.“

”اگر سنت (پر عمل کرنا) چاہتے ہو، تو عرفہ کے دن نماز اول وقت میں ادا

کرنے میں جلدی کرو۔“

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

”صَدَقَ، إِنَّهُمْ كَانُوا يَجْمَعُونَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي

❶ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، جزء من رقم الحديث ۱۴۷۔

(۱۲۱۸)، ۸۸۹۔۸۹۰۔

❷ اس سے مراد (وادی عرفہ) ہے، جہاں مجددنمرہ ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح النووي ۸/۱۸۱-۱۸۲)۔

❸ یعنی ظہر کے بعد اور عصر سے پہلے والی سنتیں ادا نہ کیں۔

❹ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے۔

السَّنَةِ .“

”اس نے سچ کہا ہے، بے شک وہ (یعنی حضرات صحابہ) سنت پر (عمل کرتے ہوئے) ظہر اور عصر جمع کرتے تھے۔“

میں ❶ نے سالم سے دریافت کیا:

”أَفَعَلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟“

”کیا رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا تھا؟“

سالم نے جواب دیا:

”وَهَلْ يَتَّبِعُونَ فِي ذَلِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ؟“ ❷

”اس بارے میں وہ آنحضرت ﷺ کی سنت کے علاوہ اور کس کے

طریقے پر چلتے ہیں؟“

دونوں حدیثوں کے حوالے سے چھ باتیں:

ا: عرفات میں مسنون طریقہ یہ ہے، کہ ظہر و عصر کی نمازیں ظہر کے اوّل وقت

میں ادا کی جائیں۔

ب: آنحضرت ﷺ نے ظہر کے بعد اور عصر سے پہلے والی سنتیں ادا نہ کیں۔

ج: حضرات صحابہ سنت پر عمل کرتے ہوئے اس دن ظہر اور عصر کو جمع کرتے۔

امام بخاری نے دوسری حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِعَرَفَةَ] ❸

❶ مراد سالم کے شاگرد ابن شہاب زہری ہیں۔

❷ صحیح البخاری، کتاب الحج، رقم الحدیث: ۱۶۶۲، ۵۱۳/۳۔

❸ المرجع السابق، ۵۱۳/۳۔

[عرفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے متعلق باب]

د: پہلی حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ دونوں نمازوں کے لیے ایک اذان دی گئی اور دو دفعہ اقامت کہی گئی۔ بعض علماء کے نزدیک دو دفعہ اذان اور دو بار اقامت کہی جائے گی، بعض کے نزدیک ایک اذان اور ایک اقامت اور بعض کی رائے میں صرف دو مرتبہ اقامت ہی کہی جائے گی۔ علامہ قرطبی یہ سب اقوال ذکر کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

”وَالصَّحِيحُ الْأَوَّلُ حَسَبَ مَا دَلَّ عَلَيْهِ الْحَدِيثُ.“^①

”حدیث کے مطابق پہلی رائے ہی درست ہے۔“

اس بارے میں امام نووی رقم طراز ہیں:

”وَيَكُونُ جَمْعُهُ بِأَذَانٍ وَإِقَامَتَيْنِ.“^②

”ان (ظہر و عصر) کا جمع کرنا ایک اذان اور دو مرتبہ اقامت کے ساتھ ہوگا۔“

ہ: میدان عرفات میں حج کے لیے آنے والے تمام لوگ ظہر و عصر جمع اور قصر کریں گے، خواہ وہ مسجد نمروہ میں امام کے ساتھ باجماعت نمازیں ادا کریں یا اپنے خیموں میں۔ امام بخاری نے تحریر کیا ہے:

”وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رضي الله عنه إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مَعَ الْإِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا.“^③

”جب ابن عمر رضي الله عنه کی امام کے ساتھ نماز چھوٹ جاتی، تو (بھی) وہ ان

① ملاحظہ ہو: المفہم ۳/۳۳۵-۳۳۶.

② مناسک الحج والعمرة ص ۲۷۳، نیز ملاحظہ ہو: أحكام مناسک الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي ص ۱۵۶.

③ صحیح البخاری، کتاب الحج، ۳/۵۱۳.

دونوں کو جمع کر کے ادا کرتے۔“

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر و عصر کو صرف امام کے ساتھ باجماعت پڑھنے والے جمع کریں۔ قاضی ابو یوسف، امام محمد اور علامہ طحاوی کی رائے میں میدانِ عرفات میں حج کے لیے آنے والے سب لوگ دونوں نمازیں جمع کریں۔ یہی رائے درست معلوم ہوتی ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے تمام لوگوں کو آپ ﷺ کا طریقہ حج لینے کا حکم دیا۔

علاوہ ازیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مذکورہ بالا عمل سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

و: میدانِ عرفات میں حج کے لیے آنے والوں کے لیے ظہر و عصر قصر اور جمع کرنے میں مکی اور غیر مکی لوگوں میں فرق نہیں۔ حج کے لیے آنے والے تمام لوگ یہاں قصر اور جمع کریں۔ امام ابن القیم اس بارے میں رقم طراز ہیں:

”كَانَ أَصَحُّ أَقْوَالِ الْعُلَمَاءِ: أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَقْصُرُونَ وَيَجْمَعُونَ بِعَرَفَةَ كَمَا فَعَلُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ.“^۱

”علماء کے اقوال میں سب سے صحیح بات یہ ہے، کہ اہل مکہ بھی عرفات میں (نمازوں کو) قصر اور جمع کریں، جیسے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ (نمازیں قصر اور جمع) کیں۔“

۷: عرفات میں بوقتِ ضرورت ایک ہاتھ کے ساتھ دعا کرنا:

وقوفِ عرفات کے موقع پر مسنون طریقہ یہ ہے، کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے، لیکن بوقتِ ضرورت ایک ہاتھ بلند کر کے دعا کرنا بھی سنت سے ثابت ہے۔

۱ زاد المسعد ۲/۲۳۵۔ نیز ملاحظہ ہو: القواعد النورانية للفقہية لشيخ الإسلام ابن تيمية ص ۱۲۱-۱۲۲۔ اس بارے میں شیخ ابن باز کا فتویٰ اسی کتاب میں صفحہ ۲۵۳ پر ملاحظہ فرمائیے۔

امام نسائی اور امام ابن خزیمہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”كُنْتُ رَدِيفَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَرَافَاتٍ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ يَدْعُو، فَمَالَتْ بِهِ نَاقَتُهُ، فَسَقَطَ خِطَامُهَا، فَتَنَاولَ الْخِطَامَ بِإِحْدَى يَدَيْهِ، وَهُوَ رَافِعُ يَدِهِ الْأُخْرَى.“^①

”میں عرفات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی نے آپ کو ایک جانب مائل کر دیا، تو اس کی لگام چھوٹ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ سے لگام تھامی اور دوسرے ہاتھ کو (دعا کے لیے) اٹھائے رکھا۔“

امام ابن خزیمہ نے اس پر حسب ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الْوُقُوفِ بِعَرَافَةٍ، وَإِبَاحَةِ رَفْعِ إِحْدَى الْيَدَيْنِ إِذَا احتَاجَ الرَّأكِبُ إِلَى حِفْظِ الْعِنَانِ أَوْ الْخِطَامِ بِإِحْدَى الْيَدَيْنِ]^②

[وقوف عرفہ کے دوران دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانے اور لگام سنبھالنے کی مجبوری کے وقت (صرف) ایک ہاتھ اٹھانے کے جواز کے متعلق باب]



① سنن النسائي، كتاب مناسك الحج، باب رفع اليدين في الدعاء بعرفة، ۲۵۴/۵؛ صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الحديث ۲۸۲۴، ۲۵۸/۴. شيخ الباني نے اس کی (سند کو صحیح) قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن النسائي ۶۳۲/۲؛ وهاشم صحيح ابن خزيمة ۲۵۸/۴).

② صحيح ابن خزيمة ۲۵۸/۴.

- ط -

مزدلفہ سے متعلقہ آسانیاں

۱: قیامِ مزدلفہ کے وقت میں آسانی:

نبی کریم ﷺ نے عرفات سے واپس آنے پر مزدلفہ میں مغرب اور عشاء پڑھی، یہیں رات بسر کی اور نماز فجر کے بعد دن روشن ہونے پر منیٰ کے لیے روانہ ہوئے، لیکن امت پر شفقت فرماتے ہوئے ارشاد فرمادیا، کہ یہاں صرف نماز فجر پا کر دن روشن ہونے تک ٹھہرنے والے نے مزدلفہ میں قیام کی اپنی ذمہ داری کو پورا کر لیا۔
حضرات ائمہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت مضرس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جس نے ہماری اس نماز (فجر) کو (مزدلفہ میں) پالیا اور پھر ہماری روانگی تک ہمارے ساتھ (یہیں) رہا اور اس نے اس سے پیشتر عرفات میں رات یا دن کو وقف کیا ہو، تو بے شک اس کا حج پورا ہو گیا اور اس نے اپنے حج کے اعمال ادا کر دیے۔“^۱

اس کے حوالے سے دو باتیں:

۱: اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے دو کاموں کا ذکر فرمایا:

۱: مزدلفہ میں نماز فجر پا کر روانگی کے وقت (دن کے روشن ہونے)

۱ حدیث کی تخریج اس کتاب کے ص ۲۲۲ میں دیکھئے۔

تک یہاں رکنا۔

۲: اس سے پہلے رات یا دن کے کسی حصے میں وقوف عرفات کرنا۔

ان دو کاموں کے کرنے والے کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اس کا حج پورا ہو گیا اور اس نے اپنے اعمال حج ادا کر لیے۔“

اللہ اکبر! امت کے لیے کس قدر عظیم آسانی اور سہولت ہے، کہ مزدلفہ کے قیام کے آخری وقت میں پہنچنے والے کی آمد کو بھی آنحضرت ﷺ نے معتبر قرار دیا! فَصَلَّوْا تُ رَبِّي وَ سَلَامُهُ عَلَيْهِ .

ب: امام ترمذی نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَاب مَا جَاءَ مَنْ أَدْرَكَ الْإِمَامَ بِجَمْعٍ فَقَدْ أَدْرَكَ الْحَجَّ] ❶

[امام کو مزدلفہ میں پانے والے شخص کے حج کو پانے کے متعلق وارد شدہ

(احادیث) کے متعلق باب]

۲: سارے مزدلفہ کا ٹھہرنے کی جگہ ہونا:

نبی کریم ﷺ مزدلفہ میں رات بسر کرنے کے بعد نماز فجر ادا کر کے مشعر الحرام پر چڑھے اور دن روشن ہونے تک وہاں دعا اور ذکر الہی میں مشغول رہے، لیکن آنحضرت ﷺ نے اس مقام پر آنے کا امت کو پابند نہیں کیا، بلکہ عرفات کی طرح سارے مزدلفہ کو ٹھہرنے کی جگہ قرار دے کر امت کے لیے آسانی فرمائی۔ ذیل میں اس بارے میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام ابن خزیمہ نے جعفر کے والد سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان

کیا:

”ہم جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور ان سے رسول اللہ ﷺ کے حج

❶ جامع الترمذی، أبواب الحج، ۳/۵۴۰.

متعلق پوچھا، تو انہوں نے بیان کیا:

”آنحضرت ﷺ مزدلفہ میں ٹھہرے اور فرمایا:

”وَقَفْتُ هَاهُنَا، وَالْمَزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ.“^①

”میں یہاں ٹھہرا ہوا ہوں اور سارا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔“

ب: امام بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ

”آنحضرت ﷺ مزدلفہ تشریف لائے، تو آپ ﷺ نے دونوں

نمازیں مغرب اور عشاء جمع کر کے ادا کیں۔ پس جب صبح ہوئی، تو

قرح^② پر تشریف لائے اور اس پر توقف کیا اور فرمایا:

”هَذَا قَرْحٌ، وَهُوَ الْمَوْقِفُ، وَجَمْعُ كُلِّهَا مَوْقِفٌ.“^③

”یہ قرح ہے اور وہ ٹھہرنے کی جگہ ہے اور مزدلفہ سارے کا سارا ٹھہرنے

کی جگہ ہے۔“

ان دونوں حدیثوں کے حوالے سے دو باتیں:

۱: امام ابن خزیمہ نے اس پر حسب ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ إِبَاحَةِ الْوُقُوفِ حَيْثُ شَاءَ الْحَاجُّ مِنَ الْمَزْدَلِفَةِ إِذْ

① صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، رقم الحدیث: ۲۸۵۸، ۴/۲۷۱۔ اس کی (سند صحیح)

ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش صحیح ابن خزیمہ ۴/۲۷۱)۔ یہ روایت امام مسلم کی روایت کردہ حدیث کا ایک جزء ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ما جاء أنَّ عرفة كلها موقف، رقم الحدیث ۱۴۹- (۱۲۱۸)، ۲/۸۹۳)۔

② قرح مزدلفہ میں مشہور پہاڑ ہے۔ فقہاء کی رائے میں یہی مشعر الحرام ہے۔ (ملاحظہ ہو: ہامش حجة النبی ﷺ ص ۷۶)۔

③ السنن الکبریٰ، کتاب الحج، جزء من الرواية ۹۵۰۴، ۵/۱۹۹۔ اسے امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے اسے (حسن صحیح) قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب الصلاة بجمع، رقم الحدیث ۱۷۰۵-۱۹۳۵، ۱/۳۶۵)۔ نیز ملاحظہ ہو: حجة النبی ﷺ للشیخ الألبانی ص ۷۶)۔

جَمِيعُ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ ❶

[مزدلفہ میں حاجی کی حسب پسند جگہ ٹھہرنے کے جواز کے متعلق باب،
کیونکہ تمام مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے]

ب: امام بیہقی نے دیگر احادیث کے ساتھ اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ حَيْثُ مَا وَقَفَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ أَجْزَاؤُهُ] ❷

[مزدلفہ میں کسی بھی جگہ ٹھہرنے کے اسے کفایت کرنے کے متعلق باب]

۳: مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو جمع و قصر کرنا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ حج کرنے والے عرفات سے مزدلفہ پہنچنے پر مغرب اور عشاء دونوں نمازیں قصر اور جمع کریں۔ ذیل میں اس کے متعلق دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حجۃ الوداع کے بارے میں روایت کردہ حدیث میں ہے:

وَدَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّىٰ آتَى الْمُزْدَلِفَةَ ، فَصَلَّىٰ بِهَا الْمَغْرِبَ
وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا . ❸

”رسول اللہ ﷺ (غروب آفتاب کے بعد عرفات سے) روانہ ہوئے،
یہاں تک کہ مزدلفہ پہنچے اور آپ نے وہاں ایک اذان اور دو بار اقامت
کے ساتھ مغرب اور عشاء پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی چیز (نفل نماز)
نہیں پڑھی۔“

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

❶ صحیح ابن خزیمہ ۴/۲۷۱۔

❷ السنن الکبریٰ ۵/۱۹۹۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، جزء من رقم الحديث ۱۴۷- (۱۴۱۸)

باختصار، ۲/۸۹۰-۸۹۱۔

”جَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ . كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِإِقَامَةٍ ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا وَلَا عَلَى أَثَرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا .“^①

”نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھیں۔ دونوں میں سے ہر نماز الگ الگ اقامت کے ساتھ۔ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کے درمیان کوئی نقلی نماز نہ پڑھی اور نہ ان کے بعد۔“
دونوں حدیثوں کے حوالے سے چار باتیں:

ا: عرفات سے مزدلفہ آنے پر نبی کریم ﷺ نے نماز مغرب کو نماز عشاء کے ساتھ جمع کیا۔

ب: دونوں نمازوں کے لیے ایک اذان اور دو دفعہ اقامت کہی گئی۔ اس بارے میں دیگر مختلف اقوال بھی ہیں۔^② لیکن قابل عمل طریقہ رسول اللہ ﷺ کا ثابت شدہ طریقہ ہی ہے۔

ج: دونوں نمازوں کے درمیان اور بعد میں کوئی سنت یا نفل نماز نہیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ان کے درمیان اور بعد میں کوئی نماز نہیں پڑھی۔

د: مزدلفہ میں مغرب و عشاء کا قصر اور جمع کرنا سب حجاج کے لیے ہے، مکی اور غیر مکی کے درمیان اس بارے میں کوئی فرق نہیں۔^③
امام ابن قیم تحریر کرتے ہیں:

”یہ روایت کیا گیا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں (مغرب اور

① صحیح البخاری، کتاب الحج، باب من جمع بینہما ولم يتطوع، رقم الحدیث ۱۶۷۳، ۵۲۳/۳

② ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱۸۷/۸-۱۸۸

③ ملاحظہ ہو: اس کتاب کا ص ۲۳۷، نیز ملاحظہ ہو: القواعد النورانية الفقهية ص ۱۲۱-۱۲۲

حج و عمرہ کی آسانیاں

۲۳۳

عشاء کی نمازوں) کو دو اذانوں اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھا، اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے اذان کے بغیر، دو دفعہ اقامت کے ساتھ نہیں پڑھا اور صحیح یہ ہے، کہ بے شک آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو ایک اذان اور دو بار اقامت کے ساتھ ادا کیا، جیسا کہ آپ ﷺ نے عرفات میں کیا۔“ ❶

۳: شبِ مزدلفہ میں تہجد کا نہ ہونا:

حج کی ایک آسانی یہ ہے، کہ مزدلفہ کی رات میں تہجد کی نماز نہیں ہے۔ امت پر اگرچہ تہجد فرض نہیں، لیکن اللہ والے سفر و حضر اور صحت و مرض میں اس کا شدید اہتمام کرتے ہیں اور اس کے نہ ادا کر پانے پر ان کے رنج و غم اور حسرت و افسوس کو ان کے رب رحیم ہی بہتر جانتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے شبِ مزدلفہ میں پوری رات آرام فرما کر ایسے پاک بازوں کے لیے ایک رخصت مہیا کر دی۔

امام مسلم کی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حجۃ الوداع کے متعلق روایت کردہ حدیث میں ہے:

”ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، وَصَلَّى الْفَجْرَ، حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ.“ ❷

”پھر رسول اللہ ﷺ طلوع فجر تک آرام فرما رہے۔ آپ ﷺ نے

❶ زاد المعاد ۲/۲۴۷۔

❷ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، جزء من رقم الحديث ۱۴۷۔

(۱۲۱۸)، ۲/۸۸۹۔

صبح واضح ہونے پر (نماز) فجر ادا کی۔]

امام ابن قیم اس بارے میں رقم طراز ہیں:

”ثُمَّ قَامَ حَتَّى أَصْبَحَ، وَلَمْ يُحَيِّ تِلْكَ اللَّيْلَةَ.“^①

”پھر آنحضرت ﷺ صبح (صادق) ہونے تک سوئے اور آپ ﷺ

نے اس رات کو زندہ نہ کیا“^②

شیخ البانی لکھتے ہیں:

”ثُمَّ يَنَامُ حَتَّى الْفَجْرِ.“^③

”پھر فجر تک سوئے۔“

۵: خواتین اور کمزور لوگوں کا مزدلفہ سے رات ہی کو آنا:

نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ میں نماز فجر ادا کی اور طلوع آفتاب سے پہلے دن روشن ہونے پر منیٰ کے لیے روانہ ہوئے، لیکن آپ ﷺ نے خواتین اور کمزور لوگوں پر شفقت فرماتے ہوئے انہیں طلوع فجر سے پہلے رات ہی میں منیٰ کے لیے روانہ ہونے کی اجازت دی۔ توفیق الہی سے ذیل میں اس بارے میں چار احادیث پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت سالم سے روایت نقل کی ہے، کہ

”عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے کمزور لوگوں کو پہلے ہی بھیج دیتے تھے۔

وہ رات کو مزدلفہ میں مشعر الحرام کے پاس ٹھہرتے اور اپنی رغبت کے

مطابق اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ پھر امام (حج) کے آکر ٹھہرنے اور

① زاد المعاد ۲/۲۴۷.

② یعنی رات کو بیدار رہ کر عبادت نہ کی۔

③ مناسک الحج والعمرة ص ۳۰، نیز ملاحظہ ہو: جامع المناسک ص ۲۰۰.

لوٹنے سے پہلے (مٹی) پلٹ جاتے۔

ان میں سے بعض نماز فجر کے وقت اور بعض اس کے بعد مٹی پینچتے۔ جب

وہ لوگ (مٹی) پینچتے، تو رمی جمرہ کرتے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

“أَرْحَصَ فِي أَوْلِيكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ .”

”ان (ایسے) لوگوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رعایت

دی ہے۔“

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی

ہے، کہ وہ بیان کرتے ہیں:

“أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيَّ ﷺ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِي ضَعْفَةِ أَهْلِهِ .”

”میں ان لوگوں میں سے تھا، جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے

کنزور لوگوں کے ہمراہ شب مزدلفہ (ہی) میں مٹی بھیج دیا تھا۔“

ج: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام عبد اللہ

سے روایت نقل کی ہے، کہ:

”وہ (یعنی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا) رات ہی میں مزدلفہ پہنچ گئیں اور کھڑے

ہو کر نماز پڑھنے لگیں۔ کچھ دیر نماز پڑھنے کے بعد دریافت کیا: ”اے

میرے چھوٹے سے بیٹے! کیا چاند ڈوب گیا ہے؟“

میں نے عرض کیا: ”نہیں۔“

① یعنی رات ہی میں مزدلفہ سے مٹی کے لیے روانہ ہونے کی اجازت دی ہے۔

② متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۶۷۸، ۳/۵۲۶؛ صحیح مسلم،

کتاب الحج، رقم الحدیث ۳۰۱۔ (۱۲۹۳)، ۲/۹۴۱۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

تو انہوں نے کچھ دیر کے لیے نماز پڑھی، پھر پوچھا: ”کیا چاند ڈوب گیا ہے؟“

میں نے عرض کیا: ”جی ہاں۔“

انہوں نے فرمایا: ”منیٰ کے لیے رختِ سفر باندھو۔“

ہم نے رختِ سفر باندھا اور چلتے رہے، یہاں تک کہ (منیٰ پہنچ کر) انہوں نے جمرہ کو نکلیا ماریں، پھر انہوں نے اپنی جائے قیام میں واپس آ کر نمازِ صبح ادا کی۔

میں نے ان سے عرض کیا:

”يَا هَتَّاهُ! مَا أَرَانَا إِلَّا قَدْ عَلَسْنَا.“

”محترمہ! میرا خیال ہے، کہ ہم نے (قبل از وقت) تارکی ہی میں کام سرانجام دے لیے ہیں۔“

انہوں نے فرمایا:

”يَا بَنِي! إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَذِنَ لِلظَّعْنِ.“^①

”اے میرے چھوٹے سے بیٹے! بے شک نبی کریم ﷺ نے خواتین کے لیے اجازت دی ہے۔“

امام مالک کی روایت میں ہے:

”لَقَدْ جِئْنَا مِنِّي بِغَلَسٍ.“^②

① متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۶۷۹، ۵۲۶/۳؛ صحیح مسلم،

کتاب الحج، رقم الحدیث ۲۹۷۔ (۱۲۹۱)، ۹۴۰/۲۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

② الموطأ، کتاب الحج، باب تقدیم النساء والصبيان، جزء من رقم الروایة ۱۷۲، ۳۹۱۔

مراد یہ ہے، کہ ہم منیٰ میں شروع وقت سے پہلے داخل ہو گئے ہیں۔

”بے شک ہم تو منیٰ اندھیرے ہی میں آ گئے ہیں۔“

اور سنن ابن ماجہ میں ہے:

”فَقُلْتُ: إِنَّا رَمَيْنَا الْجَمْرَةَ بِغَلَسٍ.“^①

”میں نے عرض کیا: [بے شک ہم نے تاریکی (ہی) میں رمی جمرہ کی ہے۔“

د: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ

انہوں نے بیان کیا:

”تَزَلْنَا الْمُزْدَلِفَةَ، فَاسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ ﷺ سَوْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنْ تَدْفَعَ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ، وَكَانَتْ امْرَأَةً بَطِيئَةً فَأَذِنَ لَهَا. فَدَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ.“^②

”ہم نے مزدلفہ میں پڑاؤ ڈالا، تو سودہ رضی اللہ عنہا نے، جو کہ بھاری بھر کم بدن کی خاتون تھیں، نبی کریم ﷺ سے لوگوں کی بھیڑ سے پہلے روانہ ہونے کی اجازت طلب کی، تو آنحضرت ﷺ نے انہیں اجازت دے دی، چنانچہ وہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے نکل گئیں۔“

ان احادیث کے حوالے سے پانچ باتیں:

ا: آنحضرت ﷺ نے خواتین اور کمزور لوگوں کو یہ سہولت دی، کہ وہ مزدلفہ سے

رات ہی کومنی کے لیے روانہ ہو جائیں۔

ب: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ ان لوگوں کی مزدلفہ

سے روانگی چاند ڈوبنے کے ساتھ ہوگی۔ امام بخاری اور امام نووی کے مذکورہ بالا

① منقول از: عمدة القاري ۱۰/۱۸۱. مقصود یہ ہے، کہ ہم نے رمی جمرہ قبل از وقت کی ہے۔

② متفق علیہ: صحيح البخاري، كتاب الحج، جزء من رقم الحديث ۱۶۸۱، ۳/۵۲۷؛ وصحيح مسلم، كتاب الحج، جزء من رقم الحديث ۲۹۲، (۱۲۹۰)، ۲/۹۳۹. الفاظ حدیث صحیح بخاری کے ہیں۔

احادیث پر تحریر کردہ عنوانوں سے بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔
امام بخاری کا تحریر کردہ عنوان یہ ہے:

بَابُ مَنْ قَدَّمَ ضَعْفَةَ أَهْلِهِ بَلِيلًا ، فَيَقْفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ
وَيَدْعُونَ ، وَيَقْدُمُ إِذَا غَابَ الْقَمَرُ ①

[اس شخص کے متعلق باب جو اپنے ناتواں گھر والوں کو رات (ہی) میں
(مزدلفہ سے منی) پہلے روانہ کر دے۔ وہ مزدلفہ میں ٹھہرنے کے دوران
دعا کرتے رہیں اور وہ انہیں چاند ڈوبنے پر روانہ کرے۔]

امام نووی کا تحریر کردہ عنوان یہ ہے:

بَابُ اسْتِحْبَابِ تَقْدِيمِ دَفْعِ الضَّعْفَةِ مِنَ النِّسَاءِ وَغَيْرِهِنَّ
مِنْ مُزْدَلِفَةَ إِلَى مَنَى فِي أَوَاخِرِ اللَّيَالِي قَبْلَ زَحْمَةِ النَّاسِ ،
وَاسْتِحْبَابِ الْمُكْثِ لِغَيْرِهِمْ حَتَّى يُصَلُّوا الصُّبْحَ
بِمُزْدَلِفَةَ ②

[خواتین وغیرہ ناتواں لوگوں کو راتوں کے آخری حصوں میں لوگوں کے
ہجوم ہونے سے پہلے مزدلفہ سے منی روانہ کرنے اور ان کے علاوہ دیگر
لوگوں کے نماز صبح پڑھنے تک مزدلفہ میں ٹھہرنے کے مستحب ہونے کے
متعلق باب]

حج: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ انہوں نے نماز فجر سے
پہلے رمی کی۔ امام شافعی اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے خواتین اور دیگر ضعیف

① صحیح البخاری، کتاب الحج، ۵۲۶/۳۔

② صحیح مسلم، کتاب الحج، ۹۳۹/۲۔

لوگوں کے نماز فجر سے پہلے رمی کرنے کے جواز کے قائل ہیں۔^①

د: حضرات احناف، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک رمی جمرہ کے وقت کی ابتدا طلوع فجر سے ہوتی ہے۔^② اس سے پہلے رمی کرنا درست نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ ان کے بھیجے ہوئے کمزور لوگ نماز فجر کے وقت منیٰ پہنچنے کے بعد رمی کرتے تھے۔ اس رائے کی تائید امام بیہقی کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کردہ حدیث سے بھی ہوتی ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی خواتین اور گھر کے ناتواں لوگوں کو مزدلفہ سے منیٰ روانہ کرتے وقت فرمایا:

”وَأَنْ لَا يَرْمُوا الْجُمُرَةَ إِلَّا مُصْبِحِينَ.“^③

”وہ رمی جمرہ صبح کے وقت ہی کریں۔“

ہ: حضرات ائمہ نحوی، مجاہد، ثوری اور ابو ثور کے نزدیک رمی کے وقت کا آغاز طلوع آفتاب سے ہوتا ہے۔ اس سے پیشتر کسی کے لیے بھی رمی کرنا درست نہیں۔ ان کی دلیل امام ابوداؤد کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کردہ حدیث ہے،

① ملاحظہ ہو: المفہم ۳/۳۹۶؛ وشرح الطیبی ۶/۱۹۹۶۔ اس رائے کی تائید میں امام ابوداؤد کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت کردہ حدیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو رات ہی کو مزدلفہ سے منیٰ بھیج دیا تھا اور انہوں نے فجر سے پہلے رمی کی۔ (ملاحظہ ہو: سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب التعجيل من جمع، رقم الحديث ۱۹۴۰، ۲۹۰/۵)؛ لیکن امام احمد نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ شیخ البانی کی بھی یہی رائے ہے۔ (ملاحظہ ہو: تہذیب السنن ۵/۲۹۱؛ و إرواء الغلیل، رقم الحديث ۱۰۷۷، ۲۷۷/۴-۲۷۹)؛ البتہ امام نووی نے اسے (صحیح) کہا ہے اور شیخ شقیلی نے ان کی تائید کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: أضواء البيان ۵/۲۷۶-۲۷۷)۔

② ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ۶/۱۶۹۶؛ والمغنی ۵/۲۹۰۔

③ ملاحظہ ہو: السنن الكبرى، كتاب الحج، باب الوقت المختار لرمي جمره العقبة، جزء رقم الحديث ۹۵۶۷، ۲۱۶/۵۔ شیخ البانی نے اس کی [سند کو] جید کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: إرواء الغلیل ۴/۲۷۵؛ نیز ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ۲/۱۳۷)۔

کہ انہوں نے بیان کیا:

رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ کی رات ہمیں (یعنی) بنو عبدالمطلب کے بچوں کو گدھوں پر سوار کر کے (دیگر لوگوں سے) پہلے (منیٰ کی طرف) روانہ کیا۔ آپ ﷺ ہمارے رانوں پر (پیارے سے) تھکیاں دیتے ہوئے فرما رہے تھے:

”أُبْنِيَّ! لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ.“

”میرے چھوٹے بیٹو! سورج طلوع ہونے تک جمرہ کو نکلریاں نہ مارنا۔“

و: مذکورہ بالا حدیث میں ترجیح اور جمع کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ شاید ان کے درمیان جمع کی ایک صورت یہ ہو، کہ حضرت اسماء اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما والی حدیثوں کی بنا پر رات کو مزدلفہ سے منیٰ آنے والی خواتین اور ناتواں لوگوں کے لیے فجر سے پہلے رمی کرنا جائز ہو اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم والی حدیثوں کی بنا پر ان کے لیے افضل یہ ہو، کہ وہ فجر کے بعد رمی کریں۔

خواتین کے ساتھ آنے والے طاقت ور لڑکوں اور مردوں کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث کی بنا پر رمی کا وقت طلوع آفتاب کے بعد ہو۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى .



① سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب التعجيل من جمع، رقم الحديث ۱۹۳۸، ۳۸۹/۵.

شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبي داود ۱/۳۶۶).

- ی -

منی سے متعلقہ آسانیاں

۱: منی میں نماز قصر کرنا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ دورانِ حج منی میں قیام کے دنوں میں ظہر، عصر اور عشاء تینوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں قصر پڑھی جائیں۔ ذیل میں اس کے متعلق دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے۔

۱: امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمِنَى رَكْعَتَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رضي الله عنهم صَدْرًا مِنْ خِلَافَتِهِ .“^①

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے اپنے دورِ خلافت کے ابتدائی دور میں منی میں دو رکعتیں ^② پڑھیں۔“

ب: امام بخاری نے حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ أَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُّ وَأَمْنَهُ بِمِنَى رَكْعَتَيْنِ .“^③

- ① صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الصلاة بمنی، رقم الحدیث: ۱۶۵۵، ۵۰۹/۳.
- ② یعنی چار رکعتوں والی تینوں نمازیں ظہر، عصر اور عشاء قصر پڑھیں۔
- ③ المرجع السابق، رقم الحدیث ۱۶۵۶، ۵۰۹/۳.

”نبی کریم ﷺ نے ہمیں منی میں دو رکعتیں پڑھائیں اور ہم اس وقت سے زیادہ تعداد اور امن میں کبھی نہ ہوئے تھے۔“

دونوں حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

ا: آنحضرت ﷺ، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں منی میں دورانِ حج نمازوں کو قصر کیا۔

ب: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے بعد والے دور میں منی میں پوری نماز پڑھاتے تھے۔ اس کے سبب کے متعلق امام بیہقی نے حمید بن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے منی میں پوری نماز پڑھائی۔ پھر خطبہ دیا اور (اس میں) فرمایا:

”إِنَّ الْقَصْرَ سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَصَاحِبِيهِ، وَلَكِنَّهُ حَدَثٌ طَعَامٌ، فَخِفْتُ أَنْ يَسْتُنُّوا.“^①

”بے شک (نمازوں کو) قصر (پڑھنا) رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کی سنت ہے، لیکن ناسمجھ لوگ اکٹھے ہوئے ہیں، تو مجھے خدشہ ہوا، کہ وہ اسے (یعنی قصر کو ہی مستقل) طریقہ بنا لیں گے۔“ (اس لیے میں پوری نماز پڑھا رہا ہوں)۔“

اس بات کی تائید امام ابن جریر کی بیان کردہ روایت سے بھی ہوتی ہے، کہ منی میں ایک بدو نے باواز بلند کہا:

”يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! مَا زِلْتُ أَصَلِّيهِمَا مُنْذُ رَأَيْتَكَ عَامَ أَوَّلِ رَكْعَتَيْنِ.“^②

① منقول از: فتح الباري ۲/۵۷۱.

② منقول از: المرجع السابق ۲/۵۷۱.

”اے امیر المؤمنین! جب سے میں نے آپ کو گزشتہ سال دور رکعتیں

پڑھتے دیکھا ہے، میں بھی دور رکعتیں (ہی) پڑھتا ہوں۔“

اس بارے میں امام ابو داؤد نے حضرت زہری سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بدوں کی وجہ سے پوری نماز پڑھی، ^① کیونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ انہوں نے لوگوں کو چار رکعتیں پڑھائیں، تاکہ انہیں معلوم ہو جائے، کہ اصل نماز چار (رکعتیں) ہیں۔ ^②

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”یہ طرق ^③ ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں اور اس میں کوئی مانع نہیں،

کہ ان کے نماز پوری پڑھنے کا یہی بنیادی سبب ہو۔“ ^④

حج: منی میں قیام کے دوران سب حج کرنے والوں کے لیے نماز قصر پڑھنے کی آسانی اور سہولت ہے۔ سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز لکھتے ہیں:

” (قصر کرنے میں) اہل مکہ اور دوسروں کے درمیان کوئی فرق نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ اور دوسروں کو منی، عرفہ اور مزدلفہ میں قصر نماز ہی پڑھائی تھی اور مکہ والوں کو نماز پوری کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اگر ان پر نماز کا پورا کرنا واجب ہوتا، تو ضرور ان سے یہ بات فرما دیتے۔“ ^⑤

① یعنی قصر نہ کی۔

② سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الصلاة بمعنى، رقم الرواية ۱۹۶۲، ۳۰۸/۵۔
 شیخ البانی نے اسے (حسن) قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابی داؤد (۱/۳۶۹)۔

③ متعدد روایات۔

④ فتح الباری ۲/۵۷۱۔

⑤ التحقیق والإيضاح لکثیر من مسائل الحج والعمرة والزيارة (المطبوع مع شرحه

الإفصاح) ص ۱۸۲۔

۲: منیٰ و عرفات کے درمیان آتے جاتے تلبیہ، تکبیر اور تہلیل ❶ کہنا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ منیٰ سے عرفات جاتے اور وہاں سے واپس آتے ہوئے تلبیہ، تکبیر اور تہلیل تینوں کہہ سکتے ہیں۔ توفیق الہی سے ذیل میں دو روایتیں پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے محمد بن ابی بکر ثقفی سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے پوچھا:

”كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟“

”تم اس دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیسے کرتے تھے؟“

تو انہوں نے جواب دیا:

”كَانَ يُهْلُ مِنَّا الْمُهْلُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ، وَيُكَبِّرُ مِنَّا الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ.“ ❷

”ہم میں سے لہیک پکارنے والا لہیک پکارتا، تو اس پر کوئی اعتراض نہ کرتا اور تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا، تو اس پر کوئی حرف گیری نہ کرتا۔“

ب: امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”وَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ! لَقَدْ خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَمَا تَرَكَ التَّلْبِيَةَ حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ، إِلَّا أَنْ

❶ (تلبیہ): لہیک کہنا، (تکبیر): تکبیرات پکارنا، (تہلیل): لا لہ ولا اللہ کہنا۔

❷ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۶۵۹، ۳/۵۱۰؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۲۷۴- (۱۲۸۵)، ۲/۹۳۳۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

يَخْلِطُهَا بِتَكْبِيرٍ أَوْ تَهْلِيلٍ. ❶

”اس ذات کی قسم جنہوں نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! بے شک میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلا، تو آنحضرت ﷺ نے جمرہ عقبہ کو نکٹکریاں مارنے تک تلبیہ نہ چھوڑا، البتہ آپ ﷺ اس کے ساتھ (بسا اوقات) تکبیر یا تہلیل ملا لیتے۔“

دونوں حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

ا: پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے تلبیہ اور تکبیر دونوں میں سے جو چاہے، اس کا پکارنا درست ہے۔

ب: دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پکارنا، یا اس کے ساتھ تکبیر یا تہلیل ملانا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔

ج: پہلی حدیث پر امام بخاری نے حسب ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ إِذَا عَدَا مِنْ مِئِي إِلَى عَرَفَةَ] ❷

[منیٰ سے عرفات جاتے وقت تلبیہ اور تکبیر کہنے کے متعلق باب]

امام نووی نے اس پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ فِي الدُّهَابِ مِنْ مِئِي إِلَى عَرَفَاتِ فِي

يَوْمِ عَرَفَةَ] ❸

[عرفہ کے دن منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے تلبیہ اور تکبیر پکارنے کے

❶ المسند، جزء من رقم الحدیث ۳۹۶۱، ۶/۲۸۔ شیخ احمد شاہ کرنے اس کی (سند کو صحیح) قرار دیا

ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۶/۲۸)۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ اسے ابن ابی شیبہ اور طحاوی نے

بھی روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳/۵۳۳)۔

❷ صحیح البخاری ۳/۵۱۰۔

❸ صحیح مسلم ۲/۹۳۳۔

متعلق باب]

علاوہ ازیں امام بخاری نے اپنی [اصح] صحیح میں ایک اور باب کا حسب ذیل عنوان

درج کیا ہے:

[بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ غَدَاةَ النَّحْرِ حِينَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ] ❶

[قربانی کے دن رمی جمرہ تک تلبیہ و تکبیر پکارتے کے متعلق باب]

۳: دس ذوالحجہ کے چار اعمال میں ترتیب کا لازم نہ ہونا:

رسول اللہ ﷺ نے دس ذوالحجہ [یوم النحر] کو چار کام درج ذیل ترتیب سے

کیے:

ا: جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں

ب: قربانی کی

ج: سر مبارک منڈوایا

د: طواف افاضہ (زیارت) کیا

بلاشک و شبہ اب بھی اسی ترتیب سے ان اعمال کا کرنا اعلیٰ و افضل ہے، لیکن

آنحضرت ﷺ نے امت کے لیے یہ آسانی فرمائی، کہ انہیں اس ترتیب کو برقرار

رکھنے کا پابند نہ کیا۔ اس بارے میں ذیل میں پانچ روایات ملاحظہ فرمائیے۔

ا: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ ایک شخص

نے نبی کریم ﷺ کے روبرو عرض کیا:

”زُرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ .“

”میں نے رمی سے پہلے (طواف) زیارت کیا ہے۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

❶ صحیح البخاری ۵۳۲/۳

”لَا حَرَجَ.“

”کوئی مضائقہ نہیں۔“

(پھر) اس نے عرض کیا:

”حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أُذْبِحَ.“

”میں نے قربانی سے پہلے سر مونڈا۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”لَا حَرَجَ.“

”کوئی مضائقہ نہیں۔“

(پھر) اس نے عرض کیا:

”ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُرْمِيَ.“

”میں نے رمی سے پہلے قربانی کی۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”لَا حَرَجَ.“^①

”کوئی مضائقہ نہیں۔“

① صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الذبیح قبل الحلق، رقم الحدیث ۱۷۲۲، ۳/۵۵۹۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کردہ حدیث میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ کے زور و ایک شخص نے عرض کیا، کہ اس نے رمی سے پہلے قربانی کی ہے۔ ایک دوسرے شخص نے عرض کیا، کہ اس نے قربانی سے پہلے سر مونڈا ہے، تو آنحضرت ﷺ نے پہلے شخص سے فرمایا: ”رمی کرو اور کوئی حرج نہیں“ اور دوسرے شخص کو فرمایا: ”قربانی کرو اور کوئی حرج نہیں۔“ (ملاحظہ ہو: المعراج السابق، رقم الحدیث ۱۷۲۷، ۳/۵۶۹؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب من حلق قبل النحر أو نحر قبل الرمي، رقم الحدیث ۳۲۷- (۱۳۰۶)، ۲/۹۴۸)۔ یہی صورت حال امام ابن ماجہ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے۔ (ملاحظہ ہو: سنن ابن ماجہ، باب من قدم نسکا علی نسك، رقم الحدیث، ۳۰۵۲، ۴/۴۹۹)۔

ب: امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”رسول اللہ ﷺ قربانی کے دن حمرہ (العقبہ) کے پاس کھڑے تھے،

کہ ایک شخص نے آپ کے پاس آ کر عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَرِيكَ.“

”یا رسول اللہ ﷺ! میں نے رمی سے پہلے سر موٹا۔“

تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

”إِزْمٌ وَلَا حَرَجَ.“^①

”رمی کرو اور کچھ مضائقہ نہیں۔“

ج: امام احمد کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے حج کے

بارے میں روایت کردہ حدیث میں ہے:

”پھر ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَفَضْتُ قَبْلَ أَنْ أَحْلِقَ.“

”یا رسول اللہ ﷺ! میں نے سر موٹا کرنے سے پیشتر [طواف] افاضہ کیا۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”إِحْلِقْ أَوْ قَصِّرْ، وَلَا حَرَجَ.“^②

”[سر] موٹو یا (بال) کاٹو، (جو کر چکے ہو، اس میں) کوئی حرج نہیں۔“

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب من حلق قبل النحر أو نحر قبل الرمي، جزء من رقم الحديث ۳۳۳-۱۳۰۶، ۲/۹۴۹-۹۵۰.

② المسند، جزء من رقم الحديث ۱۷/۲، ۱۸-۱۷/۲، ۵۶۲. شیخ احمد شاکر نے اس کی [سند کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۱۷/۲).

و: ایک دوسری روایت میں ہے:

ایک دوسرے شخص نے عرض کیا:

”طُفْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ.“

”میں نے قربانی سے پہلے طواف (افاضہ) کیا ہے۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”إِذْبَعْ وَلَا حَرَجَ.“^①

”قربانی کرو اور کوئی حرج نہیں۔“

ہ: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے،

”بے شک نبی کریم ﷺ سے قربانی، سر موٹڈ نے اور رمی (کی ترتیب)

میں تقدیم و تاخیر کے متعلق سوال کیا گیا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”کوئی حرج نہیں۔“^②

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

”فَمَا سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ:

”افْعَلْ، وَلَا حَرَجَ.“^③

”رسول اللہ ﷺ سے (ترتیب میں) جس چیز کو بھی آگے پیچھے کرنے

① منقول از: حجة النبي ﷺ كما رواها عنه جابر رضي الله عنه للشيخ الألباني ص ۸۶ اور انہوں نے طحاوی سے نقل کیا ہے۔

② متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب إذا رمى بعد ما أمسى أو حلق قبل أن يذبح ناسياً أو جاهلاً، رقم الحدیث ۱۷۳۴، ۵۶۸/۳؛ وصحیح مسلم، کتاب الحج، باب من حلق قبل النحر أو نحر قبل الرمي، رقم الحدیث ۳۳۴- (۳۰۷)، ۹۵۰/۲۔

③ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الفتيا على الذابة عند الحمره، جزء من رقم الحدیث ۱۷۳۶، ۵۶۹/۳؛ وصحیح مسلم، کتاب الحج، باب من حلق قبل النحر..... جزء من رقم الحدیث ۳۲۷- (۱۳۰۶)، ۹۴۸/۲۔ الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”(جو چیز نہیں کی، اب) کر لو اور (ترتیب میں جو خلل آ گیا ہے، اس میں) کوئی مضائقہ نہیں۔“

مذکورہ بالا احادیث کے حوالے سے آٹھ باتیں:

۱: پہلی چار روایات میں دس ذوالحجہ کے کاموں میں تقدیم و تاخیر کی درج ذیل صورتوں کے متعلق سوال کیا گیا:

۱: رمی سے پہلے طواف افاضہ

۲: قربانی سے پہلے سر موٹنا

۳: رمی سے پہلے قربانی

۴: رمی سے پہلے سر موٹنا

۵: سر موٹنے سے پہلے طواف افاضہ

۶: قربانی سے پہلے طواف افاضہ

اور پانچویں روایت میں دس ذوالحجہ کے اعمال میں تقدیم و تاخیر کے متعلق اجمالی طور پر سوال کیا گیا۔

ب: (لَا حَرَجَ) سے مراد:

امام نووی رقم طراز ہیں:

”ظَاهِرُ قَوْلِهِ ﷺ: ”لَا حَرَجَ“ أَنَّهُ لَا شَيْءَ عَلَيْكَ مُطْلَقًا.“

”آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی ”لَا حَرَجَ“ کا واضح طور پر معنی یہ

ہے: تیرے ذمے بالکل کچھ نہیں۔“

علامہ قرطبی نے ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہم کی حدیثوں کی شرح میں لکھا ہے:

”أَحَادِيثُ هَذَا الْبَابِ تَدُلُّ عَلَى أَنَّ مَنْ قَدَّمَ شَيْئًا أَوْ آخَرَهُ

مِنَ الْحَلَّاقِ، وَالرَّمِي، وَالنَّحْرِ، وَالطَّوَّافِ بِالْبَيْتِ، فَلَا

شَيْءٍ عَلَيْهِ . وَبِهَذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ وَفُقَهَاءُ الْحَدِيثِ فِي جُمْلَةٍ مِنَ السَّلَفِ .^①

”اس باب کی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں، کہ جس نے سر منڈانے، رمی، قربانی اور بیت اللہ کے طواف (کی ترتیب میں) تقدیم و تاخیر کی، اس پر کچھ بھی نہیں۔ عام سلف کے ساتھ شافعی اور فقہاء اصحاب الحدیث کا یہی قول ہے۔“

حج: ترتیب میں خلل پر وجوب دم کے لیے استدلال اور اس کا جواب:
بعض علماء نے ان چار کاموں میں تقدیم و تاخیر کی صورت میں دم لازم آنے کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ذکر کیا:
”جس نے مناسک حج میں سے کسی کو آگے پیچھے کیا، تو اسے اس بنا پر دم دینا چاہیے۔“^②

لیکن اس استدلال پر دو اعتراضات ہیں:

۱: علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

”وَلَيْسَ بِثَابِتٍ عَنْهُ .“^③

”ان (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما) سے یہ (قول) ثابت نہیں۔“

۲: اگر یہ تسلیم کیا جائے، کہ یہ قول ثابت ہے، تو پھر اس سے استدلال کرنے والوں کو چاہیے، کہ وہ ان چاروں اعمال میں سے ہر ایک عمل کی تقدیم و تاخیر پر دم

① المفہم ۴۰۸/۳ .

② منقول از: فتح الباری ۵۷۲/۳ .

③ المفہم ۴۰۸/۲، ۴۰۹؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباری ۵۷۲/۳ .

واجب کریں، لیکن وہ ایسے نہیں کرتے۔ وہ صرف قربانی یاری سے پہلے سر منڈانے پر دم لازم کرتے ہیں۔^①

د: (لَا حَرَاجَ) سے (گناہ کی نفی) مقصود ہونے کا احتمال:

علامہ طحاوی لکھتے ہیں: حدیث سے ظاہری طور پر یہی معلوم ہوتا ہے، کہ اعمال کے آگے پیچھے کرنے کی اجازت ہے، البتہ اس بات کا احتمال ہے، کہ (لَا حَرَاجَ) سے مقصود تقدیم و تاخیر میں گناہ کی نفی ہو۔ اس طرح یہ حکم بھول یا جہالت کی بنا پر کرنے والے کے لیے ہوگا، لیکن عمداً ایسا کرنے والے پر فدیہ ہوگا۔

اس احتمال پر کیے گئے اعتراضات میں سے تین درج ذیل ہیں:

۱: فدیہ کے واجب کرنے کے لیے دلیل درکار ہے۔ اگر وہ واجب ہوتا، تو آنحضرت ﷺ اسی وقت فرما دیتے، کیونکہ تب اس کے بیان کی ضرورت تھی اور بوقت ضرورت بیان میں تاخیر درست نہیں۔^②

۲: آنحضرت ﷺ نے (لَا حَرَاجَ) سے صرف گناہ کی نفی نہیں فرمائی، بلکہ ان اعمال کے عام ترتیب کے مطابق نہ ہونے کے باوجود ان کے شرعی طور پر معتبر ہونے کی خبر بھی دی ہے۔ اگر ایسے نہ ہوتا، تو آنحضرت ﷺ ان کے دوبارہ کرنے کا حکم دیتے، کیونکہ لاعلمی یا سہو سے حج کے احکام ختم نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر رمی اور قربانی لاعلمی یا سہواً چھوڑنے والا گناہ گار نہیں ہوتا، لیکن اس کا علم ہونے اور یا دانے پر ان کا ادا کرنا واجب ہوتا ہے۔^③

۳: امام طبری (لَا حَرَاجَ) سے صرف گناہ کی نفی مراد لینے والوں پر اعتراض

① منقول از: فتح الباری ۵۷۱/۳.

② ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۵۷۱/۳.

③ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۵۷۱/۳.

کرتے ہوئے کہتے ہیں: ان لوگوں پر تعجب ہے، کہ وہ بعض کاموں میں ترتیب ختم ہونے پر گناہ اور فدیہ دونوں کی نفی مراد لیتے ہیں۔ اگر ترتیب واجب ہوتی اور اس کے ختم ہونے سے دم لازم ہوتا، تو اس کے ختم ہونے کی ہر صورت میں حکم یکساں ہونا چاہیے تھا۔ آنحضرت ﷺ کے عام فرمان (لَا حَرَجَ) سے بعض صورتوں میں صرف گناہ کی نفی اور بعض میں گناہ اور فدیہ دونوں کی نفی کیونکر درست ہو سکتی ہے؟^①

ہ: صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت میں ہے، کہ ایک سائل نے کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ مجھے خبر نہ تھی، کہ رمی قربانی سے پہلے ہے..... ایک دوسرے شخص نے عرض کیا: مجھے شعور نہ تھا، کہ قربانی سرمنڈانے سے پہلے ہے..... الحدیث^②

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض علمائے امت نے تقدیم و تاخیر کی بنا پر دم لازم نہ آنے کو بھول اور لاعلمی کی بنا پر ایسے کرنے والے کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔^③

علامہ ابن بطال اس بارے میں لکھتے ہیں:

اگر کسی گمان کرنے والے نے یہ گمان کیا، کہ سائل کا نبی کریم ﷺ سے یہ کہنا [میں نے لاعلمی میں رمی سے پہلے قربانی کی ہے] اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ عمداً ایسے کرنا جائز نہیں اور ایسی صورت میں ممکن ہو، تو (ٹھیک ترتیب سے دوبارہ) عمل کرے، وگرنہ فدیہ ادا کرے۔

یہ گمان درست نہیں، کیونکہ مناسک حج میں سے عمداً کرنے والے پر لازم ہونے

① ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳/۵۷۱۔

② ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الحج، باب من حلق قبل النحر أو نحر قبل الرمي، رقم الحديث : ۳۲۸۔ (۱۳۰۶)، ۲/۸۴۹۔

③ ملاحظہ ہو: المغنی ۵/۳۲۲؛ وفتح الباری ۳/۵۷۲۔

والاعمل جاہل اور بھولنے والے کی لاعلمی اور نسیان سے ساقط نہیں ہوتا۔ جہل اور نسیان سے تو صرف گناہ ختم ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی نے لاعلمی یا نسیان کی بنا پر رمی جمرات نہ کی، یہاں تک کہ رمی کے دن ختم ہو گئے، تو اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، کہ فدیہ کے واجب ہونے میں اس کا حکم جان بوجھ کر رمی چھوڑنے والے کی طرح ہوگا۔

یہی بات لاعلمی یا نسیان کی وجہ سے وقوف عرفات چھوڑنے کے متعلق ہے۔ اسی طرح حج کے دیگر اعمال میں فدیہ کے لازم ہونے میں جاہل، قصداً کرنے یا چھوڑنے والا اور بھولنے والا تینوں برابر ہیں۔ ان چاروں اعمال کی ترتیب میں بھی لاعلمی اور قصداً تقدیم و تاخیر کرنے والے ایک جیسے ہیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”لَا حَرَجَ“ [کوئی مضایقہ نہیں] اور اپنے جواب میں عالم، جاہل اور بھولنے والے میں فرق نہیں کیا۔^①

و: قربانی سے پہلے سرمنڈانے کے بارے میں علماء کی آراء:

علامہ ابن بطلال لکھتے ہیں: قربانی سے پہلے سرمنڈانے میں اختلاف ہے۔ مالک، ثوری، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق اور ابو ثور کی رائے میں ایسا کرنے والے کے ذمہ کچھ نہیں، (نہ گناہ اور نہ ہی فدیہ) اور یہی بات حدیث میں ہے۔
نحی کے نزدیک اس پر دم ہے اور ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔

زفر کے نزدیک حج قرآن کرنے والے پر دو دم ہیں اور ابو یوسف اور محمد کی رائے میں اس پر کچھ بھی نہیں۔ ابو حنیفہ اور زفر کی رائے حدیث کے خلاف ہے، اس لیے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔^②

① ملاحظہ ہو: شرح ابن بطلال ۴/۳۹۹-۴۰۰۔

② ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۴/۳۹۷-۳۹۸۔

ز: رمی سے پہلے طواف زیارت کے متعلق علماء کی آراء:

علامہ ابن بطال ہی نے تحریر کیا ہے: رمی سے پہلے طواف زیارت کرنے والے کے بارے میں اختلاف ہے۔ شافعی نے کہا: حدیث کی نص کے مطابق اس کا طواف ہو گیا، (اب) وہ رمی کر لے۔ مالک سے روایت ہے، کہ وہ رمی کرے، پھر (سر) منڈائے، پھر دوبارہ طواف کرے اور اگر وہ اپنے وطن لوٹ چکا ہے، تو اس پر دم ہے اور (رمی سے پہلے کیا ہوا) طواف اسے کفایت کر جائے گا۔

یہ (مالک کی رائے) ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہے۔ میرا خیال ہے، کہ مالک کو یہ حدیث پہنچی نہ ہوگی۔^①
ح: علامہ قرطبی کی رائے:

علامہ قرطبی دس ذوالحجہ کے چاروں اعمال میں تقدیم و تاخیر کے متعلق مختلف اقوال اور ان کے دلائل تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”وَالظَّاهِرُ مِنَ الْأَحَادِيثِ مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَأَصْحَابِ الْحَدِيثِ.“^②

”احادیث سے شافعی اور اصحاب حدیث کا مذہب (ہی) ظاہر ہوتا ہے۔“

اور ان کا مذہب یہ ہے، کہ چاروں اعمال میں قصداً، سہواً، لاعلمی اور جانتے ہوئے تقدیم و تاخیر کرنے میں نہ گناہ ہے اور نہ ہی فدیہ اور بلاشک و شبہ اس میں حج

① ملاحظہ ہو: شرح ابن بطال ۴/۳۹۸؛ نیز ملاحظہ ہو: المحلی، ۸۴۵۔ مسأله، ۲۶۰/۷-۲۶۵۔ امام فحی اور ان کے پیروکار ارشاد ربانی: ﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَجْلَهُ﴾ (البقرہ/جزء من الآية ۱۹۶) [تم قربانی کے اپنی جگہ پہنچ جانے تک اپنے سروں کو نہ منڈاؤ] سے استدلال کرتے ہیں، لیکن اس آیت سے استدلال تب مکمل ہوتا، جب کہ الفاظ یوں ہوتے: ﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ تَنْحَرُوا﴾ [تم ذبح کرنے تک اپنے سروں کو نہ منڈاؤ]۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳/۵۷۱، ۵۷۲)۔
② المفہم ۳/۴۰۹۔

کرنے والے حضرات و خواتین کے لیے عظیم آسانی ہے۔

۴: غروب آفتاب کے بعد کنکریاں مارنا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک غروب آفتاب کے بعد کنکریاں مارنے کا جواز ہے۔ توفیق الہی سے ذیل میں اس سلسلے میں تین روایات پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے

بیان کیا:

”قربانی کے دن منیٰ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا جاتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے: ”کچھ مضائقہ نہیں۔“

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

”حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أُذْبِحَ .“

”میں نے ذبح کرنے سے پیشتر سر مونڈ لیا ہے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِذْبَحْ وَلَا حَرَجَ.“

”ذبح کرو اور (جو کچھ کر چکے ہو، اس میں) کچھ مضائقہ نہیں۔“

اور اس نے عرض کیا:

”رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ .“

”میں نے شام کے بعد کنکریاں ماریں۔“

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لَا حَرَجَ.“^①

① صحیح البخاری، کتاب الحج، باب إذا رمی بعد ما أمسى أو حلق قبل أن يذبح ناسياً أو

جاهلاً، رقم الحديث ۱۷۳۵، ۵۶۸/۳.

”کوئی مضایقہ نہیں۔“

ب: امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے: وہ بیان کرتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”الرَّاعِي يَوْمِي بِاللَّيْلِ وَيَوْمِي بِالنَّهَارِ.“^①

”چرواہا رات کو رومی کرے اور دن میں (جانوروں کو) چرائے۔“

ج: امام مالک نے حضرت نافع سے روایت نقل کی ہے، کہ صفیہ بنت عبیدہ کی بھتیجی کے ہاں مزدلفہ میں بچہ پیدا ہوا، تو وہ اور صفیہ، دونوں وہیں رک گئیں اور قربانی کے دن (ہی) غروب آفتاب کے بعد منی آئیں۔

ان دونوں کے آنے پر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں رمی جمرہ کا حکم دیا اور ان کی رائے میں ان کے ذمے کوئی چیز (یعنی فدیہ وغیرہ) نہ تھی۔^②
ان روایات کے حوالے سے پانچ باتیں:

ا: (لَا حَوَاجَ) سے مراد یہ ہے، کہ ایسا کرنے میں نہ گناہ ہے اور نہ فدیہ۔^④

ب: بعض علماء نے اس حدیث سے رات کو رومی کے جواز کے استدلال پر درج ذیل دو اعتراضات کیے ہیں:

ا: (بَعْدَمَا أَمْسَيْتُ) سے سائل کا مقصود زوال کے بعد رمی کے متعلق پوچھنا تھا، رات کو رومی کے بارے میں اس کا سوال نہ تھا۔

① السنن الکبری، کتاب الحج، باب الرخصة فی أن یرعوا نہاراً ویرموا لیلاً إن شاء وا، رقم الروایة ۹۲۷۷، ۵/۲۶۴۔ حافظ ابن حجر نے اس کی [سند کو حسن] اور شیخ البانی نے اس حدیث کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مناسک الحج والعمرة للشیخ الألبانی ص ۳۹، وسلسلة الأحادیث الصحیحة ۵/۶۲۲-۶۲۴)۔

② یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زوجہ محترمہ تھیں۔ (ملاحظہ ہو: أضواء البیان ۵/۲۸۵)۔

③ الموطأ، کتاب الحج، رقم الروایة ۲۲۰، ۱/۴۰۹۔

④ ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتیح ۵/۵۴۱۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے، کہ [بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ] میں زوال کے بعد کا وقت اور رات کا وقت دونوں شامل ہیں اور آنحضرت ﷺ کا مقصود ان دونوں اوقات میں کی گئی رمی سے گناہ اور فدیہ کی نفی تھی۔^①

۲: حدیث میں گناہ اور فدیہ کی نفی بھول کر یا لاعلمی میں رات کو رمی کرنے والے کے لیے ہے، ہر ایک کے لیے نہیں۔^②

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے، کہ اگرچہ منیٰ میں بعض سوال کرنے والوں نے لاعلمی کی وجہ سے، رمی میں تاخیر کرنے کا ذکر کیا ہے، لیکن بعض کے یہ کہنے سے یہ لازم نہیں آتا، کہ ہر سائل نے جو کچھ کیا، لاعلمی کی وجہ سے کیا۔

آنحضرت ﷺ کے ہر سائل کے جواب میں [لَا حَرَجَ] (کچھ مضائقہ نہیں) فرمانے سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ گناہ اور فدیہ کی نفی بھول کر یا لاعلمی سے رمی میں تاخیر کرنے والے کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ رات کو رمی کرنے والے ہر شخص کا یہی حکم ہے۔^③

ج: شیخ البانی نے دوسری حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[جَوَازُ رَمِي الْجَمْرَاتِ بِاللَّيْلِ بِعُذْرٍ].^④

[عذر کی بنا پر رات کو رمی جمرات کا جواز]

اور علامہ ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں:

”وَكُلُّ ذِي عُذْرٍ مِنْ مَرَضٍ، أَوْ خَوْفٍ عَلَى نَفْسِهِ، أَوْ مَالِهِ

كَالرُّعَاةِ فِي هَذَا، لِأَنَّهُمْ فِي مَعْنَاهُمْ.“^⑤

① ملاحظہ ہو: أضواء البيان ۵/۲۸۲-۲۸۳.

② ملاحظہ ہو: صحيح البخاري ۳/۵۶۸.

③ نيل الأوطار ۵/۱۰۵. ④ سلسلة الأحاديث الصحيحة ۵/۶۲۲.

⑤ الكافي ۲/۴۵۲.

”بیاری یا اپنی جان یا مال کے خوف کے عذر والا ہر شخص اس بارے میں چرواہوں کی طرح ہے، کیونکہ ان (عذر والوں) کا معاملہ ان (چرواہوں) جیسا ہے۔“^①

ذ: امام مالک نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے رات کو رمی کرنے کے فتویٰ کو درج ذیل عنوان کے ضمن میں روایت کیا ہے:

[بَابُ الرُّخْصَةِ فِي رَمَى الْجَمَارِ]^②

[رمی جمرات میں رخصت کے متعلق باب]

ہ: سعودی عرب کی مجلس دائمی برائے علمی تحقیقات و افتاء نے ایک فتویٰ دیتے ہوئے تحریر کیا ہے:

”مَنْ أَحْرَرَ رَمَى الْجَمَارِ فِي الْيَوْمِ الْحَادِي عَشَرَ، حَتَّى أَدْرَكَهُ اللَّيْلُ، وَتَأْخِيرُهُ لِعُذْرٍ شَرْعِيٍّ، وَرَمَى الْجَمَارَ لَيْلًا، فَلَيْسَ عَلَيْهِ فِي ذَلِكَ شَيْءٌ.“

وَهَكَذَا مَنْ أَحْرَرَ الرَّمَى فِي الْيَوْمِ الثَّانِي عَشَرَ، فَرَمَاهُ لَيْلًا أَجْزَاهُ ذَلِكَ وَلَا شَيْءٌ عَلَيْهِ، وَلَكِنَّ الْأَحْوَاطَ أَنْ يَجْتَهِدَ فِي الرَّمَى نَهَارًا فِي الْمُسْتَقْبَلِ.“^③

”جو شخص رمی جمرات میں تاخیر کرے، یہاں تک کہ رات ہو جائے اور وہ رات میں رمی کرے اور اس کی تاخیر شرعی عذر کی بنا پر ہو، تو اس کے ذمے اس بنا پر کچھ نہیں ہوگا۔ اسی طرح جو شخص بارہ تاریخ کی رمی میں تاخیر

① (اس بارے میں) سے مراد مثنیٰ میں رات بسر کرنے میں رعایت، دو دن کی رمی ایک دن کرنے میں اور رات کو رمی کرنے میں ہے۔ (ملاحظہ ہو: الکافی ۲/۴۵۱-۴۵۲)۔

② الموطا ۱/۴۰۹۔

③ فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء، جزء من الفتوی رقم (۱۶۱۱)، ۱۱/۲۸۲۔

کر کے رات کو رمی کرے، تو ایسا کرنا اسے کفایت کر جائے گا اور اس کے ذمے کچھ نہیں ہوگا، لیکن زیادہ احتیاط کی بات یہ ہے، کہ وہ مستقبل میں دن ہی کو رمی کرنے کی کوشش کرے۔“

خلاصہ گفتگو یہ ہے، کہ پہلی حدیث کے مطابق رات کو رمی کرنے میں نہ گناہ اور نہ ہی فدیہ ہے اور یہ اجازت سب کے لیے ہے۔ دوسری حدیث میں چرواہوں کو رات میں رمی کی اجازت دی گئی ہے۔ اس حدیث پر قیاس کرتے ہوئے ہر عذر والا شخص بھی رات کو رمی کر سکتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی زوجہ اور ان کی بھتیجی کو بوجہ عذر دن میں رمی نہ کر سکنے کی بنا پر، رات کو رمی کا حکم دیا۔

۵: عذر والے کا دو دن کی رمی ایک دن میں کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ذوالحجہ سے تیرہ ذوالحجہ تک منیٰ میں ٹھہرے اور ہر روز کی رمی اسی دن کی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چرواہوں کے لیے یہ سہولت فرمائی، کہ وہ گیارہ اور بارہ تاریخ دو دنوں کی رمی ایک ہی دن میں کر لیں۔

حضرات ائمہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے:

”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَخَّصَ لِلرُّعَاةِ فِي الْبَيْتِوَتِهِ، يَوْمَ النَّحْرِ، وَالْيَوْمَيْنِ اللَّذَيْنِ بَعْدَهُ يَجْمَعُونَهُمَا فِي أَحَدِهِمَا.“^①

① سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب فی رمی الحمار، رقم الحدیث ۱۹۷۳، ۳۱۳/۵-۳۱۴؛ وجامع الترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی الرخصة للرعاة أن يرموا يومًا ويدعوا يومًا، رقم الحدیث ۹۶۲، ۲۵-۲۶؛ و سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، رمی الرعاة، ۲۷۳/۵؛ و سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، رقم الحدیث ۳۰۳۷، ۷۳/۹-۷۴ (المطبوع مع إنجاز الحاجة). الفاظ حدیث سنن النسائی کے ہیں۔ امام الترمذی نے اسے [حسن صحیح] اور شیخ البانی نے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۳/۸۵۰؛ و صحیح سنن النسائی ۲/۶۴۲)۔

”بے شک رسول اللہ ﷺ نے چرواہوں کو (منیٰ میں) رات بسر کرنے کے معاملے میں رعایت دی۔ وہ قربانی کے دن رمی کریں، پھر وہ اس کے بعد والے دو دنوں کی رمی ان میں سے کسی ایک دن کر لیں۔“
حدیث کے حوالے سے چار باتیں:

۱: آنحضرت ﷺ نے چرواہوں کو منیٰ کی راتیں باہر بسر کرنے کی رعایت دی اور یہ رعایت اونٹوں کی دیکھ بھال کی ضرورت کے پیش نظر تھی، جس طرح کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حاجیوں کو پانی پلانے کی غرض سے اجازت دی تھی۔^①

ب: مویشی چرانے والوں کو دو دن گیارہ اور بارہ تاریخوں کی رمی ایک دن کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:
[بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ لِلرَّعَاةِ أَنْ يَرْمُوا يَوْمًا، وَيَدْعُوا يَوْمًا]^②

[چرواہوں کے لیے ایک دن رمی کرنے اور ایک دن چھوڑنے کی رخصت کے متعلق باب]

ج: امام مالک کے نزدیک ان دو دنوں کی رمی بارہ تاریخ کو ہی کی جائے گی، کیونکہ واجب کی ادائیگی، اس کے واجب ہونے کے بعد ہوتی ہے، اس سے پہلے نہیں۔ اسی لیے جب بارہ تاریخ کی رمی گیارہ تاریخ کو واجب ہی نہ تھی، تو وہ گیارہ کو کیونکر کی جاسکتی ہے؟^③

① اس بارے میں تفصیل اس کتاب کے صفحات ۲۹۰-۲۹۲ میں گزر چکی ہے۔

② جامع الترمذی ۲/۲۴۰۔

③ ملاحظہ ہو: الموطأ، کتاب الحج، باب الرخصة في رمي الجمار، ۱/۴۰۹۔ یہی رائے احناف اور شوافع کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ۶/۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱

بعض علماء کی رائے میں انہیں دونوں میں سے کسی بھی ایک دن میں رمی کا اختیار ہے، گیارہ کو بھی اور بارہ کو بھی۔^①

شاید یہی رائے زیادہ درست ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”يَجْمَعُونَهُمَا فِي أَحَدِهِمَا.“

”وہ ان دونوں (کی رمی) کو ایک میں جمع کر لیں۔“

باقی ان کا یہ کہنا، کہ [بارہ تاریخ کی رمی واجب ہونے سے پیشتر گیارہ تاریخ کو کیونکر ادا ہو سکتی ہے؟] اس کی آنحضرت ﷺ کے فرمان [وہ دونوں میں سے جس دن چاہیں جمع کر لیں] کے بعد کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

علاوہ ازیں کیا جمع تقدیم میں عصر اور عشاء کی نمازوں کو ان کے وقت کے داخل ہونے سے پیشتر ظہر اور مغرب کے ساتھ ادا نہیں کیا جاتا؟

امام ابن خزیمہ کی بھی یہی رائے ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”بے شک وہ (چرواہے) ایام تشریق کے پہلے اور دوسرے دن رمی جمع

کر کے ان دو میں سے ایک دن، چاہے پہلے دن یا دوسرے دن کرتے

ہیں۔“^②

انہی کی حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

”يَرْمُونَ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ يَرْمُونَ الْعَدَاؤَ مِنْ بَعْدِ الْعَدَاؤِ لِيَوْمَيْنِ، ثُمَّ

يَرْمُونَ يَوْمَ النَّفَرَةِ.“^③

”وہ قربانی کے دن رمی کرتے ہیں، پھر دوسرے دن یا دوسرے دن کے

بعد، دو دنوں کی رمی کرتے ہیں، پھر روانگی کے دن (تیرہ تاریخ) کی رمی

① ملاحظہ ہو: معالم السنن ۲/۲۱۲۔

② صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ۴/۳۲۰۔

③ المرجع السابق

کرتے ہیں۔“

د: آنحضرت ﷺ نے چرواہوں کو عذر کی بنا پر دو دنوں کی رمی ایک دن میں کرنے کی اجازت دی۔ امام ابن ماجہ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ تَأْخِيرِ رَمِي الْجَمَارِ مِنْ عُدْرٍ] ❶

[عذر کی بنا پر حمرات کی رمی میں تاخیر کرنے کے متعلق باب]

یہ رعایت دیگر حقیقی عذروالے لوگوں کے لیے بھی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شیخ البانی لکھتے ہیں:

عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے عذروالے کے لیے دو دن کی رمی ایک دن میں جمع کر لینا جائز ہے۔ ❷

۶: بچے اور معذور کی طرف سے رمی کرنا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ استطاعت نہ رکھنے والے بچوں اور دیگر معذور افراد کی طرف سے رمی کی جاسکتی ہے۔ اس بارے میں ذیل میں توفیق الہی سے قدرے تفصیل سے گفتگو پیش کی جا رہی ہے:

ا: بچوں کی طرف سے رمی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے بچوں کے ہمراہ حج کیا کرتے تھے۔

ان میں رمی کی استطاعت رکھنے والے بچے خود رمی کرتے اور دیگر بچوں کی طرف سے رمی کی جاتی۔ ❸

❶ سنن ابن ماجہ ۷۳/۹۔

❷ ملاحظہ ہو: مناسک الحج والعمرة ص ۳۸۔

❸ ملاحظہ ہو: المغنی ۵۲/۵؛ وتفسیر القرطبی ۱۲/۳؛ وموسوعة فقہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ص ۲۷۱۔

امام ابن منذر لکھتے ہیں:

”كُلُّ مَنْ حَفِظْتُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَرَى الرَّمِيَّ عَنِ

الصَّبِيِّ الَّذِي لَا يَقْدِرُ عَلَى الرَّمِيِّ.“^①

”وہ تمام اہل علم، جن سے میں نے علم حاصل کیا، رمی کی استطاعت نہ

رکھنے والے بچے کی طرف سے رمی کرنے کے قائل تھے۔“

حضرات ائمہ عطاء، زہری، مالک، شافعی اور اسحاق سب کی یہی رائے ہے۔^②

ب: معذور افراد کی طرف سے رمی:

علامہ ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں:

”إِذَا كَانَ الرَّجُلُ مَرِيضًا أَوْ مَحْبُوسًا أَوْ لَهُ عُذْرٌ جَازٍ أَنْ

يَسْتَنْبِبَ مَنْ يَرْمِي عَنْهُ.“^③

”جب آدمی بیمار ہو یا قید کیا گیا ہو یا اس کے لیے کوئی اور عذر ہو، تو اس

کے لیے رمی کرنے کی خاطر نائب مقرر کرنا جائز ہے۔“

شیخ ابن باز رقم طراز ہیں:

”رمی کی استطاعت نہ رکھنے والے شخص کی طرف سے جمرات کو نکلیریاں

① منقول از: المغنی ۵/۵۲.

② ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۵/۵۲. اس بارے میں امام ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ”ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا اور ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے تھے اور ہم نے بچوں کی طرف سے لپیک پکارا اور ان کی طرف سے رمی کی۔“ (ملاحظہ ہو: سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الرمی عن الصبیان، رقم الحدیث ۳۸، ۳، ۲۷/۹) (المطبوع مع إنجاز الحاجة)؛ لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ (ملاحظہ ہو: ضعیف سنن ابن ماجہ ص ۴۰، ۲۷/۹-۷۸، وھامش سنن ابن ماجہ للدکتور بشار ۴/۴۹۱).

③ المغنی ۵/۳۷۹؛ نیز ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ۳/۱۳۷؛ والمجموع ۸/۱۷۵.

مارنے کے لیے کسی دوسرے شخص کو مقرر کرنا جائز ہے۔ یہ عدم استطاعت بیماری، بڑھاپے یا صفر سنی کی وجہ سے ہو یا رمی کے لیے اس کے جانے سے کسی دوسرے کو ضرر پہنچنے کے خدشہ کی بنا پر ہو، جیسے حاملہ یا بچے والی ایسی خاتون، کہ رمی سے واپس آنے تک بچے کی حفاظت کرنے والا کوئی شخص میسر نہ ہو، کیونکہ رمی کے وقت لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے اسے ضرر پہنچنے کا شدید اندیشہ ہوتا ہے۔“^①

۷: رمی جمرہ کے بعد از دواجی تعلقات کے سوا احرام کی پابندیوں کا خاتمہ: دس ذوالحجہ کو حج کرنے والوں کے ذمے چار اعمال ہوتے ہیں: رمی جمرہ، قربانی، حجامت اور طواف زیارت، لیکن ان کے لیے یہ رعایت رکھی گئی ہے، کہ وہ صرف ایک کام رمی جمرہ کرنے کے بعد از دواجی تعلقات کے سوا احرام کی جملہ پابندیوں سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ اس بارے میں توفیق الہی سے ذیل میں دو حدیثیں پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام ابو داؤد نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ هَذَا الْيَوْمَ رُخِّصَ لَكُمْ إِذَا أَنْتُمْ رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ أَنْ تَحِلُّوا يَعْنِي مِنْ كُلِّ مَا حُرِّمْتُمْ مِنْهُ إِلَّا النِّسَاءَ.“^②

”بے شک تمہیں اس دن (میں) یہ رعایت دی گئی ہے، کہ جب تم جمرہ

① مجموع فتاویٰ سماحة الشيخ عبد العزيز بن عبد الله بن باز ۱/۱۵۵؛ نیز ملاحظہ: فتاویٰ

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، الفتوى رقم (۱۱۳۷)، ۱۱/۲۸۴.

② یہ الفاظ ایک قدرے مفصل حدیث کا حصہ ہیں۔ مکمل حدیث اور اس کی تخریج اس کتاب کے ص ۲۸۵ میں ملاحظہ فرمائیے۔

کرلو، تو تمہارے لیے خواتین کے علاوہ یعنی ازدواجی تعلقات کے علاوہ (احرام کی وجہ سے) حرام کردہ ہر چیز حلال ہوگئی۔“
 ب: امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”طَبِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِدَرِيْرَةٍ لِحَجَّةِ الْوِدَاعِ لِلْحَلِّ وَالْإِحْرَامِ حِينَ أَحْرَمَ، وَحِينَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ.“^①

”میں نے حجۃ الوداع میں اپنے ہاتھ سے چھاچھ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو حلال ہونے اور احرام کے وقت خوشبو لگائی۔ جب آپ ﷺ نے احرام باندھا، اور جب آپ ﷺ نے یوم النحر کو بیت اللہ کے طواف سے پہلے جمرہ عقبہ کو نکلیا ماریں۔“

ان حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

۱: پہلی حدیث سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے، کہ رمی جمرہ کے بعد ازدواجی تعلقات کے سوا احرام کی باقی ماندہ تمام پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔
 دوسری حدیث میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خوشبو لگائی، اور اس میں یہ اعلان ہے، کہ احرام کی پابندیاں ختم ہوئیں۔^②

① المسند، رقم الحدیث ۲۶۰۷۸، ۴۳/۱۹۰۔ شیخ البانی اورناؤد واوران کے رفقائے نے اسے [بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، المجلد الأول، الجزء الثالث، ص ۸۲، وھامش المسند ۲۳/۱۹۰)۔

② یعنی قربانی کے دن۔

③ سوائے ازدواجی تعلقات کے، کہ اس پابندی کا ذکر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا والی حدیث میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔

ب: امام شافعی، اصحاب رائے اور امام احمد سے ایک روایت کے مطابق احرام کی پابندیاں رمی جمرہ اور حجامت کے بعد ختم ہوتی ہیں، ❶ ان حضرات نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت کردہ حدیث سے استدلال کیا ہے:

”إِذَا رَمَيْتُمْ وَحَلَقْتُمْ، فَقَدْ حَلَّ لَكُمْ الطِّيبُ وَالْيَبَابُ وَكُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النَّسَاءَ.“ ❷

”جب تم رمی کر لو اور سر مونڈ لو، تو تمہارے لیے عورتوں کے سوا خوشبو، کپڑے اور ہر چیز جائز ہے۔“

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے:

”وَذَبْحُكُمْ.“ ❸

”اور تم ذبح کر لو۔“ ❹

لیکن یہ حدیث [قربانی کرنے اور سر مونڈنے] کے اضافوں کے ساتھ ضعیف ہے۔ ❺

ج: حضرات ائمہ عطاء، مالک، ابو ثور اور امام احمد کی دوسری روایت کے مطابق

رمی جمرہ سے ازدواجی تعلقات کے سوا احرام کی دیگر تمام پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

اس قول کے متعلق علامہ ابن قدامہ رقم طراز ہیں:

❶ ملاحظہ ہو: المغنی ۳۰۹/۵؛ نیز ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ۱۳۲/۲۔

❷ ملاحظہ ہو: المسند، رقم الحدیث ۲۵۱۰۳، ۴۰۴۲۔ نیز ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع ۱۳۲/۲۔

❸ ملاحظہ ہو: السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الحج، باب ما يحل بالتحلل الأول من محظرات

الإحرام، رقم الرواية ۹۵۹۸، ۲۲۲/۵۔

❹ یعنی جب تم رمی اور قربانی کر لو اور سر مونڈ لو، تو تمہارے لیے عورتوں کے سوا خوشبو، کپڑے اور ہر چیز جائز ہے۔

❺ ملاحظہ ہو: بلوغ المرام (المطبوع مع سبيل السلام) ۴۲۵/۲؛ وسلسلة الأحاديث الضعيفة،

رقم الحدیث ۱۰۱۳، ۷۴/۳-۷۵؛ وھامش المسند للشیخ الأرنؤوط ورقفاته ۴۰/۴۲۔

”وَهُوَ الصَّحِيحُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى لِقَوْلِهِ ﷺ فِي حَدِيثِ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا.“^①

”اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی (روایت کردہ) حدیث^② میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی بنا پر یہی (قول) صحیح ہے۔“

شیخ البانی لکھتے ہیں:

”فَبَإِذَا انْتَهَى مِنْ رَمِي الْجَمْرَةِ حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ، وَلَوْ لَمْ يَنْحَرْ أَوْ يَحْلِقْ، فَيَلْبَسُ ثِيَابَهُ، وَيَتَطَيَّبُ.“^③

”پس جب وہ رمی جمرہ سے فارغ ہو، تو اس کے لیے ازدواجی تعلقات کے سوا (احرام کی وجہ سے ممنوعہ) ہر چیز حلال ہوگئی، اگرچہ اس نے قربانی یا حجامت نہ کروائی ہو۔ سو وہ اپنے کپڑے پہنے اور خوشبو استعمال کرے۔“

۸: احرام کھولتے ہوئے سر منڈوانے یا بال ترشوانے میں اختیار:

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں احرام کھولتے ہوئے سر مبارک منڈوایا، لیکن امت کو سر منڈوانے اور بال ترشوانے، دونوں میں سے جو بھی پسند ہو، کرنے کی اجازت دی۔ اس بارے میں ذیل میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا:

”رَحِمَ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ.“

”اللہ تعالیٰ (بال) موٹنے والوں پر رحم فرمائیں۔“

① المغنی ۵/۳۱۰.

② صفحہ ۲۷۶ میں یہ حدیث دیکھیے۔

③ مناسک الحج والعمرة ص ۳۲.

انہوں (صحابہ) نے عرض کیا:

”وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ!“

”اور کترانے والوں پر (بھی) یا رسول اللہ ﷺ!“

آنحضرت ﷺ نے کہا:

”رَحِمَ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ.“

”اللہ تعالیٰ موٹڈ نے والوں پر رحم فرمائیں۔“

انہوں (صحابہ) نے عرض کیا:

”وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ!“

”اور کترانے والوں پر (بھی) یا رسول اللہ ﷺ!“

آنحضرت ﷺ نے کہا:

”رَحِمَ اللَّهُ الْمُحَلِّقِينَ.“

”اللہ تعالیٰ موٹڈ نے والوں پر رحم فرمائیں۔“

انہوں (صحابہ) نے عرض کیا:

”وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ!“

”اور کترانے والوں پر (بھی) یا رسول اللہ ﷺ!“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”وَالْمُقَصِّرِينَ.“^①

”اور کترانے والوں پر (بھی)۔“

ب: امام بخاری اور امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں،

① صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۳۱۸- (۱۳۰۱)، ۲/۹۶۶۔ نیز ملاحظہ ہو:

صحیح البخاری، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۷۲۷، ۳/۵۶۱۔

کہ انہوں نے بیان کیا:

رسول اللہ ﷺ نے کہا:

”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ.“

”اے اللہ! (بال) مونڈنے والوں کی مغفرت فرما دیجیے۔“

انہوں نے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَلِلْمُقَصِّرِينَ.“

”یا رسول اللہ ﷺ اور کٹوانے والوں کی (بھی)۔“

آنحضرت ﷺ نے کہا:

”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ.“

”اے اللہ! مونڈنے والوں کی مغفرت فرما دیجیے۔“

انہوں نے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَلِلْمُقَصِّرِينَ.“

”یا رسول اللہ ﷺ اور کٹوانے والوں کی (بھی)۔“

آنحضرت ﷺ نے کہا:

”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِينَ.“

”اے اللہ! مونڈنے والوں کی مغفرت فرما دیجیے۔“

انہوں نے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَلِلْمُقَصِّرِينَ.“

”یا رسول اللہ ﷺ اور کٹوانے والوں کی (بھی)۔“

آنحضرت ﷺ نے کہا:

”وَلِلْمُقَصِّرِينَ“ ❶

”اور (ہال) کٹوانے والوں کی (بھی اے اللہ! مغفرت فرما دیجیے)۔“

ان حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

۱: احرام کھولنے سے پیشتر ہال منڈوانے اور ترشوانے، دونوں میں سے جو

چاہے، کرے۔ امام بخاری نے ایک باب کا حسب ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيرِ عِنْدَ الْإِحْلَالِ] ❷

[احرام کھولتے وقت ہال مونڈنے اور کٹانے کے متعلق باب]

ب: امام حسن بصری سے نقل کیا گیا ہے، وہ کہا کرتے تھے، کہ پہلی دفعہ حج کرنے

والے کے لیے ہال مونڈنا ضروری ہے، ان کا کٹانا اسے کفایت نہیں کرے گا۔ ❸

علامہ نووی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وَهَذَا، إِنْ صَحَّ عَنْهُ، مَرْدُودٌ بِالنُّصُوصِ، وَإِجْمَاعِ مَنْ

قَبْلَهُ.“ ❹

”اگر ایسا کہنا ان سے ثابت ہو، تو احادیث ❺ اور ان سے پہلے (علمائے

امت کے) اجماع کی بنا پر رد کیا جائے گا۔“

❶ شفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۷۲۸، ۵۶۱/۳؛ صحیح مسلم،

کتاب الحج، رقم الحدیث ۳۲۰۔ (۱۳۰۷)، ۹۴۶/۲۔ الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

❷ صحیح البخاری ۵۶۱/۳۔

❸ منقول از: شرح النووی ۴۹/۹۔

❹ المرجع السابق ۴۹/۹۔ ۵۰۔

❺ مذکورہ بالا دو حدیثوں کے علاوہ دیگر احادیث بھی ہال منڈوانے اور ترشوانے دونوں کے جواز پر دلالت

کرتی ہیں۔ (ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب تقصیر المتمتع بعد العمرۃ، رقم

الحدیث ۱۷۳۱، ۵۶۷/۳؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب تفضیل الحلق علی

التقصیر و جواز التقصیر، جزء من رقم الحدیث ۳۱۶۔ (۱۳۰۱)، ۹۴۵/۲۔

حج: بالوں کا منڈانا افضل ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود سربارک منڈوایا اور ایسا کرنے والوں کے لیے تین مرتبہ رحمت اور تین بار مغفرت کی دعا کی، جبکہ بال ترشوانے والوں کے لیے ایک مرتبہ رحمت اور ایک دفعہ مغفرت کی دعا کی۔

امام نووی نے صحیح مسلم کے ایک باب کا حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ تَفْضِيلِ الْحَلْقِ عَلَى التَّقْصِيرِ وَجَوَازِ التَّقْصِيرِ] ❶

[بال منڈوانے کی ترشوانے پر فضیلت اور ترشوانے کے جواز کے بارے

میں باب]

سرمنڈوانے کی افضلیت کے سبب کے متعلق حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”وَوَجْهُهُ أَنَّهُ أَبْلَغُ فِي الْعِبَادَةِ، وَأَبِينُ لِلْخُضُوعِ وَالذَّلَّةِ، وَأَدْلُ عَلَى صِدْقِ النِّيَّةِ. وَالَّذِي يُقْصَرُ يَبْقَى عَلَى نَفْسِهِ شَيْئًا مِمَّا يَتَزَيَّنُ بِهِ، بِخِلَافِ الْحَالِقِ فَإِنَّهُ يُشْعَرُ بِأَنَّهُ تَرَكَ ذَلِكَ لِلَّهِ.“ ❷

”اس کا سبب یہ ہے، کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی بندگی بہت گہری، خضوع و ذلت زیادہ نمایاں اور صدق نیت پر دلالت افزوں ہوتی ہے۔ بال ترشوانے والا اپنے نفس کا خیال رکھتے ہوئے کچھ [بال] زینت کے لیے رہنے دیتا ہے، لیکن منڈوانے والا تو اس بات کی خبر دیتا ہے، کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر سارے [بال] صاف کروادیے ہیں۔“

۹: یوم النحر ❸ کے غروب آفتاب کے بعد طواف زیارت کرنا:

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں دس ذوالحجہ (قربانی کے دن) کے چاروں

❶ فتح الباری ۳/۵۶۴.

❷ صحیح مسلم ۲/۹۴۵.

❸ یعنی قربانی کا دن۔

کام: رمی جمرہ، قربانی، حجامت اور طواف زیارت، دن ہی دن میں سرانجام دے لیے۔ لیکن امت کے لیے غروب آفتاب کے بعد بھی طواف زیارت کی اجازت دے کر آسانی فرمائی۔ اس بارے میں ذیل میں دو روایتیں ملاحظہ فرمائیے۔

۱: حضرات ائمہ ابو داؤد، ابن خزیمہ اور بیہقی نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”رسول اللہ ﷺ کی میرے ہاں تشریف آوری کی رات یوم النحر کی شام تھی۔ آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے، تو وہب بن زمعہ آل ابی امیہ کے ایک شخص۔ رضی اللہ عنہما۔ کے ہمراہ قمیص پہنے بھی میرے ہاں آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہب سے فرمایا:

”هَلْ أَفْضَتْ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ؟“

”ابو عبد اللہ! کیا تم (طواف) افاضہ ❶ کر چکے ہو؟“

انہوں نے عرض کیا:

”لا، وَاللَّهِ! يَا رَسُولَ اللَّهِ!“

”نہیں، واللہ! اے رسول اللہ ﷺ!“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”انزِعْ عَنْكَ الْقَمِيصَ.“

”قمیص اتار دو۔“

راوی نے بیان کیا:

”فَنَزَعَهُ مِنْ رَأْسِهِ، وَنَزَعَ صَاحِبُهُ قَمِيصَهُ مِنْ رَأْسِهِ.“

”انہوں نے سر کی جانب سے قمیص اتار دی اور ان کے ساتھی نے بھی سر

❶ یعنی طواف زیارت۔

کی جانب سے قیض اتار دی۔“

پھر انہوں نے عرض کیا:

”وَلَمْ يَأْرَسُولَ اللَّهِ؟“

”اور کیوں اے رسول اللہ ﷺ!“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ هَذَا يَوْمٌ رُخِّصَ لَكُمْ إِذَا أَنْتُمْ رَمَيْتُمُ الْجُمْرَةَ أَنْ تَحِلُّوا —
يَعْنِي مِنْ كُلِّ مَا حُرِّمْتُمْ مِنْهُ — إِلَّا النِّسَاءَ. فَإِذَا أَمْسَيْتُمْ قَبْلَ أَنْ
تَطُوفُوا هَذَا الْبَيْتِ صِرْتُمْ حُرِّمًا كَهَيْئَتِكُمْ قَبْلَ أَنْ تَرْمُوا الْجُمْرَةَ
حَتَّى تَطُوفُوا بِهِ.“

”بے شک تمہیں اس دن (میں) یہ رعایت دی گئی ہے، کہ جب تم رمی
جرہ کر لو، تو تمہارے لیے خواتین کے علاوہ (احرام کی وجہ سے) حرام
کردہ ہر چیز حلال ہوگی۔

پھر تم اگر شام ہونے تک طواف نہ کرو، تو تم اسی طرح محرم بن جاؤ گے،
جیسے کہ رمی جرہ سے پہلے تھے اور یہ کیفیت تمہارے طواف کرنے تک

① یعنی آپ ﷺ نے قیض اتارنے کا حکم کیوں دیا؟

② سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الإفاضة في الحج، رقم الحديث ۱۹۹۷،
۳۳۴/۵-۳۳۵؛ وصحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، رقم الحديث ۲۹۵۸، ۳۱۲/۴
والسنن الكبرى، كتاب الحج، باب ما يحل بالتحلل الأول من محظرات الإحرام، رقم
الحديث ۹۶۰۱، ۲۲۳/۵. الفاظ حدیث سنن ابی داود کے ہیں۔ امام ابن القیم نے سنن أبی
داؤد کی حدیث کو [محموظ] اور شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تہذیب السنن
۳۳۵/۵؛ ومناسك الحج والعمرة ص ۳۲) صحیح ابن خزيمة کی حدیث کو شیخ البانی نے [حسن صحیح]
کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش صحيح ابن خزيمة ۳۱۲/۴).

③ یعنی ازدواجی تعلقات کے علاوہ۔

جاری رہے گی۔“

ب: امام احمد اور امام طبرانی نے حضرت اُمّ قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”بنو اسد کے کچھ لوگوں کی معیت میں عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ یوم النحر کے پچھلے پہر میرے ہاں سے قیس پہنے ہوئے نکلے۔ پھر عشاء کے وقت میرے ہاں پلٹے، تو قیصیں ان کے ہاتھوں میں تھیں۔“

انہوں نے بیان کیا: ”میں نے کہا: ”اے عکاشہ! تمہیں کیا ہوا ہے: قیصیں پہنے ہوئے گئے تھے اور اب قیصیں ہاتھ میں اٹھائے پلٹے ہو؟“

انہوں نے جواب دیا:

”خَيْرَ أَيَا أُمَّ قَيْسٍ! هَذَا يَوْمٌ رُخِّصَ لَنَا فِيهِ، إِذَا نَحْنُ رَمِينَا الْجَمْرَةَ، حَلَلْنَا مِنْ كُلِّ مَا أَحْرَمْنَا مِنْهُ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ النِّسَاءِ حَتَّى نَطُوفَ بِالْبَيْتِ .“

فَإِذَا أَمْسَيْنَا، وَكَمْ نَطْفُفُ، صِرْنَا حُرْمًا كَهَيْئَتِنَا قَبْلَ أَنْ نَرْمِيَ الْجَمْرَةَ. ❶“

”اے ام قیس رضی اللہ عنہا خیر (ہی) ہے۔ اس دن ہمیں رمی جمرہ کے بعد، بیت اللہ کا طواف کرنے تک، ازدواجی تعلقات کے سوا، احرام کی وجہ سے منع کردہ دیگر تمام باتوں کے کرنے کی اجازت دی گئی۔“

اگر ہم شام تک طواف نہ کریں، تو پھر رمی جمرہ کرنے سے پہلے کی طرح

❶ منقول از: مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فیمن رمی الحمار وأسی ولم یطف، ۲۶۰/۳-۲۶۱۔ حافظ ٹیٹھی لکھتے ہیں: ”اے احمد اور طبرانی نے [العجم] الکبیر میں روایت کیا ہے اور احمد کے راویان ثقہ ہیں۔“ (المرجع السابق ۲/۲۶۱)۔

حالتِ احرام میں ہو جاتے ہیں۔“

امام بیہقی کی روایت میں ہے:

”كَانَ هَذَا يَوْمًا رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَنَا فِيهِ..... ❶

”یہ وہ دن تھا، کہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں ہمارے لیے یہ رعایت فرمائی.....

ان حدیثوں کے حوالے سے پانچ باتیں:

۱: یوم النحر کے غروبِ آفتاب کے بعد طوافِ افاضہ کی اجازت ہے۔

ب: طوافِ افاضہ کے آخری وقت میں علمائے امت کے بیان کے مطابق بہت

زیادہ سہولت اور آسانی ہے۔ ذیل میں اس بارے میں تین علماء کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱: علامہ ابو بکر کاسانی رقم طراز ہیں:

”اس کے لیے لازمی آخری وقت متعین نہیں۔ ہمارے اصحاب کے نزدیک بلا اختلاف سب دن اور راتیں بطور فریضہ اس کے لیے وقت ہیں، البتہ ابوحنیفہ کے قول کے مطابق قربانی کے دنوں میں اس کا کرنا واجب ہے اور ان کے بعد کرنے پر دم لازم آئے گا۔ ابو یوسف اور محمد کے قول کے مطابق اس کے لیے سرے سے کوئی وقت مقرر نہیں۔ اگر اس نے قربانی کے دنوں کے بعد بھی کیا، تو اس کے ذمے کچھ نہ ہوگا۔ شافعی کی رائے بھی یہی ہے۔“ ❷

❶ ملاحظہ ہو: السنن الكبرى، کتاب الحج، باب ما يحل بالتحليل الأول من محظورات

الإحرام، ۵/۲۲۳-۲۲۴.

❷ بدائع الصنائع ۲/۱۳۲.

۲: علامہ ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں:

”صحیح بات یہ ہے، کہ اس کا آخری وقت متعین نہیں، سو وہ جب بھی کرے گا، بلا اختلاف درست ہوگا۔ صرف دم کے واجب ہونے میں اختلاف ہے۔“^①

۳: علامہ نووی نے قلم بند کیا ہے:

”پس اگر اس نے اسے مؤخر کیا اور ایام التشریق^② میں کر لیا، تو وہ اسے کفایت کر جائے گا اور اس بات پر اجماع ہے، کہ اس [تاخیر] کی بنا پر دم لازم نہ آئے گا۔ اگر اس نے اسے ایام تشریق کے بعد کیا، تو ہمارے اور جمہور علماء کے قول کے مطابق وہ اسے کفایت کرنے کا اور اس پر کوئی دم نہ ہوگا، مالک اور ابوحنیفہ کے مطابق اس پر دم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“^③

خلاصہ گفتگو یہ ہے، طوافِ افاضہ یومِ النحر کے بعد کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے، البتہ قربانی کے دنوں میں اس کے کرنے پر بالاتفاق کوئی دم لازم نہیں آئے گا اور ان کے بعد کرنے پر بعض علماء دم کو واجب کرتے ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک تب بھی کوئی دم نہیں دینا ہوگا۔

حج یومِ النحر کے غروبِ آفتاب تک طواف نہ کرنے کی صورت میں حالتِ احرام میں واپس آنا ہوگا۔ امام ابن خزیمہ نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ النَّهْيِ عَنِ الطَّيِّبِ وَاللِّبَاسِ إِذَا أَمَسَى الْحَاجُّ يَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ أَنْ يُفَيْضَ، وَكُلُّ مَا زَجَرَ الْحَاجَّ عَنْهُ قَبْلَ رَمِي

① المغني ۵/۳۱۳.

② یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ کی تاریخوں میں سے کسی ایک دن۔

③ شرح النووي ۹/۵۸.

الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ^①

[حاجی کے قربانی کے دن شام تک طوافِ افاضہ نہ کرنے کی صورت میں خوشبو، لباس اور رمی جمرہ سے پہلے ممنوعہ تمام چیزوں سے روکنے کے متعلق

[باب

علامہ شمس الحق عظیم آبادی پہلی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ جس شخص نے شام ہونے سے پہلے طوافِ (افاضہ) نہ کیا، بلکہ گیارہ ذوالحجہ کی رات اس کے طوافِ افاضہ سے پہلے آگئی، تو اس کے لیے احرام سے نکلنے کی رخصت نہ رہے گی، بلکہ وہ پہلے ہی کی طرح حالت احرام میں آجائے گا اور احرام کی وجہ سے ممنوعہ باتوں میں سے کوئی بھی، جیسے قمیص پہننا، اس کے لیے جائز نہ ہو۔ رمی، قربانی اور حجامت کروانے کے باوجود وہ پہلے ہی کی طرح حالت احرام میں رہے گا۔^②

د: بعض علماء اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ آنحضرت ﷺ کا مقصود [طوافِ افاضہ نہ کرنے کی صورت میں دوبارہ حالت احرام میں لوٹنا] نہ تھا، بلکہ یہ تھا، کہ طواف کرنے میں تاخیر نہ کی جائے اور دن ہی میں طواف کر لیا جائے۔
فتح الودود^③ کے مصنف اس بارے میں رقم طراز ہیں:

”وَظَاهِرُ الْحَدِيثِ يَا بِي مِثْلَ هَذَا الْحَمْلِ . وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ .“^④

”حدیث واضح طور پر اس تاویل کی تردید کرتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

ہ: پہلی حدیث میں حضرت وہب بن زمعه رضی اللہ عنہ کی آنحضرت ﷺ کی بلا تردید

① صحیح ابن خزیمہ ۳۱۲/۴.

② ملاحظہ ہو: عون المعبود ۳۳۶/۵؛ نیز ملاحظہ ہو: مناسک الحج والعمرة ص ۲۲.

③ سنن ابی داؤد کی ایک مفصل شرح۔

④ منقول از: عون المعبود ۳۳۶/۵.

فوری اطاعت کی بہترین مثال ہے، انہوں نے قیص اتارنے کے حکم نبوی ﷺ کی اطاعت پہلے کی اور اس کا سبب بعد میں دریافت کیا۔ ان کے ساتھی آل ابی امیہ کے فرد بھی اطاعت نبوی ﷺ میں ان سے کچھ کم نہ تھے، بلکہ انہوں نے تو تعمیلِ حکم کے لیے اس بات کا انتظار کرنا بھی مناسب نہ سمجھا، کہ آنحضرت ﷺ انہیں الگ حکم دیں۔ وہب رضی اللہ عنہما کے لیے دیے گئے حکم ہی کو اپنے لیے کافی سمجھتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہونے میں جلدی کی۔ ﷺ وَجَعَلْنَا وَآهَالِنَا عَلَىٰ دَرَبِهِمَا . آمین یا حی یا قیوم . ❶

۱۰: عذر کی بنا پر منی سے باہر راتیں گزارنا:

مناسکِ حج میں سے ایک بات یہ ہے، کہ مزدلفہ سے واپسی کے بعد منیٰ میں دو یا تین راتیں بسر کی جائیں، لیکن آنحضرت ﷺ نے حاجیوں کو پانی پلانے والوں اور چرواہوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ ذیل میں اس بارے میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے:

”أَنَّ الْعَبَّاسَ ﷺ اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ لَيْبَتَ بِمَكَّةَ لِيَالِي مَنَىٰ مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ ، فَأُذِنَ لَهُ .“ ❶

”بے شک عباس رضی اللہ عنہ نے منیٰ کی راتوں میں (حاجیوں کو) پانی پلانے کی خاطر مکہ میں رہنے کی نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی، تو آنحضرت ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔“

- ❶ اے جی اے تیوم! ان دونوں سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اور ہمارے اہل کو ان کے نقش قدم پر چلا دیجیے۔ آمین
- ❷ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب هل يبیت أصحاب السقاية أو غيرهم بمكة ليالي منى؟، رقم الحديث ۱۷۴۵، ۳/۵۷۸؛ وصحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحديث ۳۴۶- (۱۳۱۵)، ۲/۹۵۳۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

۲: حضرات ائمہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَخَّصَ لِلرَّعَاةِ فِي الْبَيْتِوتَةِ..... الْحَدِيثِ . ❶
 ”بے شک رسول اللہ ﷺ نے چرواہوں کو (منی میں) رات بسر کرنے کے معاملے میں رعایت دی..... الحدیث

ان حدیثوں کے حوالے سے چار باتیں:

۱: پہلی حدیث کی شرح میں علامہ نووی رقم طراز ہیں: یہ حدیث دو مسکوں پر دلالت کرتی ہے، پہلا مسئلہ یہ ہے، کہ ایام تشریق میں منی میں رات بسر کرنے کا حکم ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے، کہ پانی پلانے والوں کے لیے اس (یعنی وہاں رات گزارنے) کو چھوڑنے کی اجازت ہے۔ ❷

امام نووی نے اسی حدیث پر صحیح مسلم میں درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ وُجُوبِ الْمَيْتِ بِمَنَى لَيَالِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ،
وَالْتَّرْخِيفِ فِي تَرْكِهِ لِأَهْلِ السَّقَايَةِ] ❸

[ایام تشریق کی راتوں کے منی میں بسر کرنے کے وجوب اور پانی پلانے والوں کے اسے چھوڑنے کی اجازت کے متعلق باب]

ب: علامہ طیبی لکھتے ہیں، کہ امام شافعی کے نزدیک یہ اجازت صرف آل عباس رضی اللہ عنہم کے لیے نہیں، بلکہ جو بھی پانی پلانے کی ذمہ داری سنبھالے گا، اس کے لیے بھی ہے۔ ❹

❶ حدیث کی تخریج اس کتاب کے ص ۲۷۱ میں دیکھئے۔

❷ ملاحظہ ہو: شرح النووی ۶۳/۹۔

❸ صحیح مسلم ۹۵۳/۲۔

❹ ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ۲۰۱۷/۶۔

حج: دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے حج و اہوں کو منیٰ کی راتیں باہر بسر کرنے کی رعایت دی۔

د: پانی پلانے والوں اور حج و اہوں کے علاوہ شدید عذروالے دیگر لوگ بھی منیٰ کی راتیں باہر بسر کر سکتے ہیں۔ ان عذروں میں سے جان کا خطرہ یا منیٰ میں رات بسر کرنے سے مال کے ضائع ہونے کا ڈر یا کسی مریض کے ہلاک ہونے کا خدشہ یا وہاں رات بسر کرنے سے ناقابل برداشت بیماری لاحق ہونے کا اندیشہ شامل ہیں۔

عذروالے لوگوں کے منیٰ سے باہر رات یا راتیں بسر کرنے کی صورت میں نہ گناہ ہوگا اور نہ ہی فدیہ واجب ہوگا۔ ❶ آنحضرت ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حج و اہوں کو اجازت دیتے وقت فدیہ دینے کا ذکر نہیں فرمایا۔ سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز رقم طراز ہیں:

”عذر والوں پر منیٰ میں راتیں بسر کرنا ساقط ہو جاتا ہے، لیکن انہیں چاہیے، کہ وہ (رات کے علاوہ) دیگر اوقات میں منیٰ میں حجاج کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت بسر کرنے کی کوشش کریں۔“ ❷

شیخ البانی لکھتے ہیں:

عذروالے کے لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما ❸ کی روایت کردہ حدیث کی بنا پر یہ جائز ہے، کہ وہ منیٰ میں رات بسر نہ کرے۔ ❹

❶ ملاحظہ ہو: کتاب المجموع ۱/۸، ۱۸۱/۸، والمغنی ۵/۳۷۹؛ ومرقاۃ المفاتیح ۵/۵۵۱-۵۵۲۔

❷ مجموع فتاویٰ سماحة الشيخ عبد العزيز بن عبد الله بن باز ۱/۱۸۱۔

❸ ان کا مقصود حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی حجاج کو پانی پلانے کی خاطر مکہ مکرمہ میں رات بسر کرنے کی اجازت طلب کرنے والی حدیث ہے۔

❹ ملاحظہ ہو: مناسک الحج والعمرة ص ۳۸۔

۱۱: منی سے بارہ یا تیرہ ذوالحجہ کو نکلنے کا اختیار:

عرفات و مزدلفہ سے واپسی پر منی میں راتوں کا گزارنا اور دن میں جمرات کو کنکریاں مارنا مناسک حج میں سے ہے، البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجاج کے لیے آسانی ہے، کہ وہ چاہیں تو یوم النحر ۱ کے بعد دو دن یہاں رہیں اور کنکریاں ماریں یا تین دن ٹھہر کر رمی کریں۔ اس بارے میں ذیل میں دو دلیلیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: ارشادِ بانی ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى﴾ ۱

[اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہو۔ پس جو دو دن میں جلد چلا گیا، تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو ٹھہر کر جائے، تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (یہ) اس کے لیے (ہے) جو متقی ہے۔]

شیخ تاقی آیت شریفہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”ایام تشریق ۳ کی پہلی اور دوسری رات منی میں ٹھہرنا اور ہر روز زوال کے بعد تینوں میں سے ہر ایک جمرہ کو سات کنکریاں مار کر اکیس کنکریاں پوری کرنا ہر حاجی پر واجب ہے۔ اگر کوئی شخص دوسرے دن کنکریاں مار کر منی سے چلا جائے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور اگر وہ دوسرے دن کوچ نہ کرے، تیسری رات بھی منی ہی میں گزارے اور تیسرے روز بھی کنکریاں مارے،

① قربانی کا دن۔

② سورة البقرة / جزء من الآية ۲۰۳۔

③ ایام تشریق سے مراد قربانی کے دن کے بعد والے تین دن گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ ہیں۔

تو بھی اس پر کوئی گناہ نہیں۔“^۱

ب: امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ نے حضرت عبد الرحمن بن یعلیٰ الدیلی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا، تو اس نے اعلان کیا:

”أَيُّامُ مِنِّي ثَلَاثَةٌ، فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ، وَمَنْ تَأَخَّرَ
فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ.“^۲

”منی کے دن تین ہیں، پس جس نے دو دن (رہنے کے بعد جانے) میں
جلدی کی، تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو ٹھہر کر جائے، اس پر بھی گناہ نہیں۔“
ان دلیلوں کے حوالے سے چھ باتیں:

۱: علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں، کہ (فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ) میں اس بات کی
طرف اشارہ ہے، کہ جلدی کرتے وقت دوسرے دن اور تاخیر کرتے ہوئے تیسرے
دن جانا، دونوں ہی جائز ہیں۔^۳

قاضی ابوسعود رقم طراز ہیں: مراد یہ ہے، کہ جلدی جانے اور تاخیر کرنے میں (حج
کرنے والے کو) اختیار ہے۔^۴

قاضی برائشہ مزید لکھتے ہیں، کہ صراحت کے ساتھ [گناہ کی نفی] سے اہل جاہلیت

① ملاحظہ ہو: تفسیر القاسمی ۱۶۶/۳.

② سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب من لم يدرك عرفة، جزء من رقم الحديث ۱۹۴۷،
۲۹۶/۵-۲۹۷؛ و سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب من أتى عرفة قبل الفجر ليلة
جمع، جزء من رقم الحديث ۲۰۱۵، ۲۸/۹-۳۰. (المطبوع مع إنجاز الحاجة). شیخ البانی
نے اسے [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابی داؤد ۳۶۷/۱. متعدد دیگر ائمہ نے بھی اسے
روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: إنجاز الحاجة ۳۷/۹-۳۸).

③ منقول از: تفسیر القاسمی ۱۶۷/۳.

④ تفسیر ابی السعود ۲۱۰/۱.

پر رد کیا گیا ہے، جن میں سے کچھ لوگ جلدی کرنے والوں کو اور بعض لوگ تاخیر کرنے والوں کو گناہ گار ٹھہراتے تھے۔^①

ب: تیسرے دن کے لیے رکنا اور رمی کرنا افضل ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ تیسرے دن رمی کر کے منی سے روانہ ہوئے تھے۔^②

ج: امام حج کو چاہیے، کہ وہ دوسرے دن کی بجائے تیسرے دن نکلے، جیسے کہ آنحضرت ﷺ تیسرے دن نکلے، لیکن اس کا دوسرے دن منی سے چلے آنا بھی جائز ہے اور اس سے کوئی دم لازم نہیں آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔^③

د: دوسرے دن منی سے روانہ ہونے والا شخص تیسرے دن کی کنکریاں نہ تو خود دوسرے دن مارے اور نہ ہی کسی اور کو تیسرے روز کی کنکریاں مارنے کے لیے اپنا نائب مقرر کرے، کیونکہ دوسرے دن روانگی سے تیسری رات کا قیام اور تیسرے دن کی رمی اس سے ساقط ہو جاتی ہے۔^④

ہ: منی سے دوسرے دن نکلنے کا ارادہ رکھنے والا شخص اس دن کے غروب آفتاب سے پہلے روانہ ہو جائے۔ اگر وہ غروب آفتاب تک روانہ نہ ہوا، تو اسے تیسری رات منی ہی ٹھہرنا ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ﴾ [پس جس نے دو دن میں جلدی کی، تو اس پر گناہ نہیں] اور جس کو منی میں رات ہوگئی، تو وہ جلدی جانے والوں میں سے نہیں۔^⑤

① ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ۱/۲۱۰.

② ملاحظہ ہو: کتاب المجموع ۸/۱۸۲؛ ومناسک الحج والعمرة للشيخ الألباني ص ۳۸.

③ ملاحظہ ہو: کتاب المجموع ۸/۱۸۲-۱۸۳؛ نیز ملاحظہ ہو: احکام مناسک الحج والعمرة لشيخ الإسلام ص ۱۸۷.

④ ملاحظہ ہو: کتاب المجموع ۸/۱۸۳.

⑤ ملاحظہ ہو: المغني ۵/۳۳۶.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہی فتویٰ دیا کرتے تھے۔ امام مالک نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، کہ وہ فرمایا کرتے تھے:

”مَنْ غَرَبَتْ لَهُ الشَّمْسُ مِنْ أَوْسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ، وَهُوَ بِمِنَى، فَلَا يَنْفِرَنَّ حَتَّى يَرْمِيَ الْجَمَارَ مِنَ الْعَدَا.“^①

”جس شخص کی منی میں موجودگی ہی میں ایام تشریق کے درمیانی دن^② کا سورج غروب ہو گیا، تو وہ اگلے دن^③ جمرات کو کنکریاں مارے بغیر نہ جائے۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

”پس اگر منی میں اس کی موجودگی کے دوران ہی (بارہ ذوالحجہ کا) سورج غروب ہو جائے، تو وہ (منی ہی میں) رکے، یہاں تک کہ وہ تیسرے روز^④ لوگوں کے ساتھ رمی کرے۔“^⑤

و: دوسرے دن منی سے نکلنے کا ارادہ کرنے والا اگر غروب آفتاب سے پہلے منی میں اپنی جائے قیام سے روانہ ہو گیا، لیکن اس کے حدود منی سے نکلنے سے پیشتر ہی سورج غروب ہو گیا، تو امام شافعی اور ان کے اصحاب کی رائے میں اس پر تیسری رات کے قیام اور تیسرے دن کی رمی کے لیے رکنا لازم نہ ہوگا۔^⑥

علامہ ابن قدامہ کی رائے میں اس کا منی سے نکلنا جائز نہ ہوگا۔^⑦

① الموطأ، کتاب الحج، باب رمی الجمار، ۱/۴۰۷.

② یعنی ۱۲ ذوالحجہ کا۔

③ یعنی ۱۳ ذوالحجہ کو۔

④ ایام تشریق کے تیسرے دن یعنی ۱۳ ذوالحجہ کو۔

⑤ احکام مناسک الحج والعمرة، ص ۱۸۷.

⑥ ملاحظہ ہو: کتاب المجموع ۸/۱۸۳.

⑦ ملاحظہ ہو: المغنی ۵/۳۳۲.

امام شافعی کی رائے زیادہ درست معلوم ہوتی ہے، کیونکہ غروب آفتاب سے پہلے اپنی جائے قیام سے روانہ ہونے والے شخص نے دو دنوں میں جلدی کرنے کی بات اپنی طرف سے تو کر دی۔

علاوہ ازیں اب تو بسا اوقات ٹریفک جام ہونے کی بنا پر غروب آفتاب سے گھنٹوں پہلے اپنی جائے قیام چھوڑنے والا شخص بھی سورج ڈوبنے تک حدود منی سے نکل نہیں پاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲: منیٰ میں شخصی عمارت تعمیر کرنے کی ممانعت:

نبی کریم ﷺ کی جانب سے حجاج کے لیے عطا کردہ آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے منیٰ میں شخصی عمارت تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ حضرات ائمہ احمد، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”میں نے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَا نَبْنِي لَكَ بِمَنَى بَيْتًا أَوْ بِنَاءً يُطْلُكَ مِنَ الشَّمْسِ؟“

”یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم آپ کے لیے منیٰ میں ایک گھریا عمارت نہ بنا دیں، (جو کہ) آپ کو سورج سے سائے میں رکھے۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”لَا، إِنَّمَا هُوَ مَنَاحٌ مِّنْ سَبَقِ إِلَيْهِ.“^①

① مراد یہ ہے، کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: (ملاحظہ ہو: عون المعبود ۵/۳۴۸)۔

② المسند، رقم الحدیث ۲۵۵۴۱، ۲۵۵۴۲، ۳۴۹/۴۲؛ و سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب

تحريم مكة، رقم الحدیث ۲۰۱۷، ۳۴۸/۵؛ و جامع الترمذی، أبواب الحج، باب ۵۵

”نہیں، وہ تو اس کی طرف سبقت لے جانے والے کے اونٹوں کے ٹھہرانے کی جگہ ہے۔“

یعنی منیٰ کسی کے لیے مخصوص نہیں، بلکہ وہاں پہلے پہنچنے والا، وہاں پہلے جگہ پائے گا۔ آنحضرت ﷺ کی اس ممانعت کے سبب کے متعلق علامہ طیبی لکھتے ہیں:

”لَآ اَنَّ مَنِيَّ لَيْسَ مُخْتَصًّا بِأَحَدٍ، اِنَّمَا هُوَ مَوْضِعُ الْعِبَادَةِ وَمِنَ الرَّمِيِّ، وَذَبْحِ الْهَدْيِ، وَالْحَلْقِ وَنَحْوِهَا. فَلَوْ أُجِيزَ الْبِنَاءُ فِيهَا لَكُنْتِ الْأَبْنِيَّةُ وَيَضِيقُ الْمَكَانُ، وَهَذَا مِثْلُ الشَّوَارِعِ وَمَقَاعِدِ الْأَسْوَاقِ.“^①

”کیونکہ منیٰ کسی ایک کے لیے مخصوص نہیں، بلکہ وہ تو رمی، حج کی قربانی ذبح کرنے، سرمنڈانے اور اسی طرح کی عبادت کی جگہ ہے۔ اگر اس میں عمارت (تعمیر کرنے) کی اجازت دی جائے، تو عمارتیں کثرت سے (تعمیر) ہو جائیں اور جگہ تنگ پڑ جاتی۔ اس کی حقیقت تو راستوں اور

① ما جاء أن منى مناخ من سبق رقم الحديث ۸۸۲، ۵۲۹/۳؛ ومن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب النزول بمنى، رقم الحديث ۳۰۶، ۹/۹؛ ومن الدارمي، كتاب المناسك، باب كراهية البنیان بمنى ۲/۷۳؛ ومسند أبي يعلى، رقم الحديث ۱۶۳، ۴۵۱۴، ۱۶/۸؛ والمستدرک علی الصحیحین، كتاب المناسك، ۱/۶۷. امام ترمذی نے اسے [حسن]، امام حاکم نے [مسلم کی شرط پر صحیح] قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۳/۵۲۹؛ والمستدرک ۱/۶۷، والتلخیص ۱/۶۷)۔ بعض محدثین کرام جیسے ابن القطان، البانی، ارناؤط اور ان کے رفقاء نے اسے [ضعیف] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح ابن القیم تہذیب سنن ابی داؤد ۵/۳۴۹؛ وضعیف سنن ابن ماجه ص ۲۳۸؛ وھامش المسند ۴۲/۳۴۹)؛ لیکن امام ابن قیم لکھتے ہیں: ”وَالصَّوَابُ تَحْسِينُ الْحَدِيثِ.“ [درست بات اس حدیث کو [حسن] قرار دینا ہے] (شرح ابن قیم ۵/۳۴۹)۔

① شرح الطیبی ۶/۲۰۰۰۔

اور بازاروں میں (سب لوگوں کے) بیٹھنے کی جگہوں ایسی ہے۔“
بعض علماء نے تحریر کیا ہے، کہ عرفات اور مزدلفہ میں بھی منیٰ کی طرح شخصی عمارتیں
بنانا درست نہیں۔❶



❶ ملاحظہ ہو: إنجاز الحاجة ۹/۱۰-۱۱.

- ک -

حج کی قربانی سے متعلقہ آسانیاں

۱: قارن ❶ کا میقات یا راستے سے قربانی لینا:

حج قرآن والے اپنی قربانی ہمراہ لے جاتے ہیں، لیکن ان کے لیے یہ آسانی ہے، کہ چاہیں تو میقات سے قربانی لے کر چلیں یا راستے سے خرید لیں۔ ذیل میں اس کے متعلق دو روایتیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے

بیان کیا:

”تَمَّتْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ، وَاَهْدَى، فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ.“ ❷

”حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے عمرے کو حج کے ساتھ ملا لیا اور

آپ ﷺ ذوالحلیفہ سے اپنے ساتھ قربانی لے کر گئے۔“

ب: امام بخاری نے نافع سے روایت کی ہے، کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے

والد سے عرض کیا:

”رُكَّ جَائِي، كَيْوَنَكَمْ مَجَّهْ خَدَشَهْ هِي، كَهْ اَپْ كُو بَيْتِ (اللّٰه) جَانَهْ سَهْ

رُوكْ دِيَا جَائِيْ گَا۔“

❶ (قارن): ایک ہی سفر میں ایک ہی دفعہ احرام باندھ کر عمرہ اور حج کرنے والا۔

❷ صحیح البخاری، کتاب الحج، جزء من رقم الحدیث ۱۶۹۱، ۵۳۹/۳۔

انہوں نے جواب دیا:

”پھر میں وہی کروں گا، جو رسول اللہ ﷺ نے کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾^① ”پس میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں: میں نے اپنے پر عمرہ واجب کر لیا ہے۔“

پھر انہوں نے عمرے کے لیے تلبیہ پکارا، پھر جب وہ بیداء (نامی جگہ) پہنچے، تو انہوں نے حج اور عمرے کے لیے تلبیہ پکارا اور فرمایا: ”حج اور عمرے کا معاملہ تو ایک جیسا ہی ہے۔“

”ثُمَّ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنْ قُدَيْدٍ، ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا، فَلَمْ يَحِلَّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا.“^② ”پھر انہوں نے قدید^③ (نامی جگہ) سے قربانی کا جانور خریدا، پھر (حرم شریف میں) آئے اور دونوں (حج و عمرے) کے لیے طواف کیا، پھر دونوں (یعنی حج و عمرے) سے ایک ساتھ حلال ہوئے۔“

ان روایتوں کے متعلق دو باتیں:

۱: پہلی حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے اہل مدینہ کے میقات ذوالحلیفہ سے حج کی قربانی کو ہمراہ لیا۔^④

- ① سورة الأحزاب / جزء من الآية ۲۱. [ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے۔]
- ② صحیح البخاری، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۶۹۳، ۵۴۱/۳.
- ③ (قدید): مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ۔ (ملاحظہ ہو: معجم البلدان، ۹۴۵۸۔ قدید، ۳۵۰/۴).
- ④ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ”اس میں مواقیت اور دور دراز مقامات سے حج کی قربانی ہمراہ لانے کی ترغیب ہے۔ یہ ان سنتوں میں سے ہے، جن کے بارے میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد غفلت کا شکار ہے۔“ (فتح الباری ۵۴۰/۳).

حج و عمرہ کی آسانیاں ۳۰۲ حج کی قربانی سے متعلقہ آسانیاں

امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ مَنْ سَاقَ الْبُذْنَ مَعَهُ] ❶

[قربانی کا جانور ساتھ لے جانے والے شخص کے متعلق باب]

۲: دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے حج قرآن

کی قربانی راستے میں قدید نامی جگہ سے خریدی۔

اس پر امام بخاری نے حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ مَنْ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنَ الطَّرِيقِ] ❷

[راستے سے قربانی خریدنے والے شخص کے بارے میں باب]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے طرز عمل اور امام بخاری کے تحریر کردہ عنوان سے یہ بات

واضح ہے، کہ حج قرآن والے کے لیے اپنے شہر سے قربانی ہمراہ لے کر چلنا شرط نہیں۔

وہ اسے راستے سے بھی خرید سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ❸

۲: بوقت ضرورت قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ قربانی کے لیے مخصوص کردہ اونٹ پر

بوقت ضرورت معروف طریقے سے سوار ہونا جائز ہے۔ توفیق الہی سے اس بارے میں

وحدشیں پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ

بے شک رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو قربانی کا جانور لے جاتے ہوئے دیکھا، تو

آپ ﷺ نے فرمایا:

❶ صحیح البخاری ۵۳۹/۳.

❷ المرجع السابق ۵۴۱/۳.

❸ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباری ۵۴۲/۳.

”إِزْكِبْهَا.“

”اس پر سوار ہو جاؤ۔“

تو اس (شخص) نے عرض کیا:

”إِنَّهَا بَدَنَةٌ.“

”بے شک یہ تو قربانی کا جانور ہے۔“

آنحضرت ﷺ دوسری یا تیسری مرتبہ فرمایا:

”إِزْكِبْهَا، وَيُلْتَك.“^①

”اس پر سوار ہو جاؤ، تمہارے لیے ہلاکت ہو۔“

ب: امام مسلم نے ابو زبیر سے روایت نقل کی ہے، کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے قربانی کے جانور پر سوار ہونے کے متعلق سوال کیا گیا، تو میں نے انہیں (یہ بیان کرتے ہوئے) سنا:

”میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

”إِزْكِبْهَا بِالْمَعْرُوفِ إِذَا الْجُنْتُ إِلَيْهَا، حَتَّى تَجِدَ ظَهْرًا.“^②

”جب تمہارے پاس اس پر سوار ہونے کے سوا چارہ کار نہ ہو، تو (دوسری)

سواری میسر آنے تک اس پر معروف طریقے^③ سے سوار ہو جاؤ۔“

① تفتیح علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۶۸۹، ۳/۵۳۶؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۳۷۱-۳۷۲، (۱۳۲۲)، ۲/۹۶۰۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔ اسی مضمون کی حدیث امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی روایت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۶۹۰، ۳/۵۲۶؛ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۳۷۳-۳۷۴، (۱۳۲۳)، ۲/۹۶۰)۔

② المرجع السابق، رقم الحدیث ۳۷۵-۳۷۶، (۱۳۲۴)، ۲/۹۶۱۔

③ یعنی ایسے طریقے سے کہ قربانی کے جانور کو ضرر نہ پہنچے۔ (ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ۲۰۰۳/۶، و مرقاة المفاتیح ۵/۵۲۲)۔

ان حدیثوں کے حوالے سے دو باتیں:

۱: پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ قربانی کے جانور پر سوار ہونا جائز ہے۔ امام بخاری نے اس پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ رَكُوبِ الْبَدَنِ] ❶

[قربانی کے جانور پر سوار ہونے کے بارے میں باب]

ب: دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ قربانی کے جانور پر سواری کی صورت میں درج ذیل باتوں کو پیش نظر رکھا جائے:

۱: اس پر سوار ہونے کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہ ہو۔

۲: اس پر معروف طریقے سے سواری کی جائے۔ ملا علی قاری [بِالْمَعْرُوفِ] کی شرح میں لکھتے ہیں:

”يُوجِبُ لَا يَلْحَقُهَا ضَرَرٌ.“

”ایسے انداز میں (سواری کرے) کہ اسے ضرر نہ پہنچے۔“

۳: دوسری سواری میسر آنے پر، اس پر سواری کرنا چھوڑ دے۔

امام نووی نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ جَوَازِ رَكُوبِ الْبَدَنِ الْمُهْدَاةِ لِمَنْ أَحْتَاجَ إِلَيْهَا] ❷

[ضرورت مند کے حج کی قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کے جواز کے متعلق باب]

امام ابن خزیمہ نے دوسری حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ ذِكْرِ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ إِنَّمَا أَبَاحَ رَكُوبَ الْبَدَنِ

عِنْدَ الْحَاجَةِ إِلَى رَكُوبِهَا عِنْدَ الْإِعْوَازِ مِنْ وَجُودِ الظَّهْرِ

❶ صحیح البخاری ۵۳۴/۳.

❷ صحیح مسلم ۹۶۰/۲.

رَكُوبًا بِالْمَعْرُوفِ، وَمِنْ غَيْرِ أَنْ يَشُقَّ الرَّكُوبُ عَلَى
الْبُذْنَةِ ❶

[اس دلیل کے ذکر کے متعلق باب، کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے
قربانی کے جانور پر دوسری سواری کے میسر نہ آنے پر ضرورت کے وقت
ایسے معروف طریقے سے سواری کی اجازت دی ہے، کہ اس (جانور)
کے لیے سوار ہونا باعث مشقت نہ ہو]

امام ابن حبان نے درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ هَذَا الْأَمْرَ إِنَّمَا أُبِيحَ اسْتِعْمَالُهُ بِالْمَعْرُوفِ
إِلَى أَنْ يُسْتَعْنَى عَنْهُ بِظَهْرِ بَعْدِهِ ❷

[اس بات کے بیان کا ذکر، کہ اسے معروف طریقے سے استعمال کرنے کا
جواز، دوسری سواری کے میسر آنے تک کے لیے ہے]

حضرات ائمہ مالک ❸، ابوحنیفہ اور شافعی کی رائے بھی یہی ہے اور یہی بات

درست معلوم ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ❹

۳: حج تمتع کرنے والے پر میسر آنے والی قربانی کا واجب ہونا:

۴: قربانی میسر نہ آنے پر دس روزے:

۵: دس میں سے صرف تین روزے ایام حج میں رکھنے کی پابندی:

❶ صحیح ابن خزيمة، کتاب المناسک، ۱۸۹/۴

❷ الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب الہدی ۳۲۵/۹

❸ ان کے مشہور قول کے مطابق۔ (ملاحظہ ہو: المفہم ۴۲۲/۳)

❹ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۴۲۲/۳ نیز ملاحظہ ہو: شرح النووي ۷۴/۹

۶: ایام حج میں تین روزے نہ رکھ سکنے پر وطن آنے پر انہیں رکھنا:

۷: روزوں میں تسلسل کا ضروری نہ ہونا:

ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ کرنے والے پر قربانی ہے، لیکن اس قربانی کے حوالے سے قرآن و سنت میں متعدد آسانیاں ہیں، جن میں سے پانچ مذکورہ بالا ہیں۔ توفیق الہی سے ان کے متعلق ذیل میں دو دلیلیں پیش کی جا رہی ہیں:

۱: ارشاد باری تعالیٰ:

﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ﴾ ①

[پس جو شخص عمرہ و حج ملا کر تمتع ② کرے، تو اسے جو قربانی میسر ہو، کر ڈالے اور جسے قربانی میسر نہ ہو، تو اسے چاہیے کہ تین روزے حج کے دنوں میں اور سات روزے جب تم واپس آؤ، تو رکھے۔ یہ پورے دس ہیں۔]

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ تشریف لانے کے بعد لوگوں سے فرمایا:

”مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لِيَشِيءَ حَرَمَ مِنْهُ، حَتَّى يَقْضِيَ حَجَّهُ. وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدَى فَلْيُطْفِئِ بِالْيَتِيبِ وَبِالصَّفَا وَالْمُرْوَةِ وَيُقْصِرْ وَيَحْلِلْ، ثُمَّ لِيَهَلَّ بِالْحَجِّ. فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيُضْمِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةَ إِذَا

① سورة البقرة / جزء من الآية ۱۹۶.

② یعنی ایک ہی سفر میں عمرہ و حج کر کے دونوں کے ثواب سے فائدہ اٹھائے۔

رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ. ❶

”جو شخص قربانی ہمراہ لایا ہے، تو اس کے لیے اپنا حج پورا کرنے تک (احرام کی وجہ سے) حرام کردہ کوئی چیز بھی حلال نہیں۔ اور جو شخص اپنے ہمراہ قربانی نہیں لایا تو وہ بیت (اللہ) کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر کے بال ترشوا کر حلال ❷ ہو جائے۔ پھر وہ (از سر نو آٹھویں ذوالحجہ کو) حج کا احرام باندھے۔ جو شخص قربانی نہ پائے، تو وہ تین روزے حج کے دنوں اور سات اپنے گھر واپس آنے پر رکھے۔“

ان ویلیوں کے حوالے سے پانچ باتیں:

۱: اللہ تعالیٰ نے حج تمتع کرنے والے کو کسی مخصوص قسم کی قربانی کرنے کا پابند نہیں کیا، کہ مثلاً (اونٹ کی قربانی کرو)۔ امام بخاری نے ابو جمرہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ”میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (حج) تمتع کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے مجھے اسے کرنے کا حکم دیا۔“

میں نے ان سے قربانی کے متعلق دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا:

”فِيهَا جَزُورٌ أَوْ بَقَرَةٌ أَوْ شَاةٌ أَوْ شِرْكٌ فِي دَمٍ. ❸“

”اس میں اونٹ یا گائے یا بکری یا کسی (اونٹ یا گائے کی) قربانی میں

شریک ❹ ہوتا ہے۔“

❶ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب من ساق البدن معه، جزء من رقم الحدیث ۱۶۹۱، ۵۳۹/۳؛ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب وجوب الدم علی المتمتع، جزء من رقم الحدیث ۱۷۴، (۱۲۲۷)، ۹۰۱/۲۔

❷ یعنی احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جائے۔

❸ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب مَنْ تَمَتَّعَ بِالْعَنْبَرَةِ إِلَى الْحَجِّ... الآية، جزء من رقم الحدیث ۱۶۸۸، ۵۳۴/۳۔

❹ اونٹ اور گائے میں شریک ہونے کے متعلق مفصل گفتگو اس کتاب کے ص ۳۱۵ میں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں:

”أَعْلَى الْهَدْيِ بَدَنَةٌ، وَأَوْسَطُهُ بَقَرَةٌ، وَأَدْنَاهُ شَاةٌ.“^①

”اعلیٰ قربانی اونٹ کی ہے، درمیانی گائے کی اور ادنیٰ بکری کی ہے۔“

ب: اللہ تعالیٰ نے دوسری آسانی یہ فرمائی، کہ قربانی کے میسر نہ آنے پر، اس کے

بدلے میں روزے رکھنے کی اجازت دی۔ حافظ ابن حجر ارشادِ نبوی ﷺ: [پس جو

شخص قربانی نہ پائے، وہ حج میں تین روزے رکھے.....] کی شرح میں لکھتے ہیں:

”أَيُّ لَمْ يَجِدِ الْهَدْيَ بِذَلِكَ الْمَكَانِ، وَيَتَحَقَّقُ ذَلِكَ بِأَنْ

يَعْدِمَ الْهَدْيَ أَوْ يَعْذِمَ ثَمَنَهُ حِينَئِذٍ، أَوْ يَجِدُ ثَمَنَهُ لَكِنْ

يَحْتَاجُ إِلَيْهِ لِأَهَمِّ مِنْ ذَلِكَ، أَوْ يَجِدُهُ لَكِنْ يَمْتَنِعُ صَاحِبُهُ

مَنْ يَبِيعُهُ إِلَّا بِغَلَائِهِ فَيَسْتَقِيلُ إِلَى الصَّوْمِ كَمَا هُوَ نَصُّ

الْقُرْآنِ.“^②

”یعنی وہ اس جگہ قربانی نہیں پاتا اور یہ اس طرح، کہ قربانی (کا جانور

ہی) موجود نہیں یا تب اس کے پاس اس کی قیمت نہیں یا اس کے پاس

اس کی قیمت تو ہے، لیکن اسے کسی اس سے زیادہ اہم مقصد کے لیے اس

کی ضرورت ہے یا قیمت کے موجود ہونے کے باوجود اس کا مالک

فروخت نہیں کر رہا یا وہ حقیقی کی بجائے گراں قیمت پر فروخت کرنے پر

مصر ہے، تو وہ (ان سب صورتوں میں) قرآن (کریم) کی نص کے

مطابق روزوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔“

ج: تیسری آسانی یہ ہے، کہ قربانی کے بدلے رکھے جانے والے دس روزوں

① منقول از: فتح المقدیر ۱/۳۰۱۔

② فتح الباری ۳/۵۴۰۔

حج و عمرہ کی آسانیاں

۳۰۹

میں سے صرف تین ایام حج میں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، بقیہ سات روزے گھر پلٹنے کے بعد رکھے۔

ایام حج میں تین روزے رکھنے کے متعلق امام بخاری نے حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ ان دونوں نے فرمایا:

”لَمْ يُرْخَّصْ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ أَنْ يُصْمَنَ إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَجِدْ
الْهَدْيَ.“^①

”قربانی نہ پانے والے شخص کے سوا کسی کو ایام تشریق میں روزے رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی۔“

امام بخاری نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

”الصَّيَّامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ عَرَفَةَ، فَإِنْ
لَمْ يَجِدْ هَدْيًا، وَلَمْ يُصُمْ صَامَ أَيَّامٍ مِنِّي.“

”عمرے کا حج کے ساتھ فائدہ اٹھانے والے شخص^② کو یوم عرفہ تک روزے رکھنے ہیں۔ اگر اس نے قربانی نہ پانے کے باوجود (اس وقت تک) روزے نہ رکھے ہوں، تو منی کے دنوں میں روزے رکھے۔“^③

د: تین روزوں کے متعلق علماء نے ایک اور آسانی یہ بیان کی ہے، کہ اگر کوئی شخص شرعی عذر کی بنا پر انہیں ایام حج میں نہ رکھ سکے، تو وطن واپس آنے پر رکھ لے۔ ان روزوں کے رکھنے کی خاطر اسے نہ مکہ مکرمہ ٹھہرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی وطن

① صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صیام ایام التشریق، رقم الروایتین ۱۹۹۷ و ۱۹۹۸، ۲۴۲/۴

② یعنی حج تمتع کرنے والے شخص کو۔

③ المرجع السابق رقم الروایة ۱۹۹۹، ۲۴۲/۴

آ کر رکھنے کی صورت میں اس پر کوئی گناہ یا فدیہ لازم ہوتا ہے۔

سعودی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات و افتاء نے اپنے فتویٰ میں تحریر کیا ہے:

”مَنْ لَزِمَهُ هَدْيٌ تَمَتَّعَ أَوْ قَرَّانَ فَلَمْ يَجِدْهُ وَفَتَّ الدَّبْحَ لِعُذْرٍ شَرْعِيٍّ، وَقَدْ فَاتَتْ عَلَيْهِ أَيَّامُ الْحَجِّ الَّتِي يَصُومُ فِيهَا، مَنْ لَمْ يَجِدْ الْهَدْيَ، ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّهُ يَصُومُ عَشْرَةَ أَيَّامٍ كَامِلَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ، وَلَا يَلْزِمُهُ التَّأَخُّرُ بِمَكَّةَ حَتَّى يَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، لِأَنَّ وَقْتَهَا قَدْ فَاتَ.“^۱

”جس شخص پر تمتع یا قرآن کی قربانی لازم ہو اور شرعی عذر کے سبب ذبح کے وقت اسے قربانی میسر نہ ہو۔ علاوہ ازیں وہ قربانی نہ پانے والے کے تین روزے رکھنے کے دنوں میں روزے بھی نہ رکھ سکے، تو وہ اپنے گھر آ کر پورے دس روزے رکھے گا۔ ان تین روزوں کے رکھنے کی خاطر اس پر مکہ میں ٹھہرنا لازم نہیں ہوگا، کیونکہ ان کا وقت گزر چکا ہے۔“

اسی بارے میں ایک اور سوال کے جواب میں دائمی مجلس نے تحریر کیا:

”فَعَلَيْكَ صِيَامُ عَشْرَةِ أَيَّامٍ فِي مَحَلِّ إِقَامَتِكَ، وَلَا شَيْءَ عَلَيْكَ سِوَى هَذَا.“

”تم پر اپنی جائے اقامت میں دس روزوں کا رکھنا ہے اور اس کے علاوہ تم پر کوئی چیز نہیں۔“

۵: پانچویں آسانی یہ ہے، کہ ان روزوں کے رکھنے میں تسلسل برقرار رکھنے کی

پابندی نہیں۔ علامہ ابن قدامہ رقم طراز ہیں:

① فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء، الفتوى رقم (۱۷۳۴)، ۱۱/۳۸۷.

”وَلَا يَجِبُ التَّابِعُ فِي الصِّيَامِ لِلْمُتَعَةِ، لَا فِي الثَّلَاثَةِ، وَلَا فِي السَّبْعَةِ، وَلَا التَّفْرِيقِ، لِأَنَّ الْأَمْرَ وَرَدَّ بِهَا مُطْلَقًا، وَذَلِكَ لَا يَقْتَضِي جَمْعًا وَلَا تَفْرِيقًا، وَلَا نَعْلَمُ فِيهِ مُحَالَفًا.“^①

”حج تمتع کے روزوں کو تسلسل یا وقفہ سے رکھنے کی پابندی نہ تین میں ہے اور نہ سات میں، کیونکہ ان کے متعلق حکم بغیر کسی قید کے ہے اور ایسا حکم اکٹھے رکھنے کا تقاضا کرتا ہے اور نہ ہی جدا جدا۔ ہمارے علم کے مطابق اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔“

سعودی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات و افتاء نے اپنے ایک فتویٰ میں تحریر کیا ہے:

”يَجُوزُ أَنْ تُصَامَ سَبْعَةُ الْأَيَّامِ الْمَذْكُورَةِ فِي قَوْلِهِ ﴿وَسَبْعَةَ إِذَا رَجَعْتُمْ﴾ مُتَّابِعَةً أَوْ مُتَفَرِّقَةً.“^②

[ارشاد تعالیٰ (اور سات) (روزے) جب وہ واپس آئے) میں ذکر کردہ سات روزوں کا مسلسل یا متفرق رکھنا جائز ہے۔]

خلاصہ گفتگو یہ ہے، کہ حج تمتع کرنے والے کو کسی مخصوص قسم کی قربانی کا پابند نہیں کیا گیا۔ علاوہ ازیں قربانی میسر نہ آنے پر دس روزوں کو قربانی کا بدل قرار دیا گیا ہے۔ ان دس میں سے صرف تین ایام حج میں اور بقیہ سات وطن واپس آنے پر رکھنے ہیں۔ ایام حج میں ان تین روزوں کے نہ رکھ سکنے کی صورت میں سارے روزے بغیر کسی فدیہ کے وطن واپس آنے پر رکھنے ہیں۔ ان روزوں کے رکھنے میں تسلسل ضروری نہیں۔ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ عَلَى تَيْسِيرِهِ .

① المغني ۵/۳۶۳ باختصار.

② فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء، جزء من الفتوى رقم (۴۲۲۱)، ۱۱/۳۸۸.

۸: نر اور مادہ دونوں کی قربانی کا جائز ہونا:

حج کی قربانی کے حوالے سے آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ نر اور مادہ دونوں قسم کے جانور ذبح کرنا درست ہے۔ اس بارے میں ذیل میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: حضرات ائمہ ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ:

”أَهْدَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ فِي هَدَايَاهُ جَمَلًا
لِأَبِي جَهْلٍ.“^①

”رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے سال قربانیوں میں ابو جہل کا اونٹ^②
قربانی کی غرض سے بھیجا۔“

ب: امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں
نے بیان کیا:

”ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا، تو ہم نے اونٹ اور گائے کو

① سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب في الهدي، جزء من رقم الحديث ۱۷۴۶، ۱۱۸/۵؛ و سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، رقم الحديث ۳۱۰۰، ۲۸۳/۹؛ و صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، جزء من رقم الحديث ۲۸۹۷، ۲۸۶/۴؛ و المستدرک علی الصحیحین، كتاب المناسك، ۱/۴۶۷. الفاظ حدیث المسد رک کے ہیں۔ امام حاکم نے اسے [مسلم کی شرط پر صحیح] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ شیخ البانی نے سنن ابی داؤد کی روایت کو [حسن] اور صحیح ابن خزیمہ کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/۴۶۷؛ و التلخیص ۱/۴۶۷؛ و صحیح سنن أبي داود ۱/۳۲۸؛ و هامش صحیح ابن خزيمة ۴/۲۸۶).

② ابو جہل کا یہ اونٹ غزوہ بدر میں ملنے والے مال غنیمت میں سے تھا۔ (ملاحظہ ہو: عون المعبود ۱۱۸/۵).

سات سات اشخاص کی طرف سے ذبح کیا۔“^①

دونوں حدیثوں کے حوالے سے دو باتیں:

۱: پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے قربانی کے لیے اونٹ بھیجا اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرات صحابہ نے حجۃ الوداع میں گائے کی قربانی دی۔ امام ابن ماجہ نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ الْهَدْيِ مِنَ الْإِنَاثِ وَالذُّكُورِ]^②

[مادہ اور نر سے حج کی قربانی کے متعلق باب]

اسی حدیث پر امام ابن خزیمہ کا تحریر کردہ عنوان یہ ہے:

[بَابُ إِبَاحَةِ الْهَدْيِ مِنَ الذُّكْرَانِ وَالْإِنَاثِ جَمِيعًا]^③

[نر اور مادہ سب سے حج کی قربانی کے جواز کے متعلق باب]

ب: علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

”ہدی میں نر اور مادہ دونوں برابر ہیں۔ نراونٹ کی اجازت دینے والوں میں ابن مسیب، عمر بن عبدالعزیز، مالک، عطاء اور شافعی ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: ”میں نے کسی کو نر (اونٹ) کی قربانی دیتے ہوئے نہیں دیکھا“^④ اور مجھے مادہ (اونٹنی) کی قربانی دینا زیادہ پسند ہے۔“

لیکن پہلا قول زیادہ درست ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

① اس حدیث کی تخریج اس کتاب کے ص ۳۱۵ میں ملاحظہ فرمائیے۔

② سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، ۲۸۳/۹۔

③ صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، ۲۸۶/۴۔

④ نیز ملاحظہ ہو: المحلی ۸۳۶۔ مسأله، ۲۰۶/۷؛ وموسوعة فقه عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما ص ۷۱۸۔

﴿وَالْبَدَنَ ۝ جَعَلْنَهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ ②

[اور ہم نے قربانی کے بڑے جانور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی بڑی

نشانیوں میں سے مقرر کیے ہیں۔]

اللہ تعالیٰ نے اس میں نر کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی مادہ کا، بلکہ مطلق ذکر فرمایا، جس

میں دونوں شامل ہیں۔

علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ سے ابو جہل کے اونٹ کی قربانی کرنا ثابت ہے۔ ③

۹: اونٹ اور گائے کی قربانی میں شرکت:

قربانی کے حوالے سے حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ اونٹ اور گائے

میں سے ہر ایک کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ اس بارے میں ذیل

میں دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُهْتَلِينَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَنَا رَسُولُ

اللَّهِ ﷺ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ، كُلُّ سَبْعَةٍ مَنَّا فِي

بَدْنَةٍ. ④

”ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج کے لیے لیبک پکارتے ہوئے نکلے، تو

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا، کہ اونٹ اور گائے میں ہم میں سے

① (البदन): یہ [البدنة] کی جمع ہے اور [بدنة] اونٹنی، اونٹ اور گائے کے لیے بولا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو:

غریب الحدیث لابن الحوزی، باب الباء مع الدال، ۱/۶۱-۶۲)۔

② سورة الحج / جزء من الآية ۳۶۔

③ ملاحظہ ہو: المغنی ۴/۴۵۷؛ نیز ملاحظہ ہو: معالم السنن ۲/۱۵۲؛ ومناسک الحج والعمرة

للنووی ص ۳۲۷، وإنجاز الحاجة ۹/۲۸۳-۲۸۴۔

④ صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۳۵۱- (۱۳۱۸)، ۲/۹۵۵۔

سات سات (اشخاص) شریک ہو جائیں۔“

ب: امام مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کردہ ایک دوسری

روایت میں ہے:

”حَجَّجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَنَحَرْنَا الْبَعِيرَ عَنْ سَبْعَةٍ،
وَالْبَقْرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ.“^①

”ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حج کیا، تو ہم نے اونٹ اور

گائے کو سات سات افراد کی طرف سے ذبح کیا۔“

دونوں روایتوں کے متعلق تین باتیں:

۱: امام نووی نے دیگر روایات کے ساتھ ان دونوں حدیثوں پر حسب ذیل عنوان

تحریر کیا ہے:

[بَابُ جَوَازِ الْإِشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ، وَالْبَدَنَةِ، وَإِجْرَاءِ كُلِّ
وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا عَنْ سَبْعَةٍ] ^②

[حج کی قربانی میں شرکت اور گائے اور اونٹ میں سے ہر ایک کے سات

(افراد) سے کفایت کرنے کے متعلق باب]

امام نووی ان دونوں اور ان جیسی دیگر روایات کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ

احادیث حج کی قربانی میں شرکت کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور ان میں یہ (بھی)

ہے، کہ اونٹ اور گائے دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ سات اشخاص سے کفایت

ہوتی ہے۔^③

① صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۳۵۲- (۱۳۱۸)، ۲/۹۵۰.

② ملاحظہ ہو: شرح النووي ۶۷/۹.

③ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۶۷/۹؛ نیز ملاحظہ ہو: نیل الأوطار ۵/۱۸۷.

ب: بعض علماء نے حج کی قربانی میں شراکت کے حوالے سے کچھ اور آراء اور شرائط پیش کی ہیں۔ امام داؤد اور بعض مالکی علماء صرف نقلی قربانی میں شراکت کو درست سمجھتے ہیں۔

امام مالک شراکت کو سرے سے جائز نہیں سمجھتے۔

امام ابوحنیفہ [تقرب إلی اللہ کا سب کی نیت ہونا] ضروری قرار دیتے ہیں۔

لیکن احادیث سے ان میں سے کسی ایک بات کی تائید نہیں ہوتی، ان سے بلا استثناء اور بغیر کسی قید کے حج کی قربانی میں شراکت ثابت ہے۔

امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء حج کی قربانی میں بغیر کسی شرط اور قید کے شرکت کو درست قرار دیتے ہیں۔ امام ابن خزیمہ نے اپنی کتاب [صحیح] میں اس کے بارے میں درج ذیل دو عنوان قلم بند کیے ہیں۔

۱: [بَابُ اشْتِرَاكِ النَّفَرِ فِي الْبَدَنَةِ وَالْبَقَرَةِ الْوَاحِدَةِ، وَإِنْ كَانَ مَنْ يَشْتَرِكُ فِي الْبَقَرَةِ الْوَاحِدَةِ أَوْ الْبَدَنَةِ الْوَاحِدَةِ مِنْ قَبَائِلَ شَتَّى، لَيْسُوا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ وَاحِدٍ، مَعَ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ سُبْعَ بَدَنَةٍ وَسَبْعَ بَقَرَةٍ تَقُومُ مَقَامَ شَاةٍ فِي الْهَدْيِ] ①

[ایک گروہ کے اونٹ اور گائے میں شرکت کے جواز کے متعلق باب، اگرچہ ایک گائے یا ایک اونٹ میں شرکت کرنے والے ایک کنبے کی بجائے مختلف قبائل سے ہوں۔ مزید برآں قربانی میں اونٹ اور گائے کے ساتویں حصے کے ایک بکری کے برابر ہونے کی دلیل]

۲: [بَابُ إِسْحَاحَةِ اشْتِرَاكِ سَبْعَةٍ مِنَ الْمُتَمَتِّعِينَ فِي الْبَدَنَةِ الْوَاحِدَةِ وَالْبَقَرَةِ الْوَاحِدَةِ، وَالدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ سُبْعَ بَدَنَةٍ وَسَبْعَ

① صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، ۲۸۷/۴۔

بَقْرَةَ مِمَّا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ، إِذَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَوْجَبَ عَلَى الْمُتَمَتِّعِ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ إِذَا وَجَدَهُ^①

[حج تمتع کرنے والے سات اشخاص کی ایک اونٹ اور ایک گائے میں شرکت کے جواز کے متعلق باب اور اس بات کی دلیل، کہ اونٹ اور گائے میں سے ہر ایک کا ساتواں حصہ (میسر آنے والی قربانی) میں سے ہے، کیونکہ اللہ عزوجل نے (حج) تمتع کرنے والے پر میسر آنے والی قربانی واجب کی ہے۔]

حج: بعض حضرات ائمہ جیسے سعید بن مسیب، اسحاق بن راہویہ وغیرہ کی رائے میں اونٹ میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث سے استدلال کرتے ہیں، کہ انہوں نے بیان کیا:

”كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَحَضَرَ الْأَضْحَى، فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقْرَةِ سَبْعَةً، وَفِي الْجَزُورِ عَشْرَةً.“^②

”ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے۔ (عید) الاضحیٰ آئی، تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس افراد شریک ہوئے۔“

علامہ شوکانی اس استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں:

وَيُجَابُ عَنْهُ بِأَنَّهُ خَارِجٌ عَنِ مَحَلِّ النِّزَاعِ، لِأَنَّهُ فِي الْأَضْحَى.

فَإِنْ قَالُوا: ”يُقَاسُ الْهَدْيُ عَلَيْهَا“. قُلْنَا: ”هُوَ قِيَاسٌ فَاسِدٌ“

① صحیح ابن خزيمة، کتاب المناسک، ۲۸۸/۴.

② جامع الترمذی، أبواب الحج، باب ما جاء في الاشتراك في البدنة والبقرة، رقم الحديث ۹۰۷، ۳/۵۵۴، و سنن ابن ماجه، کتاب الاضاحی، باب کم تجزیء البدنة والبقرة، رقم الحديث ۳۱۳۱، ۹/۳۴۷. امام ترمذی نے اسے [حسن غریب] اور شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ۳/۵۵۴).

الإِغْتِبَارِ لِمُصَادَمَتِهِ النَّصُوصَ .“^۱

”اس کا جواب دیا گیا ہے، کہ زیر بحث مسئلہ سے اس کا تعلق نہیں، کیونکہ یہ عید الاضحیٰ کی قربانیوں کے بارے میں ہے۔

اور اگر انہوں نے کہا: ”حج کی قربانی کا ان پر قیاس کیا جائے گا۔“
تو ہم جواب میں کہیں گے: ”نصوص سے ٹکراؤ کی بنا پر اس قیاس کی کوئی حیثیت نہیں۔“

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ حج میں اونٹ اور گائے میں سے ہر ایک کی قربانی میں سات سات افراد کسی استثناء اور قید کے بغیر شریک ہو سکتے ہیں اور بلاشبہ یہ رب رحمن و رحیم کی جانب سے حاجیوں کے لیے ایک بڑی آسانی ہے۔ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ عَلَى تَيْسِيرِهِ .

۱۰: ہدیٰ کے خود ذبح کرنے اور دوسرے سے کروانے کی اجازت:

حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ حج کرنے والے کے لیے خود قربانی ذبح کرنے کی پابندی نہیں۔ چاہے تو خود ذبح کرے اور چاہے، کسی دوسرے سے کروالے۔ دونوں صورتیں درست ہیں۔ ذیل میں اس بارے میں دو روایتیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام مسلم کی حجتہ الوداع کے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث

میں ہے:

”ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْحَرِ ، فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَسِتِّينَ بِيَدِهِ ، ثُمَّ
أَعْطَى عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ فَنَحَرَ مَا عَبَّرَ .“^۲

”پھر آنحضرت ﷺ قربان گاہ کی طرف تشریف لے گئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے دست (مبارک) سے ذبح کیے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کو باقی (ذبح

① نیل الأوطار ۱۸۷/۵ . ② یعنی حج کی قربانی۔

③ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، جزء من رقم الحديث ۱۴۷ - (۱۲۱۸)

کرنے کے لیے) دے دیے۔]

ب: حضرات ائمہ ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے،

”ذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَمَّنْ اعْتَمَرَ مَعَهُ مِنْ نِسَائِهِ فِي حِجَّةِ الْوُدَاعِ بَقْرَةً بَيْنَهُنَّ.“^①

”رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنے ہمراہ (حج کے ساتھ) عمرہ کرنے والی اپنی ازواج کی جانب سے ایک گائے ذبح کی۔“

ان حدیثوں کے متعلق دو باتیں:

۱: پہلی حدیث کی شرح میں امام نووی رقم طراز ہیں:

”وَفِيهِ اسْتِحْبَابُ ذَبْحِ الْمُهْدِي هَدِيَّةً بِنَفْسِهِ وَجَوَازُ الْإِسْتِنَابَةِ فِيهِ، وَذَلِكَ جَائِزٌ بِالْإِجْمَاعِ.“

”اس میں قربانی دینے والے کے لیے خود قربانی کرنے کا استحباب اور کسی دوسرے کو (ذبح میں) نائب بنانے کا جواز ہے اور اس کے جائز ہونے پر اجماع ہے۔“

امام ابن خزیمہ نے اس پر حسب ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ اسْتِحْبَابِ ذَبْحِ الْإِنْسَانِ وَنَحْرِ نَسِيكِهِ بِيَدِهِ مَعَ إِبَاحَةِ

① سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب في هدي البقر، رقم الحديث ۱۷۴۸، ۵/۱۱۹، والسنن الكبرى للشمسني، كتاب المناسك، النحر عن النساء، رقم الحديث ۴۱۱۴، ۴/۲۰۵، و سنن ابن ماجه، كتاب الأضاحي، باب عن كم تحزىء البدنة والبقره، رقم الحديث ۳۱۳۵، ۳۵۱/۹، والمستدرک علی الصحیحین، کتاب المناسک ۱/۴۶۷، الفاظ حدیث السنن الکبری کے ہیں۔ امام حاکم اور شیخ البانی نے اسے [صحیح] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے امام حاکم سے موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/۴۶۷، والتلخیص ۱/۴۶۷، و صحیح سنن أبي داود ۱/۳۷۹)

دَفَعَ نَسِيكِهِ إِلَىٰ غَيْرِهِ لِيَذْبَحَهَا أَوْ يَنْحَرَهَا ❶

[انسان کے اپنے ہاتھ سے قربانی کے جانور اور اونٹ کو ذبح کرنے کے مستحب ہونے اور انہیں کسی دوسرے کو ذبح کرنے کی خاطر دینے کے جواز کے متعلق باب]

ب: دوسری حدیث کو امام بخاری نے الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ ذَبْحِ الرَّجُلِ الْبَقْرَ عَنْ نَسَائِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِنَّ] ❷

[کسی آدمی کے اپنی بیویوں کی طرف سے ان کے حکم کے بغیر گائے ذبح کرنے کے متعلق باب]

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ حج کی قربانی، حج کرنے والا خود کرے یا کسی دوسرے سے ذبح کروائے یا کوئی دوسرا خود ہی اس کی جانب سے کرے، شریعت میں اس بارے میں کوئی پابندی نہیں۔

۱۱: حج کی قربانی کا گوشت کھانے اور ہمراہ لے جانے کی اجازت:

حج کی قربانی کے حوالے سے ایک سہولت یہ ہے، کہ اس کا گوشت صدقہ کرنے کے ساتھ ساتھ خود کھانے اور واپسی پر ہمراہ لانے کی اجازت ہے۔ ذیل میں اس بارے میں تین احادیث ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام مسلم کی حجتہ الوداع کے متعلق حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ

حدیث میں ہے:

”پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قربان گاہ تشریف لے گئے اور تریسٹھ (قربانیاں)

❶ صحیح ابن خزيمة، كتاب المناسك، ۲۸۴/۴.

❷ صحیح البخاری، كتاب الحج، ۵۵۱/۳.

اپنے دست (مبارک) سے ذبح کیس اور باقی ماندہ ذبح کرنے کی خاطر
علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیس اور انہیں قربانی میں شریک کیا۔

(حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں):

”ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبِضْعَةٍ، فَجَعَلَتْ فِي قَدِيرٍ،
فَطَبِخَتْ، فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا.“^①
”پھر آنحضرت ﷺ نے ہر قربانی سے ایک ایک ٹکڑا لینے کا حکم دیا۔ ان
(ٹکڑوں) کو ایک ہانڈی میں ڈال کر پکایا گیا، تو دونوں (یعنی
آنحضرت ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ) نے اس میں سے گوشت کھایا اور اس کا
شوربا پیا۔“

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی
ہے، کہ وہ بیان کرتے ہیں:

”كُنَّا لَا نَأْكُلُ مِنْ لُحُومِ بَدَنِنَا فَوْقَ ثَلَاثِ مَنَى، فَأَرْخَصَ
لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: كُلُوا وَتَزَوَّدُوا.“^②
”ہم اپنی حج کی قربانیوں کا گوشت منی کے تین دنوں سے زیادہ نہیں
کھاتے تھے،^③ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اجازت دیتے ہوئے
فرمایا: ”کھاؤ اور بطور توشہ ہمراہ لے جاؤ۔“

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، جزء من رقم الحديث ۱۴۷۔
(۱۲۱۸)، ۲/۸۹۲۔

② متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، جزء من رقم الحديث ۱۷۱۹، ۳/۵۰۷؛
وصحیح مسلم، کتاب الأضاحی، جزء من رقم الحديث ۳۰۔ (۱۹۷۲)، ۳/۱۰۶۲۔

③ یعنی دس ذوالحجہ یوم النحر کو جو قربانی کی جاتی، اس کا گوشت صرف منی کے تین دن گیارہ، بارہ اور تیرہ
ذوالحجہ تک استعمال کرتے۔

حج: امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”كُنَّا نَتَزَوَّدُ لِحُومِ الْهَدْيِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ اِلَى الْمَدِينَةِ.“^①

”ہم عہد نبوی ﷺ میں مدینہ (طیبہ) کی طرف جاتے ہوئے حج کی قربانی کا گوشت بطور زادِ راہ ہمراہ لے جاتے تھے۔“

ان حدیثوں کے متعلق تین باتیں:

۱: پہلی حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قربانیوں کا گوشت کھایا اور ان کا شور بایا۔

ب: دوسری حدیث میں آنحضرت ﷺ نے قربانیوں کا گوشت کھانے اور بطور زادِ راہ ہمراہ لے جانے کی اجازت دی۔ تیسری حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ عہد نبوی میں حضرات صحابہ مدینہ طیبہ لوٹتے وقت قربانی کے گوشت میں سے بطور توشہ ہمراہ لے جاتے۔

حج: امام بخاری نے ایک باب کا حسب ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ مَا يَأْكُلُ مِنَ الْبُذْنِ وَمَا يَتَصَدَّقُ]^②

[حج کی قربانیوں میں سے جو کھاتے اور جو صدقہ کیا جاتا، اس کے متعلق

باب]

انہوں نے ایک دوسرے باب کا عنوان درج ذیل تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَا يُؤْكَلُ مِنَ لِحُومِ الْأَضَاحِيِّ وَمَا يَتَزَوَّدُ مِنْهَا]^③

- ① صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب ما كان السلف يذخرون في بيوتهم وأسفارهم من الطعام واللحم وغيره، رقم الحديث ۵۴۲۴، ۵۵۲/۹.
- ② المرجع السابق، كتاب الحج، ۵۵۷/۳.
- ③ المرجع السابق، ۲۳/۱۰.

[قربانیوں کے گوشت میں سے جو کھایا جاتا ہے اور جو بطور زادِ راہ لیا جاتا ہے، اس کے متعلق باب]

۱۲: سارے منیٰ اور مکہ کا قربانی کرنے کی جگہ ہونا:

نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں اپنی جائے قربان پر قربانی کرنے کا امت کو پابند نہ کیا، بلکہ ان پر شفقت فرماتے ہوئے سارے منیٰ اور مکہ میں کی ہوئی قربانی کو معتبر قرار دیا۔ اس بارے میں ذیل میں تین حدیثیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام مسلم کی حجۃ الوداع کے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت

کردہ حدیث میں ہے، کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”نَحَرْتُ هَهُنَا، وَمِنَى كُلُّهَا مَنَحَرٌ، فَانْحَرُوا فِي رِحَالِكُمْ.“^①

”میں نے اس جگہ قربانی کی ہے اور سارا منیٰ قربان گاہ ہے، سو تم نے

جہاں (منیٰ میں) پڑاؤ ڈالا ہے، وہیں قربانی کرو۔“

ب: امام ابن خزیمہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے

بیان کیا: ”رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں قربانی کی۔“ (اور) ارشاد فرمایا:

”وَمِنَى كُلُّهَا مَنَحَرٌ.“

”اور سارا منیٰ قربان گاہ ہے۔“^②

ج: امام ابن خزیمہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، وہ

بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ما جاء ان عرفة كلها موقف، جزء من رقم الحديث

۱۴۹- (۱۲۱۸)، ۲/۸۹۳.

② صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، رقم الحديث ۲۸۹۰، ۴/۲۸۳.

”وَكُلُّ فِجَاجٍ مَّكَّةَ طَرِيقٌ وَمَنْحَرٌ“^①

”اور مکہ کے سب راستے (اس میں داخلہ کے لیے) راہ اور جائے قربانی ہیں۔“

ان حدیثوں کے حوالے سے تین باتیں:

۱: پہلی حدیث کی شرح میں ملا علی قاری تحریر کرتے ہیں، کہ آنحضرت ﷺ کا مقصود یہ تھا، کہ قربانی صرف اسی جگہ کرنا ضروری نہیں، جہاں آپ ﷺ نے کی، بلکہ منیٰ میں جس جگہ کی جائے گی، درست اور معتبر ہوگی۔^②

تیسری حدیث کی شرح میں علامہ طیبی رقم طراز ہیں، کہ مکہ کے ہر راستے سے آنا جائز ہے اور مکہ کے گرد و پیش میں کسی بھی جگہ قربانی کرنا جائز ہے، کیونکہ وہ سرزمین حرم میں سے ہے۔^③

ب: امام ابن خزیمہ نے دوسری حدیث پر حسب ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ الرُّخْصَةِ فِي النَّحْرِ وَالذَّبْحِ أَيْنَ شَاءَ الْمَرْءُ مِنْ مَنَى]

① صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، رقم الحدیث ۲۷۸۷، ۲۴۲/۴۔ اس کی سند صحیح ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش صحیح ابن خزیمہ ۲۴۲/۴۔ دوسری اور تیسری حدیث کو حضرات ائمہ احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ایک ہی حدیث کے ضمن میں روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المسند، جزء من رقم الحدیث ۱۴۴۹۸، ۲۲/۳۸۱؛ و سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب الصلاة بحجم، جزء من رقم الحدیث ۱۹۳۵، ۵/۲۸۸؛ و سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الذبیح، جزء من رقم الحدیث ۳۰۴۸، ۹/۹۰۔ (المطبوع مع إنحاز الحاجة)۔ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے المسند کی [سند کو حسن] اور شیخ البانی نے سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ کی روایت کو [حسن صحیح] قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۲۲/۳۸۱؛ و صحیح سنن ابی داؤد ۱/۳۶۵؛ و صحیح سنن ابن ماجہ ۲/۱۸۰)۔

② ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتیح ۴۸۶/۵۔ ③ عون المعبود ۵/۲۸۸۔

④ ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ۶/۱۹۸۹۔

⑤ صحیح ابن خزیمہ ۳/۲۸۳۔

[منیٰ میں جہاں بھی آدمی چاہے، اونٹ اور دیگر جانور ذبح کرنے کی اجازت]

تیسری حدیث پر امام ابن خزیمہ نے درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ ذَبْحِ الْمُعْتَمِرِ وَنَحْرِهِ وَهَدْيِهِ حَيْثُ شَاءَ مِنْ مَكَّةَ] ❶

[عمرے والے کے لیے بھیڑ بکری، اونٹ، گائے مکہ میں جہاں وہ چاہے

ذبح کرنے کے متعلق باب]

ح: آنحضرت ﷺ نے یہ اجازت امت کی آسانی کے لیے عطا فرمائی۔

تیسری حدیث کی شرح میں علامہ طیبی رقم طراز ہیں:

”أَرَادَ بِهِ التَّوَسُّعَةَ وَنَفْيَ الْحَرَجِ.“ ❷

”آنحضرت ﷺ نے یہ ❶ (اجازت) آسانی کرنے اور تنگی ختم

کرنے کے ارادے سے دی۔“

پہلی حدیث کی شرح میں علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

”یہ کمال نرمی اور امت کی آسانی کے لیے فرمادیا، ورنہ ہر شخص کو تکلیف

ہوتی اور آپ ﷺ کے منخر میں وہ بھیڑ بھاڑ ہوتی، کہ اونٹ کے عوض

میں آدمی قربان ہو جاتے۔“ ❸

۱۳: چار دن قربانی کرنے کی اجازت:

حج کی قربانی کے لیے افضل اور اعلیٰ وقت دس ذوالحجہ کوری کے بعد اور حجامت

اور طوافِ افاضہ سے پہلے ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسی وقت میں اپنی حج کی

❶ صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک ۴/۲۴۲۔

❷ شرح الطیبی ۶/۱۹۸۹۔

❸ اس میں [ہر راستے سے مکہ میں داخل ہونے اور منیٰ میں ہر جگہ ذبح کرنے کی اجازت] دونوں کی طرف

اشارہ ہے۔

❹ ملاحظہ ہو: صحیح مسلم مترجم اردو ۳/۲۵۵۔

قربانیاں ذبح کیں، لیکن آنحضرت ﷺ نے امت کے لیے یہ آسانی فرمائی ہے، کہ وہ اسی دن اور اس کے بعد منیٰ کے تینوں دنوں میں قربانی کر سکتے ہیں۔ توفیق الہی سے ذیل میں اس بارے میں قدرے تفصیل سے گفتگو کی جا رہی ہے:

دو دلیلیں:

۱: حضرات ائمہ احمد، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”وَفِي كُلِّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ.“^①

”اور سارے ایام تشریق میں قربانی (کرنا جائز) ہے۔“

ب: امام ابن قیم لکھتے ہیں:

”وَلَاِنَّ الثَّلَاثَةَ تَخْتَصُّ بِكُوْنِهَا أَيَّامَ مِنَى، وَأَيَّامَ الرَّمَى، وَأَيَّامَ التَّشْرِيقِ، وَيُحْرَمُ صِيَامُهَا، فَهِيَ إِخْوَةٌ فِي هَذِهِ الْأَحْكَامِ، فَكَيْفَ تَفْتَرِقُ فِي جَوَازِ الذَّبْحِ بِغَيْرِ نَصٍّ وَلَا

① المسند، جزء من رقم الحديث ۱۶۷۵۱، ۳۱۶/۲۷؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب الوقوف بعرفة والمزدلفة والدفع منهما، ذكر وقوف الحاج بعرفات والمزدلفة، جزء من رقم الحديث ۳۸۵۴، ۱۶۶/۹؛ والسنن الكبرى للبيهقي، كتاب الضحايا، باب من قال الأضحى جائز يوم النحر وأيام منى كلها لأنها أيام النسك، جزء من رقم الحديث ۱۹۲۳۹، ۹۹۷/۹. الفاظ حدیث صحیح ابن حبان کے ہیں۔ امام ابن قیم اور علامہ شوکانی نے متعدد طرق کی بنا پر اسے (قوی) قرار دیا ہے، شیخ البانی کی رائے میں شواہد کی بنا پر یہ (حسن) سے کم مرتبہ کی نہیں اور شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء کے نزدیک المسند کی روایت سند کے ضعف کے باوجود شواہد اور متعدد طرق کی بنا پر (صحیح الخیر) ہے۔ (ملاحظہ ہو: زاد المعاد ۳۱۹/۲؛ ونبیل الأوطار ۲۱۶/۵؛ وسلسلة الأحادیث الصحيحة، رقم الحديث ۲۴۷۶، ۶۱۷/۵-۶۲۲؛ ومناسك الحج والعمرة للشيخ الباني ص ۳۴؛ وهاشم المسند ۳۱۶/۲۷)۔

② ایام التشریق سے مراد گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ ہیں۔

إِجْمَاعٍ“ ①

”اور کیونکہ یہ تینوں دن منیٰ (میں ٹھہرنے)، رمی کرنے، کھانے پینے کے دن ہونے اور ان میں روزے کے حرام ہونے کے حوالے سے سب احکام میں ایک جیسے ہیں، تو پھر یہ نص اور اجماع کے بغیر قربانی کرنے کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف کیسے ہو سکتے ہیں؟“

علمائے امت کے اقوال:

۱: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

”أَيَّامُ النَّحْرِ: يَوْمُ الْأَضْحَى وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهُ.“ ②

”قربانی کے دن: عید الاضحیٰ کا دن اور اس کے بعد تین دن ہیں۔“

۲: امام بیہقی نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

”الْأَضْحَى ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ.“ ③

”قربانی یوم النحر کے تین دن بعد ہے۔ (یعنی قربانی کے چار دن ہیں،

ایک دن عید الاضحیٰ کا اور تین دن اس کے بعد والے)۔

۳: امام بیہقی نے عطاء اللہیہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

”يُذَبِّحُ فِي أَيَّامٍ مَنَى كُلَّهَا وَفِي يَوْمِ النَّفْرِ الْآخِرِ.“ ④

”منیٰ کے سب دنوں میں (بشمول) کوچ کرنے والے آخری دن کے

قربانی کی جائے گی۔“

① زاد المعاد ۲/۳۱۹.

② المرجع السابق ۲/۳۱۹.

③ السنن الكبرى، كتاب الضحايا، باب من قال الأضحى حائز يوم النحر وأيام منى كلها

لأنها أيام النسك، رقم الرواية ۱۹۲۴۹، ۴۹۹/۹.

④ المرجع السابق، رقم الرواية ۱۹۲۵۰، ۴۹۹/۹.

۴: امام بیہقی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں

نے فرمایا:

”الْأَضْحَى يَوْمُ النَّحْرِ وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهُ.“^①

”قربانی یوم النحر ⑤ اور اس کے بعد تین دن ہے۔“

۵: امام ابن قیم رقم طراز ہیں:

”وَهُوَ مَذْهَبُ إِمَامِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ الْحَسَنِ، وَإِمَامِ أَهْلِ مَكَّةَ

عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، وَإِمَامِ أَهْلِ الشَّامِ الْأَوْزَاعِيِّ، وَإِمَامِ

فُقَهَاءِ أَهْلِ الْحَدِيثِ الشَّافِعِيِّ، وَاخْتَارَهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ.“^②

”اور وہ اہل بصرہ کے امام حسن، اہل مکہ کے امام عطاء بن ابی رباح، اہل

شام کے امام اوزاعی اور اہل حدیث فقہاء کے امام شافعی کا مذہب ہے

اور ابن منذر نے بھی اسی (مذہب) کو پسند کیا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔“

۶: سعودی عرب کی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات اور افتاء کا بھی یہی فتویٰ ہے:

انہوں نے لکھا ہے:

”أَيَّامُ الذَّبْحِ لِهَدْيِ التَّمَتُّعِ وَالْقِرَانَ وَالْأَضْحِيَّةِ أَرْبَعَةُ أَيَّامٍ:

يَوْمُ الْعِيدِ وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهُ، وَيَنْتَهِي الذَّبْحُ بِغُرُوبِ

شَمْسِ الْيَوْمِ الرَّابِعِ فِي أَصَحِّ قَوْلِ أَهْلِ الْعِلْمِ.“^③

”اہل علم کے سب سے صحیح قول کے مطابق تمتع، قرآن اور عید کی قربانی کے

① السنن الكبرى، رقم الرواية ۱۹۲۵۱، ۴۹۹/۹.

② یعنی عید الاضحیٰ کے دن۔

③ زاد المعاد ۲/۳۱۹.

④ فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث والافتاء ۱/۶۱، ۴۰؛ نیز ملاحظہ ہو: مناسک الحج والعمرة

للنووي ص ۳۳۷.

چار دن ہیں: ایک دن عید کا اور تین دن اس کے بعد۔ قربانی کے وقت کا اختتام چوتھے دن کے غروب آفتاب کے ساتھ ہوتا ہے۔“

متنبیہ:

قربانی کے وقت کے متعلق درج ذیل تین اقوال بھی ہیں:

- ۱: قربانی کے لیے تین دن ہیں: ایک عید الاضحیٰ کا اور دو دن اس کے بعد والے۔
 - ۲: قربانی صرف ایک دن ہے اور وہ عید الاضحیٰ کا دن ہے۔
 - ۳: منیٰ میں تین دن تک قربانی کی جاسکتی ہے۔ ایک عید الاضحیٰ کے دن اور دو دن اس کے بعد والے۔ باقی جگہوں میں قربانی کا وقت صرف ایک دن ہے۔^①
- لیکن یہ تینوں اقوال مرجوح ہیں۔ راجح بات یہی ہے، کہ حج اور عید الاضحیٰ کی قربانی چار دنوں میں سے کسی وقت بھی کی جاسکتی ہے اور اس میں حج کرنے والوں کے لیے آسانی ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰی تَبْسِيْرِهِ .



① ملاحظہ ہو: زاد المعاد ۲/۳۱۹-۳۲۰.

- ل -

طواف وداع سے متعلقہ آسانی

بوقتِ روانگی کیے ہوئے طوافِ افاضہ کا طوافِ وداع سے کفایت کرنا:

سنت طریقہ یہ ہے، کہ دس ذوالحجہ کو طوافِ زیارت کیا جائے اور مکہ مکرمہ سے روانگی کے وقت طوافِ وداع کیا جائے ❶، لیکن اگر کوئی حج کرنے والا طوافِ افاضہ مؤخر کر کے روانگی کے وقت کرے، تو یہ طواف اسے طوافِ وداع سے بھی کفایت کر جائے گا۔ اس بارے میں ذیل میں تین اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱: علامہ ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں:

”وَمَنْ تَرَكَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ، فَطَافَهُ عِنْدَ الْخُرُوجِ، أَجْزَاءَهُ
عَنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ؛ لِأَنَّهُ يَحْصُلُ بِهِ الْمَقْصُودُ مِنْهُ، كَأَجْزَاءِ
طَوَافِ الْعُمْرَةِ عَنْ طَوَافِ الْقُدُومِ، وَصَلَاةِ الْفَرَضِ عَنْ
تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ.“ ❷

”جس نے طوافِ زیارہ کو چھوڑا (یعنی دس ذوالحجہ کو نہ کیا) اور روانگی کے وقت کیا، تو وہ اسے طوافِ وداع سے کفایت کر جائے گا، کیونکہ اس [یعنی

❶ یعنی اگر صرف طوافِ افاضہ کی نیت سے طواف کرے، تو یہ طواف، افاضہ اور وداع دونوں کے لیے کافی ہوگا اور اگر ایک ہی طواف دونوں کے ارادے سے کرے، تب بھی اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

❷ الکافی ۴۰۷/۲۔

طواف زیارہ] کے ساتھ طواف وداع کا مقصد پورا ہوگا، ❶ جیسے کہ طواف عمرہ طواف قدوم سے اور نمازِ فرض تہیۃ المسجد سے کفایت کرتی ہے۔ [

ب: سعودی دائمی مجلس برائے علمی بحوث و افتاء نے اس بارے میں ایک سوال کے جواب میں حسب ذیل فتویٰ دیا ہے:

”إِذَا لَمْ يَطْفِ الْحَاجُّ طَوَافَ الْإِفَاضَةِ إِلَّا عِنْدَ انْصِرَافِهِ مِنْ مَكَّةَ، وَانْكَفَى بِهِ عَنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ كَفَّاهُ، حَتَّى وَلَوْ وَقَعَ بَعْدَهُ سَعْيٌ، كَمَا لَوْ كَانَ مُتَمَتِّعًا. وَإِنْ طَافَ طَوَافًا ثَانِيًا لِلْوَدَاعِ فَذَلِكَ خَيْرٌ وَأَفْضَلُ.“ ❷

”جب حج کرنے والا مکہ سے روانگی کے وقت طوافِ افاضہ کرے اور اس کی بنا پر طوافِ وداع نہ کرے، تو یہ طواف اس کے لیے (دونوں سے یعنی طوافِ افاضہ اور طوافِ وداع سے) کافی ہوگا، اگرچہ وہ اس کے بعد سعی کرے، جیسے کہ حج تمتع والا کرتا ہے۔ اگر وہ وداع کی خاطر دوسرا طواف کرے، تو یہ بہتر اور افضل ہوگا۔“

حج: شیخ ابن باز ایک فتویٰ میں تحریر کرتے ہیں:

”إِنَّ طَوَافَ الْإِفَاضَةِ يَكْفِي وَحْدَهُ عَنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ إِذَا كَانَ عِنْدَ الْخُرُوجِ، وَإِنْ نَوَاهُمَا جَمِيعًا فَلَا حَرَجَ فِي ذَلِكَ.“ ❸

❶ طوافِ وداع کا مقصد یہ تھا، کہ اس کا آخری عہد بیت اللہ کے ساتھ ہو، طوافِ افاضہ روانگی کے وقت کرنے سے یہ مقصد پورا ہو گیا۔

❷ فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء، الفتویٰ رقم (۷۱۴۱)، ۱۱/۳۰۰-۳۰۱۔

❸ ملاحظہ ہو: فتاویٰ متعلقہ بأحكام الحج والعمرة والزيارة، جزء من الحواب ۱۵۵، ص ۱۶۰۔

نیز ملاحظہ ہو: جامع المناسک ص ۲۸۲-۲۸۳۔

”رواگی کے وقت کیا ہو صرف طواف افاضہ طواف و دواع سے بھی کفایت کرتا ہے اور وہ دونوں کی نیت کر لے، تو اس میں (بھی) کوئی حرج نہیں۔“

تنبیہ:

حاکضہ اور زچہ سے طواف و دواع کے سقوط کے متعلق گفتگو خواتین سے متعلقہ آسانیوں کے ضمن میں ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ❶



- ۲ -

حج و عمرہ میں خواتین کے لیے آسانیاں

حج اور عمرے میں بیسیوں آسانیاں مردوں اور خواتین دونوں کے لیے ہیں، لیکن کچھ سہولتوں کا تعلق صرف خواتین سے ہے۔ توفیق الہی سے ایسی ہی نو آسانیوں کا اس مقام پر ذکر کیا جا رہا ہے:

۱: محرم یا شوہر کے بغیر خاتون پر حج فرض نہ ہونا:

خواتین کے لیے حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ ان پر حج کی فرضیت کی شرائط میں سے ایک یہ ہے، کہ اس سفر میں ان کے ہمراہ جانے کے لیے محرم یا شوہر ہو۔ اس کی عدم موجودگی میں ان پر حج فرض ہی نہ ہوگا۔

اس بارے میں توفیق الہی سے ذیل میں تین روایات پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے،

کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

”لَا يَخْلُونَ رَجُلًا بِامْرَأَةٍ، وَلَا تُسَافِرُنَّ امْرَأَةً إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ.“

”کوئی (غیر محرم) مرد کسی بھی خاتون کے ساتھ ہرگز تنہا نہ ہو اور کوئی بھی

عورت ہرگز ہرگز محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔“

ایک شخص اٹھا اور عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَكْتَبْتُ فِي عَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، وَخَرَجْتُ

امْرَأَتِي حَاجَةً .“

”یا رسول اللہ ﷺ! میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے اور میری

بیوی حج کی غرض سے نکلی ہے۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”إِذْهَبْ، فَاحْجُجْ مَعَ امْرَأَتِكَ .“^①

”جاؤ اور اپنی بیوی کے ہمراہ حج کرو۔“

ب: امام دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں

نے بیان کیا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”لَا تَحْجَنَّ امْرَأَةً إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ .“^②

”کوئی عورت بھی محرم کے بغیر ہرگز حج نہ کرے۔“

ج: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے،

کہ انہوں نے بیان کیا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”لَا يَحِلُّ لَأَمْرَأَةٍ تَوَمَّنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ

وَلَيْلَةٍ، لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ .“^③

”اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی بھی خاتون کے لیے

① متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب من اکتب فی جیش، فخرجت امرأته

حاجة.....، رقم الحدیث ۱۴۲۶/۶، ۳۰۰۶، ۱۴۳-۱۴۲/۶؛ وصحیح مسلم، کتاب الحج، رقم

الحدیث ۴۲۴- (۱۳۴۱)، ۹۷۸/۲، الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

② سنن الدارقطنی، کتاب الحج، جزء من رقم الحدیث ۲۲۲/۲، ۲۲۳-۲۲۲/۲، حافظ ابن حجر لکھتے

ہیں: ”اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے اور ابوالعوانہ نے [صحیح] قرار دیا ہے۔“ (فتح الباری ۷/۴)۔

③ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب تقصیر الصلاة، باب فی کم یقصر الصلاة؟ رقم

الحدیث ۱۰۸۸، ۵۶۶/۲، ۱۰۸۸؛ وصحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأة إلى حج

وغیره، رقم الحدیث ۴۲۱- (۱۳۳۹)، ۹۷۷/۲، الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

جائز نہیں، کہ وہ ایک دن رات کا سفر محرم کے بغیر کرے۔“

ان احادیث کے حوالے سے سات باتیں:

۱: ان تینوں احادیث میں لفظ [اُمْرَأَةٌ] ❶ اسم نکرہ ہے، جو کہ نفی کے بعد آیا ہے:

(وَلَا تُسَافِرُنَّ اُمْرَأَةً) [کوئی بھی عورت ہرگز سفر نہ کرے]

(لَا تَحُجَّنَّ اُمْرَأَةً) [کوئی بھی عورت ہرگز حج نہ کرے]

(لَا يَحِلُّ لِاُمْرَأَةٍ) [کسی بھی عورت کے لیے جائز نہیں]

اور (نفی) کے بعد آنے والا (اسم نکرہ) عموم کا معنی دیتا ہے۔ تینوں احادیث

میں مراد یہ ہے، کہ ان میں بیان کردہ احکام ہر خاتون کے لیے ہیں، وہ جوان ہو یا

بوڑھی، تعلیم یافتہ ہو یا ان پڑھ، شہری ہو یا دیہاتی، مال دار ہو یا تنگ دست۔ ❷

علامہ ابوبکر کاسانی لکھتے ہیں:

”وَسَوَاءٌ كَانَتِ الْمَرْأَةُ شَابَّةً أَوْ عَجُوزًا إِنَّهَا لَا تَخْرُجُ إِلَّا
بِزَوْجٍ أَوْ مُحْرَمٍ، لِأَنَّ مَا رَوَيْنَا مِنَ الْحَدِيثِ لَا يَفْصِلُ بَيْنَ
الشَّابَّةِ وَالْعَجُوزِ.“ ❸

”خاتون خواہ جوان ہو یا بوڑھی، وہ خاوند یا محرم کے بغیر بالکل (سفر حج

کے لیے) نہ نکلے، کیونکہ جو حدیث ہم نے روایت کی ہے، اس نے جوان

اور بوڑھی عورت میں (اس بارے میں) فرق نہیں کیا۔“

ب: پہلی حدیث میں آنحضرت ﷺ نے صیغہ تاکید [لَا تُسَافِرُنَّ] ❹ کے

ساتھ محرم کے بغیر سفر سے منع فرمایا اور دوسری حدیث میں صیغہ تاکید [لَا تَحُجَّنَّ] ❺

❶ یعنی کوئی بھی خاتون۔

❷ ملاحظہ ہو: المفہم ۳/۴۵۰، ۴۵۱۔

❸ کتاب بدائع الصنائع ۲/۱۶۴۔

❹، ❺ آنحضرت ﷺ نے دونوں میں نون ثقیلہ [ن] کے ساتھ ہی [ممانعت] کی تاکید فرمائی۔

کے ساتھ محرم کے بغیر حج کرنے سے روکا۔ کسی بات کی ممانعت کے لیے آنحضرت ﷺ کا تاکید کے بغیر باز رکھنا بھی بہت کافی ہے، لیکن جب آپ ﷺ کا تاکید کے ساتھ روکیں، تو منہا ہی کس قدر شدید ہوگی!

ح: تیسری حدیث میں آنحضرت ﷺ نے نفی کا صیغہ [لَا يَحِلُّ] نہیں کی تاکید کے لیے استعمال فرمایا۔^①

پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جس عورت کا اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت کے ساتھ ایمان ہو.....“ اور اس فرمان کا مقصد یہ ہے، کہ اس کا اللہ تعالیٰ اور ان کی طرف سے ملنے والی سزا پر ایمان ہے اس قدر سنگین گناہ کی جرأت نہ کرنے دے گا۔^②

علاوہ ازیں آپ ﷺ کا یہ انداز بیان اس پر دلالت کرتا ہے، کہ یہ کام اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کے سنگین اعمال میں سے ہے۔^③

د: بعض روایات میں ایک دن رات، بعض میں دو دن، بعض میں تین دن کا ذکر آیا ہے۔ اس کا سبب روایات میں اضطراب یا باہمی تعارض نہیں، بلکہ آنحضرت ﷺ نے سوال کرنے والوں اور حالات کے اختلاف کی بنا پر ہر موقع و محل کے مناسب بات فرمائی۔ اس بارے میں خلاصہ یہ ہے، کہ خاتون کوئی سفر بھی محرم کے بغیر نہیں کر سکتی، وہ سفر دور کا ہو یا قریب کا، تھوڑے وقت کا ہو یا زیادہ وقت کا۔

امام احمد فرماتے ہیں:

”وَالسَّفَرُ عِنْدِي وَلَوْ كَانَ سَاعَةً. ابْنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنه يَرْوِي عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا تُسَافِرُ سَفَرًا.“^④

① ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ۲۳۷۰/۷

② ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ۲۳۷۰/۷

③ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲۳۷۰/۷

④ کتاب التعلیق خ ق / ۱۸۱ منقول از مناسک المرأة ص ۷۳

”ایک گھڑی کا بھی میرے نزدیک سفر (ہی) ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: وہ کوئی سفر نہ کرے۔“
دیگر محدثین نے بھی اس بات کو اچھی طرح واضح کیا ہے۔ مثال کے طور پر امام نووی تحریر کرتے ہیں:

علماء نے بیان کیا ہے، کہ (روایات میں) ان الفاظ کا اختلاف سوال کرنے والوں کے اختلاف اور مواقع کے تفاوت کی وجہ سے ہے۔ تین دن کے سفر کی ممانعت کا معنی یہ نہیں، کہ ایک دن اور رات یا ایک برید کے (عورت کے بلا محرم) سفر کی اجازت ہے۔
نبیہتی نے بیان کیا ہے، گویا کہ آنحضرت ﷺ سے عورت کے بلا محرم تین دن کے سفر کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ نے جواب دیا: ”(جائز) نہیں۔“ عورت کے بلا محرم دو دن کے سفر کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں“ اس کے ایک دن کے سفر کے بارے میں استفسار کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں“۔ اسی طرح ایک برید (کے فاصلے) کے متعلق۔ ہر کسی نے اپنی سنی ہوئی بات بیان کی۔ جہاں ایک راوی سے مختلف روایتیں ہیں، تو اس نے انہیں مختلف مواقع پر سنا اور اس نے کبھی ایک اور کبھی دوسری روایت نقل کر دی۔ یہ سب (روایات) صحیح ہیں اور ان میں کسی میں بھی اس قلیل مدت کا تعین نہیں، جو سفر کے لیے مقرر ہو، آنحضرت ﷺ نے کسی قلیل مدت کے تعین کا قصد ہی نہیں فرمایا۔

خلاصہ یہ ہے، کہ ہر سفر، خواہ وہ تین دن کا ہو یا دو دن کا یا ایک دن کا یا ایک برید کا یا کچھ اور — جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے — عورت کو محرم کے بغیر اس کے لیے جانے سے منع کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔^①

① ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱۰۳/۹-۱۰۴۔ حضرات علماء ابن مہیر، منذری اور قرطبی نے بھی یہی بات بیان کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۷۵/۴؛ والمفہم ۴۵۰/۳-۴۵۱۔)

ہ: مذکورہ بالا روایات اور ان میں موجود تاکید کی بنا پر بہت سے علمائے امت نے [محرم کے وجود] کو [خاتون پر فرضیت حج کی شرائط] میں شامل کیا ہے۔ محرم کے میسر نہ ہونے کی صورت میں وہ حج نہیں کرے گی اور اس وجہ سے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، کیونکہ ایسی حالت میں اس پر حج فرض ہی نہیں ہوتا۔ ذیل میں چند علماء کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام احمد فرماتے ہیں:

”إِذَا لَمْ تَجِدْ زَوْجًا أَوْ مَحْرَمًا لَا يَجِبُ عَلَيْهَا الْحَجُّ.“^①

”جب خاتون کو خاوند یا محرم (شریک سفر ہونے کے لیے) میسر نہ ہو، تو اس پر حج واجب نہ ہوگا۔“

امام ابو داؤد بیان کرتے ہیں: ”میں نے (امام) احمد سے پوچھا:

”إِمْرَأَةٌ مُؤَسَّرَةٌ، لَمْ يَكُنْ لَهَا مَحْرَمٌ، هَلْ يَجِبُ عَلَيْهَا الْحَجُّ؟“

”مال دار خاتون کا محرم نہیں، کیا اس پر حج واجب ہے؟“

انہوں نے جواب دیا: ”نہیں“

انہوں نے مزید فرمایا:

”الْمَحْرَمُ مِنَ السَّبِيلِ.“^②

”محرم سبیل میں سے ہے۔“^③

۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کرنے کے بعد امام بغوی نے قلم بند

کیا ہے:

① منقول از: فتح الباری ۷۶/۴۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ ان سے منقولہ مشہور قول یہی ہے۔ نیز

ملاحظہ ہو: المغنی ۳۰/۵۔ ② المرجع السابق ۳۰/۵۔

③ یعنی فرضیت حج کے لیے جس استطاعت کا ہونا ضروری ہے، اس میں سے یہ بھی ہے، کہ خاتون کے لیے شریک سفر ہونے کے لیے محرم میسر ہو۔

”هَذَا الْحَدِيثُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْمَرْأَةَ لَا يَلْزَمُهَا الْحَجُّ إِذَا لَمْ يَجِدْ رَجُلًا يَخْرُجُ مَعَهَا، وَهُوَ قَوْلُ النَّخَعِيِّ، وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ، وَبِهِ قَالَ الثَّوْرِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَأَصْحَابُ الرَّأْيِ.“^①

”یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے، کہ اگر خاتون کے ہمراہ جانے والا محرم میسر نہ ہو، تو اس پر حج لازم نہیں۔ یہی نخعی اور حسن بصری کا قول ہے۔ ثوری، احمد، اسحاق اور اصحاب الرائے کا مذہب بھی یہی ہے۔“

انہوں نے مزید لکھا ہے:

”وَذَهَبَ قَوْمٌ أَنَّهُ يَلْزَمُهَا الْخُرُوجُ مَعَ جَمَاعَةٍ مِنَ النِّسَاءِ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ، وَالْأَوَّلُ أَوْلَى بِظَاهِرِ الْحَدِيثِ.“^②

”ایک گروہ کے نزدیک اس پر خواتین کی جماعت کے ساتھ جانا لازم ہے اور مالک اور شافعی کی رائے ہے۔ حدیث کے ظاہر کے اعتبار سے پہلا قول زیادہ درست ہے۔“

۳: علامہ قرطبی صحیح مسلم کی اس بارے میں روایت کردہ احادیث کے متعلق رقم

طراز ہیں:

”قِيلَ لَمْ يَلْزَمُ مِنَ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ أَنْ يَكُونَ الْمَحْرَمُ شَرَطًا فِي وَجُوبِ الْحَجِّ عَلَى الْمَرْأَةِ لِهَذِهِ الظُّوَاهِرِ.“^③

① شرح السنة ۲۰/۷.

② المرجع السابق ۲۰/۷.

③ المفهم ۴۴۹/۳.

”ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے، کہ محرم (کا ہونا) عورت پر فرضیت حج کی شرائط میں سے ہے۔“

۴: علامہ شوکانی نے مستنقى الأخبار میں اس بارے میں ذکر کردہ احادیث کے متعلق قلم بند کیا ہے:

”وَأَحَادِيثُ الْبَابِ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَا يَجِبُ الْحَجُّ عَلَى الْمَرْأَةِ إِلَّا إِذَا كَانَ لَهَا مَحْرَمٌ.“^①

”محرم کے موجود ہونے ہی کی صورت میں خاتون کے ذمے حج واجب ہونے پر اس باب کی احادیث دلالت کرتی ہیں۔“

۵: مشہور مصری عالم شیخ محمد ابو زہرہ لکھتے ہیں:

”الْمُسَافِرَةُ لِلْحَجِّ إِذَا حَجَّتْ مِنْ غَيْرِ مُصَاحِبَةٍ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهَا أَوْ مِنْ غَيْرِ مُصَاحِبَةٍ زَوْجِهَا، فَإِنَّهُ لَا نَفَقَةَ لَهَا قَوْلًا وَاجِدًا، لِأَنَّهَا تَكُونُ عَاصِيَةً إِذْ لَيْسَ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تُسَافِرَ مِنْ غَيْرِ مُصَاحِبَةٍ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ أَوْ زَوْجٍ .

وَلَا يُبْرَرُ السَّفَرُ كَوْنُهُ لِأَدَاءِ فَرِيضَةِ الْحَجِّ، لِأَنَّهُ لَا فَرَضَ إِلَّا حَيْثُ الْإِسْتِطَاعَةُ، وَلَا اسْتِطَاعَةَ إِلَّا إِذَا وَجَدَ ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٍ يُصَاحِبُهَا أَوْ زَوْجًا.“^②

”حج کرنے والی خاتون اگر قرابت دار محرم یا خاوند کے بغیر سفر کرے گی، تو بلا اختلاف (شوہر کے ذمے) اس کا خرچہ نہیں ہوگا، کیونکہ وہ نافرمان ہے۔ قرابت دار محرم یا خاوند کی معیت کے بغیر اس کے لیے سفر کرنا روا

① نیل الأوطار ۱۷/۵ .

② محاضرات في عقد الزواج وآثاره ص ۳۰۳ .

ہی نہ تھا۔ سفر کا فریضہ حج کی غرض سے ہونا واجب جواز نہیں بن سکتا، کیونکہ حج

تو تب فرض ہوتا ہے، جب استطاعت ہو اور اسے استطاعت تب ہوگی،

جب قربت دار محرم یا شوہر اسے شریک سفر ہونے کے لیے میسر ہو۔“

۶: سعودی عرب کی مجلس دائمی برائے علمی تحقیقات اور افتاء کا اس بارے میں

حسب ذیل فتویٰ ہے:

”مَنْ شَرُوطِ الْحَجِّ الْإِسْتِطَاعَةُ، وَمِنْ الْإِسْتِطَاعَةِ وَجُودُ

الْمَحْرَمِ لِلْمَرْأَةِ. فَإِذَا فُقِدَ الْمَحْرَمُ فَلَا يَجُوزُ لَهَا السَّفَرُ،

وَلَا يَجِبُ عَلَيْهَا إِلَّا بوجُودِهِ وَمَوَافَقَتِهِ عَلَى السَّفَرِ مَعَهَا.

قَالَ تَعَالَى: ﴿هُوَ لِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ

سَبِيلًا﴾ ①۔“

”حج کی (فرضیت کی) شرائط میں سے استطاعت ہے اور استطاعت ہی

میں سے عورت کے لیے محرم کا موجود ہونا ہے۔ جب محرم نہ ہوگا، تو اس

کے لیے نہ تو سفر کرنا جائز ہوگا اور نہ ہی اس (یعنی محرم) کے وجود اور ہمراہ

جانے پر موافقت کے بغیر اس پر حج واجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے، جو اس کی طرف

جانے کی استطاعت رکھے۔)“

و: بعض علمائے امت، جن کے نزدیک خاتون پر فرضیت حج کے لیے محرم کا میسر

آنا شرط نہیں، انہوں نے اس کے سفر حج کے لیے کچھ اور شرائط عائد کی ہیں۔ امام ابن

① سورة آل عمران / جزء من الآية ۹۷.

② فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء الفتوى رقم (۵۴۴۵)، ۱۱/۹۳؛ نیز ملاحظہ

ہو: المرجع السابق، الفتاوى الأرقام (۱۱۷۳)؛ و (۴۹۰۹)؛ و (۷۳۱۶)؛ و (۸۳۹۲)؛ و

(۷۸۹۴)، ۱۱/۹۰-۷۹.

سیرین فرماتے ہیں: ”قابل اعتماد مسلمان شخص کے ہمراہ جائے۔“
 امام مالک فرماتے ہیں: ”مسلمان خواتین کی ایک جماعت کے ساتھ سفر کرے۔“
 امام شافعی فرماتے ہیں: ”کسی با اعتماد آزاد مسلمان عورت کی معیت میں سفر کرے۔“
 امام اوزاعی فرماتے ہیں: ”متقی اور بامروت لوگوں کی معیت میں سفر کرے۔“
 ان اقوال پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ابن منذر لکھتے ہیں:

”تَرَكَوْا الْقَوْلَ بِظَاهِرِ الْحَدِيثِ ، وَاشْتَرَطَ كُلُّ وَاحِدٍ شَرْطًا
 لَا حُجَّةَ مَعَهُ عَلَيْهِ .“^①

”انہوں نے حدیث سے واضح ہونے والی بات کو ترک کیا ہے اور ہر ایک نے ایسی شرط لگائی ہے، جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔“
 ز: سفر حج میں عورت کے محرم کے لیے ضروری ہے، کہ وہ عاقل اور بالغ ہو۔ نابالغ بچے حج میں محرم کے وجود کی شرط کو پورا نہیں کرتے۔ علامہ ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں:
 ”وَيُشْتَرَطُ فِي الْمَحْرَمِ أَنْ يَكُونَ بِالْعَاقِلِ . قِيلَ لِأَحْمَدَ:
 ”فَيَكُونُ الصَّبِيُّ مَحْرَمًا؟“ قَالَ: ”لَا ، حَتَّى يَحْتَلِمَ ، لِأَنَّهُ
 لَا يَقُومُ بِنَفْسِهِ .“^②

”محرم کے لیے شرط ہے، کہ وہ بالغ عاقل ہو۔ (امام) احمد سے سوال کیا گیا: ”بچہ محرم ہو سکتا ہے؟“ انہوں نے فرمایا: ”نہیں، جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے، کیونکہ وہ تو اپنے معاملات خود سرانجام نہیں دے سکتا۔“
 خلاصہ گفتگو یہ ہے، کہ حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ کسی بھی خاتون پر

① ملاحظہ ہو: المغنی ۳۱/۵.

② المرجع السابق ۳۴/۵، نیز ملاحظہ ہو: کتاب بدائع الصنائع، ۱۲۴/۲.

عاقل بالغ محرم کے میسر آنے تک حج فرض نہیں ہوتا۔

۲: حالت حیض اور نفاس میں احرام باندھنا:

حج اور عمرے کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ حائضہ اور زچہ دونوں قسم کی خواتین حج اور عمرے کا احرام باندھ سکتی ہیں۔ توفیق الہی سے اس کے متعلق تین روایات پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان

کیا:

”نُفِسْتُ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ بِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
بِالشَّجَرَةِ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِأَمْرُهَا أَنْ
تَغْتَسِلَ وَتُهَلَّ. ①“

”اسماء بنت عمیس درخت کے نیچے ② محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما (کی ولادت)

سے زچگی میں ہوئیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، کہ

انہیں غسل کرنے اور لبیک پکارنے کا حکم دیں۔“

ایک دوسری روایت میں ہے: ”اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما نے نیچے کی ولادت کے

بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا: ”كَيْفَ أَصْنَعُ؟“ ”میں کیسے

کروں؟“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”اغْتَسِلِي، وَاسْتَنْفِرِي بِثَوْبٍ، وَأَحْرِمِي. ③“

”وغسل کرو، اور ایک کپڑے کا لنگوٹ کس لو اور احرام باندھ لو۔“

① صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۱۰۹۔ (۱۲۰۹)، ۲/۸۶۹۔

② بعض روایات میں ذوالخلیفہ ہے اور مراد یہ ہے، کہ ذوالخلیفہ میں ایک درخت کے نیچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

③ المرجع السابق، باب حجة النبي ﷺ، جزء من رقم الحدیث ۱۴۷۔ (۱۲۱۸)، ۲/۸۸۷۔

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

”ہم حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئیں، تو ہم نے عمرے کا احرام باندھا۔ میں مکہ آئی، تو حائضہ ہونے کی بنا پر نہ بیت (اللہ) کا طواف کیا اور نہ صفا و مروہ کی سعی کی۔ میں نے اس (صورتِ حال) کا نبی کریم ﷺ سے شکوہ کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”الْقُضِيُّ رَأْسُكَ، وَامْتَشِطِي، وَاهْلِي بِالْحَجِّ، وَدَعِي الْعُمْرَةَ.“^①

”اپنا سر کھول دو، کنگھی کرو اور عمرے کا احرام چھوڑ کر حج کا احرام باندھ لو۔“

ج: حضرات ائمہ احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”الْحَائِضُ وَالنَّفْسَاءُ إِذَا اتَّانَا عَلَى الْوَقْتِ تَغْتَسِلَانِ، وَتَحْرِمَانِ، وَتَقْضِيَانِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ.“^②

① متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب کیف تہل الحائض والنفساء، جزء من رقم الحدیث ۱۵۵۶، ۳/۴۱۵؛ وصحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الإحرام.....، جزء من رقم الحدیث ۱۱۵، (۱۲۱۱)، ۲/۸۷۲. الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

② المسند، رقم الحدیث ۳۴۳۵، ۵/۴۰۲؛ وسنن أبی داؤد، کتاب المناسک، رقم الحدیث ۱۷۴۱، ۵/۱۱۵؛ وجامع الترمذی، أبواب الحج، باب ما جاء ما تقضي الحائض من المناسک، رقم الحدیث ۹۵۲، ۴/۱۴. الفاظ حدیث سنن أبی داؤد کے ہیں۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] اور شیخ شعبیہ ارناؤط اور ان کے رفقاء نے [حسن لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبی داؤد ۱/۳۲۸؛ وھامش المسند ۵/۴۰۲).

”حائضہ اور زچہ میقات پہنچنے پر غسل کر کے احرام باندھیں اور بیت
(اللہ) کے طواف کے سوا سارے اعمال ادا کریں۔“

ان روایات کے حوالے سے چار باتیں:

۱: حیض اور نفاس عمرے اور حج کے احرام باندھنے کی راہ میں رکاوٹ نہیں۔ ائمہ
حدیث نے ان احادیث پر اپنے تحریر کردہ عنوانوں سے اس بات کو خوب اجاگر کیا
ہے۔ ذیل میں ان کے مرقومہ چند عنوانین ملاحظہ فرمائیے:

امام نووی نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[بَابُ إِحْرَامِ النُّفَسَاءِ، وَاسْتِحْبَابِ اغْتِسَالِهَا لِلِإِحْرَامِ،
وَكَذَا الْحَائِضِ] ❶

[زچہ اور اسی طرح حائضہ کے احرام اور احرام کے لیے غسل کے مستحب
ہونے کے متعلق باب]

امام ابوداؤد تحریر کرتے ہیں:

[بَابُ الْحَائِضِ تَهْلُ بِالْحَجِّ] ❷

[حائضہ کا حج کا تلبیہ پکارنے کے متعلق باب]

امام نسائی لکھتے ہیں:

[بَابُ إِهْلَالِ النُّفَسَاءِ] ❸

[زچہ کا تلبیہ پکارنے کے متعلق باب]

امام ابن ماجہ رقم طراز ہیں:

[بَابُ النُّفَسَاءِ وَالْحَائِضِ تَهْلُ بِالْحَجِّ] ❹

❶ سنن ابی داؤد ۱۱۵/۵

❷ صحیح مسلم ۸۶۹/۲

❸ سنن ابن ماجہ ۴۹۹/۸

❹ سنن النسائی ۱۶۴/۵

[نفاس اور حیض والی عورتوں کا حج کا تلبیہ پکارنے کے متعلق باب]

ب: حج اور عمرے کے ارادے کے وقت حیض اور نفاس والی خواتین غسل کر کے لنگوٹ کس کر احرام میں داخل ہو جائیں۔

ج: بیت اللہ کے طواف کے سوا دیگر تمام مناسک حج عام حج کرنے والے لوگوں کی طرح سرانجام دیں گی۔

د: اس بارے میں سعودی عرب کی دائمی مجلس برائے علمی تحقیقات و افتاء کا فتویٰ حسب ذیل ہے:

”الْحَيْضُ لَا يَمْنَعُ مِنَ الْحَجِّ، وَعَلَى مَنْ تَحْرِمُ، وَهِيَ حَائِضٌ أَنْ تَأْتِيَ بِأَعْمَالِ الْحَجِّ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ إِلَّا إِذَا انْقَطَعَ حَيْضُهَا وَاعْتَسَلَتْ، وَهَكَذَا النِّسَاءُ، فَإِذَا جَاءَتْ بِأَرْكَانِ الْحَجِّ فَحَجَّهَا صَحِيحٌ.“^①

”حیض حج کی راہ میں رکاوٹ نہیں، جو خاتون حالت حیض میں احرام باندھے، وہ حیض ختم ہونے اور غسل کرنے تک، بیت اللہ کے طواف کے سوا حج کے (تمام) اعمال سرانجام دے اور اسی طرح زچگی والی خاتون، جب اس نے حج کے ارکان ادا کر لیے، تو اس کا حج درست ہے۔“

۳: خاتون کے احرام کے لیے مخصوص لباس کا نہ ہونا:

مرد حضرات احرام میں داخل ہونے کے لیے ہر قسم کے سلعے ہوئے کپڑے اتار کر دو چادریں، ایک اوپر ایک نیچے، پہننے کے پابند ہیں۔ خواتین پر ایسی کوئی پابندی نہیں۔ وہ شلوار، قمیص اور دیگر ہر قسم کے خواتین والے کپڑے زیب و زینت کا اظہار

① فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء، الفتویٰ رقم (۶۸۷)، ۱۱/۱۷۲۔

کیے بغیر پہن سکتی ہیں۔ علمائے امت نے اس بات کو اچھی طرح واضح کیا ہے۔ توفیق الہی سے ذیل میں اس بارے میں تفصیل پیش کی جا رہی ہیں:

اسلے ہوئے کپڑے پہننے کی اجازت:

۱: امام ابن منذر رقم طراز ہیں:

”وَأَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ لِلْمَرْأَةِ تَبَسَ الْقُمُصِ،
وَالدَّرُوعِ، وَالسَّرَاوِيَلَاتِ، وَالْحُمْرِ، وَالْخِفَافِ.“^①

”اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے، کہ خاتون بڑی قمیصیں، چھوٹی قمیصیں، شلواریں، اوڑھنیاں اور موزے پہن سکتی ہے۔“

۲: علامہ ابو بکر کاسانی نے قلم بند کیا ہے:

”وَلَا بَأْسَ أَنْ تُغَطِّيَ الْمَرْأَةُ سَائِرَ جَسَدِهَا، وَهِيَ مُحْرِمَةٌ
بِمَا شَاءَتْ مِنَ الثِّيَابِ الْمُخِيْطَةِ وَعَمِيْرَهَا، وَأَنْ تَلْبَسَ
الْخَفِيْنَ غَيْرَ أَنَّهُ لَا تُغَطِّيَ وَجْهَهَا.“^②

”حالتِ احرام میں خاتون کے لیے، اپنے جسم کو سلے اور بن سلے، جیسے کپڑوں سے وہ چاہے، ڈھانپنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ (اسی طرح) موزے پہننے میں (بھی کوئی حرج نہیں)، البتہ وہ اپنے چہرے کو نہ ڈھانپے۔“^③

۳: شیخ ابن باز لکھتے ہیں:

”عورت بے پردگی اور مردوں سے لباس میں مشابہت کے بغیر جن کپڑوں میں چاہے، احرام باندھے۔“^④

② بدائع الصنائع ۲/۱۸۶.

① منقول از: المغنی ۵/۱۵۷.

③ چہرے کے ڈھانپنے کے متعلق ص ۳۲۹ ملاحظہ فرمائیے۔

④ فتاویٰ الشیخ ابن باز ۱۷/۵۹-۶۰.

ب: سلعے ہوئے کپڑے پہننے کی حکمت:

ا: علامہ ابوبکر کاسانی تحریر کرتے ہیں:

”أَمَّا سَتْرُ سَائِرِ بَدَنِهَا فَلِأَنَّ بَدَنَهَا عَوْرَةٌ، وَسَتْرُ الْعَوْرَةِ بِمَا لَيْسَ بِمَخِيضٍ مُتَعَدِّرٌ، فَدَعَتِ الضَّرُورَةَ إِلَى لَبْسِ الْمَخِيضِ.“^①

”جہاں تک سارا بدن ڈھانپنے کا تعلق ہے، تو یہ اس وجہ سے، کہ اس کا جسم عورت (یعنی چھپانے اور پردے میں رکھنے کی چیز) ہے اور بن سلعے کپڑے سے ڈھکنا مشکل ہے۔ لہذا ضرورت تھی، کہ وہ سلعے ہوئے کپڑے پہنے۔“

ب: شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

”وَأَمَّا الْمَرْأَةُ فَإِنَّهَا عَوْرَةٌ، فَلِذَلِكَ جَازَ لَهَا أَنْ تَلْبَسَ الثِّيَابَ الَّتِي تَسْتُرُ بِهَا.“^②

[خاتون چونکہ چھپانے کی چیز ہے، اس لیے اسے ایسے کپڑے پہننے کی اجازت ہے، جس سے وہ ستر پوشی کر سکے۔]

تنبیہات:

ا: احرام والی خاتون غیر محرم مردوں کے سامنے آنے کی صورت میں اپنا چہرہ ڈھانپ لے گی۔ ذیل میں اس بارے میں دو دلیلیں ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے بیان کیا:

”ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں تھیں۔ ہمارے پاس

① بدائع الصنائع ۱/۲۶۶۔

② أحكام مناسك الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي ص ۸۸۔

سے سوار گزرتے، تو ہم میں سے ایک اپنی جلباب کو اپنے سر سے چہرے پر ڈال لیتی۔ جب وہ ہمارے پاس سے گزر جاتے تو ہم اسے (چہرے سے) ہٹا دیتیں۔“ ❶

۲: امام حاکم نے سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انھوں نے بیان کیا:

”ہم اپنے چہروں کو مردوں سے ڈھانپنا کرتی تھیں اور ہم احرام سے پہلے کنگھی کیا کرتی تھیں۔“ ❷

دونوں روایتوں کے متعلق دو باتیں:

۱: امام ابوداؤد نے پہلی حدیث پر درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[بَابُ فِي الْمُحْرِمَةِ تَغْطِي وَجْهَهَا] ❸

[احرام والی خاتون کا چہرے کو ڈھانپنے کے بارے میں باب]

امام ابن ماجہ کا اسی حدیث پر تحریر کردہ عنوان حسب ذیل ہے:

[بَابُ الْمُحْرِمَةِ تُسَدِّلُ الثَّوْبَ عَلَى وَجْهَهَا] ❹

[احرام والی خاتون کا اپنے چہرے پر کپڑا ڈالنے کے متعلق باب]

❶ سنن أبي داود، كتاب المناسك، رقم الحديث ۱۸۳۰، ۲۰۱/۵ و سنن ابن ماجه، كتاب

مناسك الحج، رقم الحديث ۲۹۳۵، ۵۴۳/۸ (المطبوع مع إنحاز الحاجة). الفاظ حدیث سنن ابی داؤد کے ہیں۔ شیخ زہیر شاولیش اور شیخ شعیب ارنؤوط نے اس کی [سند کو حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش السنة ۲۴۰/۷) نیز ملاحظہ ہو: إنحاز الحاجة ۵۴۵/۸.

❷ المستدرک علی الصحیحین، کتاب المناسک، ۵۴۴/۱. امام حاکم نے اسے [بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح] کہا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۵۴۴/۱؛ والتلخیص ۴۵۴/۱) نیز ملاحظہ ہو: إنحاز الحاجة ۵۴۵/۸.

❸ سنن أبي داود ۲۰۱/۵. ❹ سنن ابن ماجه ۵۴۳/۸.

۲: سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز لکھتے ہیں:

خاتون پر طواف، سعی اور ان تمام حالات میں، جن میں مردوں اور خواتین کا اختلاط ہو، پردہ کرنا اور زینت کا ترک کرنا واجب ہے۔ خاتون کا چہرہ اس کی زینت کو سب سے زیادہ ظاہر کرتا ہے، کیونکہ وہ اس کے حسن و جمال کا مرکز ہوتا ہے، لہذا اس کے لیے اپنے محارم کے سوا کسی کے لیے چہرے کو ظاہر کرنا جائز نہیں۔ اگر حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت کوئی اجنبی مرد دیکھ رہا ہو، تو اس کے لیے چہرے کو کھولنا جائز نہیں۔^①

ب: خواتین کے احرام کے لباس میں کسی رنگ کی کوئی پابندی نہیں۔ شیخ ابن باز تحریر کرتے ہیں: عورت کے لیے جائز ہے، کہ کالا یا سبز یا کسی اور رنگ کا کپڑا احرام میں استعمال کرے۔ عورت کے احرام کے لیے سبز رنگ کو خاص کرنا بے اصل بات ہے۔^②

ج: خواتین احرام کے لباس میں، اور عام حالات میں بھی، مردوں کے لباس سے مشابہت نہ کریں، کیونکہ ایسا کرنے والی عورتوں پر نبی کریم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔^③

۳: باجماعت فرض نماز کے وقت خواتین کا طواف کرنا:

فرض نماز کی اقامت کے بعد مردوں کو طواف کی اجازت نہیں۔ وہ نماز باجماعت میں شریک ہونے کے پابند ہیں۔ خواتین پر ایسی کوئی پابندی نہیں۔ وہ نماز ادا کرنے والے مرد حضرات کے پیچھے سے طواف کر سکتی ہیں۔

امام بخاری نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں فرمایا اور آپ ﷺ نکلنے کا ارادہ فرما چکے تھے اور اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا روانگی کا ارادہ کر چکی تھیں، لیکن انہوں نے بیت (اللہ) کا (تب

① ملاحظہ ہو: التحقیق والإيضاح (المطبوع مع شرحه الإيضاح) ص ۱۶۵-۱۶۶.

② ملاحظہ ہو: حج و عمرہ اور زیارت ص ۳۳۔ ③ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ص ۳۳.

تک) طواف نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:
 ”إِذَا أُقِيمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ فَطُوفِي عَلَيَّ بِعَيْرِكَ وَالنَّاسُ
 يُصَلُّونَ.“

”جب نماز صبح کھڑی ہو جائے اور لوگ نماز پڑھنے میں مشغول ہو جائیں،
 تو تم اپنی اونٹنی پر طواف کر لینا۔“

”فَفَعَلْتَ ذَلِكَ، فَلَمْ تُصَلِّ حَتَّى خَرَجْتَ.“^①
 ”انہوں نے ایسے ہی کیا اور باہر نکلنے تک (طواف کی) نماز نہیں پڑھی۔“

ایک دوسری روایت میں ہے:

”قَالَتْ: فَطُفْتُ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَئِذٍ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ
 الْبَيْتِ، وَهُوَ يَقْرَأُ بِـ ﴿الطُّورِ وَكِتَابِ مَسْطُورٍ﴾.“^②
 انہوں نے کہا: ”پس میں نے طواف کیا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ
 بیت (اللہ) کے پہلو میں نماز میں ﴿الطُّورِ وَكِتَابِ مَسْطُورٍ﴾ کی
 قرأت کر رہے تھے۔“

تنبیہ:..... اس حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت اُمّ
 سلمہ رضی اللہ عنہا کو نماز فجر کی جماعت کے وقت لوگوں کے پیچھے سے طواف کرنے کے
 بارے میں ارشاد فرمایا اور انہوں نے ایسے ہی کیا۔

① صحیح البخاری، کتاب الحج، باب من صلی رکعتی الطواف خارجاً من المسجد، رقم
 الحدیث ۱۶۲۶، ۳/۴۸۶۔

② متفق علیہ: المرجع السابق، باب المریض یطوف راکباً، جزء من رقم الحدیث ۱۶۲۳،
 ۳/۴۹۰؛ و صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز الطواف علی بعیر وغیرہ، جزء من
 رقم الحدیث ۲۵۸- (۱۲۷۶)، ۲/۹۷۲۔ الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

۵: بوجہ حیض عمرہ نہ کرنے والی خاتون کا صرف حج سے حج و عمرہ ہو جانا:

۶: ایسی خاتون کو بعد از حج حدودِ حرم سے نکل کر عمرہ کی اجازت:

عمرے کے احرام میں آنے والی خاتون ماہِ ہواری شروع ہونے کی بنا پر عمرہ نہ کر سکے اور اس کے پاک ہونے سے پیشتر ایامِ حج کا آغاز ہو جائے، تو وہ عمرے کی بجائے حج کے احرام میں منتقل ہو کر حج کے اعمال ادا کرے۔ اس طرح وہ صرف مناسکِ حج ادا کر کے حج و عمرہ کرنے والی قرار پائے گی۔

علاوہ ازیں اس کے لیے ایک دوسری آسانی یہ ہے، کہ اگر وہ چاہے، تو حج سے فارغ ہو کر حدودِ حرم سے باہر جا کر عمرے کا احرام باندھ کر عمرہ کر لے۔

ان دونوں باتوں کی وضاحت کے لیے درج ذیل دو روایتیں ملاحظہ فرمائیے:

۱: امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے عمرے کا احرام باندھا۔ وہ (مکہ مکرمہ) آئیں، تو طواف کرنے سے پیشتر حائضہ ہو گئیں۔ انہوں نے حج کا احرام باندھ کر (حج کے) تمام اعمال کیے، تو نبی کریم ﷺ نے ان سے (منیٰ سے) روانگی کے دن فرمایا:

”يَسْأَلُكَ طَوَافُكَ لِحَجَّتِكَ وَعُمْرَتِكَ.“^①

”تمہارا طواف حج اور عمرہ دونوں کے لیے کافی ہو جائے گا۔“

وہ اس (کفایت پر) راضی نہ ہوئیں، تو آنحضرت ﷺ نے انہیں (ان کے بھائی) عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تعہیم بھیجا، تو (اس طرح) انہوں نے

① ایک دوسری روایت میں ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”يُحْزِيءُ عَنْكَ طَوَافُكَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَنْ حَجَّتِكَ وَعُمْرَتِكَ.“ [تمہاری صفا و مروہ کی سعی تمہارے حج اور عمرے کے لیے کافی ہے۔] (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب وجوه الإحرام، جزء من رقم الحديث ۱۳۳- (۱۲۱۱) / ۲۰ / ۸۸۰)۔

(تعمیم سے احرام باندھ کر) عمرہ کیا۔“^①

ب: امام مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث میں ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ”ہم نے یوم الترویہ (یعنی آٹھ ذوالحجہ) کو تلبیہ پکارنا شروع کیا، رسول اللہ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، تو وہ رو رہی تھیں۔ آحضرت ﷺ نے فرمایا:

”مَا سَأَلْتُ؟“

”تجھے کیا ہوا ہے؟“

انہوں نے عرض کیا:

”میں تو حائضہ ہو چکی ہوں۔ لوگ (عمرے سے) فارغ ہو چکے ہیں، میں نے تو ابھی تک احرام نہیں کھولا۔ میں نے تو (ابھی تک) بیت اللہ کا طواف بھی نہیں کیا اور لوگ اب حج کے لیے روانہ ہو رہے ہیں۔“

آحضرت ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ هَذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ ۖ فَاعْتَسِلِي، ثُمَّ أَهْلِي بِالْحَجِّ.“

”بے شک یہ بات (یعنی ماہواری) اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں پر لکھی ہے، تم غسل کرو اور حج کا احرام باندھ لو۔“

انہوں نے (ایسے ہی) کیا اور مواقف (حج) میں وقوف کیا،^② یہاں تک کہ جب وہ پاک ہوئیں، تو انہوں نے کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کی۔ پھر آحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا:

① المرجع السابق، رقم الحدیث ۱۳۲- (۱۲۱۱)، ۲/۸۷۹.

② یعنی عرفات، مزدلفہ اور منیٰ جہاں جہاں حج کرنے والے ٹھہرتے ہیں، وہ بھی ٹھہریں۔

”قَدْ حَلَلْتِ مِنْ حَجَلْتِ وَعُمَرْتِ لِي.“

”بے شک تم اپنے حج اور عمرے سے فارغ ہو چکی ہو۔“

انہوں نے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَجِدُ فِي نَفْسِي أَنِّي لَمْ أَطْفُ بِالْبَيْتِ حَتَّى حَجَجْتُ.“

”یا رسول اللہ ﷺ! بے شک میرے دل میں یہ خلش ہے، کہ میں نے

حج سے پہلے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”فَاذْهَبِي بِهَا يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ! فَأَعْمُرْهَا مِنَ التَّنْعِيمِ.“

”اے عبد الرحمن۔ فریاد۔ انہیں لے جاؤ اور تنعم سے (احرام بندھوا کر)

عمرہ کروادو۔“

یہ معاملہ محصب کی شب ① کو ہوا۔ ②

دونوں روایتوں کے حوالے سے دو باتیں:

۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ماہواری کی بنا پر احرام کے باوجود جب عمرہ ادا نہ کر سکیں،

تو آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق انہوں نے اپنے عمرے کو حج کے احرام میں

بدلا اور صرف مناسک حج ادا کیے، جو کہ انہیں حج و عمرہ دونوں سے کفایت کر گئے۔

ب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خواہش پر، آنحضرت ﷺ نے حج کے بعد

تنعم سے مستقل عمرہ کرنے کی انہیں اجازت دی۔

① یعنی جس رات آنحضرت ﷺ منیٰ سے تیرہ تاریخ کو واپس آ کر رواگی کے لیے محصب کے مقام پر

نظرے تھے۔ (ملاحظہ ہو: شرح النووي ۸/۱۵۸)۔

② صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الإحرام، جزء من رقم الحدیث ۱۳۶۔

۸۸۱/۲، (۱۲۱۳)

خلاصہ گفتگو یہ ہے، کہ حج سے پہلے، حیض کے سبب احرام کے باوجود عمرہ نہ کر سکنے والی خاتون، صرف مناسک حج ادا کر کے حج و عمرہ ادا کرنے والی قرار پاتی ہے۔ علاوہ ازیں اسے حدودِ حرم سے نکل کر احرامِ عمرہ باندھ کر مزید ایک عمرہ کرنے کی بھی اجازت ہے۔

تنبیہ: عام لوگوں کے لیے حج کے بعد حدودِ حرم سے نکل کر احرام باندھ کر عمرہ کرنا ثابت نہیں۔ آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ نے حجۃ الوداع میں اس طرح عمرہ نہیں کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ جانے والے ان کے بھائی عبدالرحمن رضی اللہ عنہما کا عمرہ کرنا بھی ثابت نہیں۔ ایسا عمرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایسے عذر والی خاتون ہی کر سکتی ہے۔ اس کے متعلق ذیل میں بعض علمائے امت کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

امام طاووس نے فرمایا:

الَّذِينَ يَعْتَمِرُونَ مِنَ التَّنَعِيمِ ، مَا أَدْرِي يُوجِرُونَ عَلَيْهَا أَمْ
يُعَدُّبُونَ؟“

”تنعيم سے عمرہ کرنے والوں کے متعلق مجھے خبر نہیں، کہ انہیں اس کا
ثواب ملے گا یا وہ عذاب دیے جائیں گے۔“

ان سے کہا گیا:

”فَلِمَ يُعَدُّبُونَ؟“

”انہیں عذاب کیوں دیا جائے گا۔“

انہوں نے فرمایا:

”لَآنَّهُ يَدْعُ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ ، وَيَخْرُجُ إِلَى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ
وَيَجِيءُ ، وَإِلَى أَنْ يَجِيءَ مِنْ أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ فَقَدْ طَافَ مَا تَتَى
طَوَافٍ ، وَكَلَّمَا طَافَ بِالْبَيْتِ كَانَ أَفْضَلَ مِنْ أَنْ يَمْشِيَ فِي

عَبْرَ شَيْءٍ ۱۰

”کیونکہ وہ بیت (اللہ) کا طواف چھوڑ کر چار میل دور جاتا ہے اور (پھر) وہاں سے آتا ہے اور چار میل سے آنے تک وہ دوسو مرتبہ طواف کر سکتا تھا اور بیت (اللہ) کا طواف کسی بھی دوسری چیز کے لیے چلنے سے افضل ہے۔“

۲: شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے قلم بند کیا ہے:

”وَالْأَكْثَارُ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ مِنَ الْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ، فَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ أَنْ يَخْرُجَ الرَّجُلُ مِنَ الْحَرَمِ وَيَأْتِيَ بِعُمْرَةٍ مَكِّيَّةٍ، فَإِنَّ هَذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ أَعْمَالِ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، وَلَا رَغَبَ فِيهِ النَّبِيُّ ﷺ لِأُمَّتِهِ، بَلْ كَرِهَهُ السَّلْفُ ۱۱

”بیت (اللہ) کے زیادہ طواف کرنا اعمال صالحہ سے ہے اور وہ (حدود) حرم سے نکل کر واپس آ کر عمرہ مکہ کرنے سے افضل ہے، کیونکہ ایسا (یعنی) عمرہ مکہ) کرنا مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین کے اعمال میں سے نہیں تھا اور نہ ہی نبی کریم ﷺ نے امت کو اس کے کرنے کی ترغیب دی، بلکہ سلف (صالحین) کے نزدیک یہ مکروہ تھا۔“

۳: امام ابن قیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمرے کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

”عمرہ مکہ کی اساس یہی ہے۔ اسے مستحب کہنے والوں کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی دلیل نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھ حج

۱ منقول از المغنی ۱۷/۵.

۲ أحكام مناسك الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي ص ۲۰۴.

کرنے والوں میں سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی ایک نے بھی مکہ سے باہر نکل کر واپس آ کر عمرہ نہیں کیا۔ عمرہ مکہ والوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے قصے ہی سے استدلال کیا ہے، لیکن اس میں ان کے لیے کوئی دلیل نہیں۔^①

④: شیخ ابن باز سابق مفتی اعظم سعودی عرب بیان کرتے ہیں:

جو لوگ حج کے بعد تعصیم یا جعرانہ وغیرہ سے بکثرت عمرہ کرتے ہیں، تو اس کی مشروعیت کی کوئی دلیل نہیں۔ رہا تنعیم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمرہ کرنا، تو وہ محض اس سبب سے تھا، کہ وہ جب مکہ تشریف لائیں، تو اپنے ایام ماہواری کی بنا پر وہ عمرہ نہ کر سکیں تھیں، اس لیے انہوں نے اپنے اس عمرہ کے عوض، جس کے لیے وہ میقات سے احرام باندھ کر آئیں تھیں، رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی، تو آنحضرت ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دے دی، اس طرح ان کے دو عمرے ہو گئے، پہلا عمرہ تو ان کے حج کے ساتھ اور یہ ایک الگ عمرہ۔

لہذا جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسا عذر پیش ہو، اس کے لیے اجازت ہے، کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد عمرہ کرے۔

بلاشبہ حج کے بعد حجاج کا اس نئے عمرے کے لیے مشغول ہونا سب کے لیے تکلیف کا باعث ہے، جس سے بھیڑ میں اضافہ ہوتا ہے اور حادثات بھی ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی مخالفت بھی ہوتی ہے۔ واللہ الموفق۔^②

ے: بوقتِ ضرورت حائضہ کا طوافِ افاضہ کرنا:

متعدد احادیث میں یہ بات واضح طور پر بیان کی گئی ہے، کہ ماہواری والی خاتون

① زاد المعاد ۲/۱۷۵.

② حج و عمرہ اور زیارت از شیخ ابن باز (اردو ترجمہ) ص ۳۳-۳۴ باختصار۔

بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ ❶ اسی لیے اگر ایسی خاتون نے طوافِ افاضہ نہ کیا ہو، تو وہ مکہ مکرمہ ہی میں رکے۔ پاک ہونے پر طوافِ افاضہ کر کے اپنے سفر پر روانہ ہو۔ ❷

اگر ایسی خاتون کا مکہ مکرمہ میں ٹھہرنا ممکن نہ ہو، تو وہ کیا کرے؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید امام ابن قیم نے اس سوال کا تفصیلی جواب دیا ہے۔ اس بارے میں امام ابن قیم کی گفتگو کا خلاصہ توفیق الہی سے ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

امام ابن قیم لکھتے ہیں:

ایسی خاتون کے پیش آمدہ مسئلہ کے حل کی درج ذیل آٹھ شکلیں تصور کی جاسکتی ہیں:

۱: وہ پاک ہونے تک مکہ مکرمہ ہی میں ٹھہرے۔

تبصرہ: جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، کہ اپنے حالات کی وجہ سے ایسا کرنا اس کے لیے محال ہے۔

۲: طوافِ افاضہ اس سے ساقط ہو جائے۔ وہ اس کے کیے بغیر سفر کر جائے اور اس کا حج درست سمجھا جائے۔

❶ ان احادیث میں سے دو درج ذیل ہیں:

۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث میں ہے: ”حیض اور نفاس والی عورتیں طواف کے علاوہ حج کے تمام اعمال کریں۔“ حدیث کی تفصیل اور تخریج اس کتاب کے ص ۳۲۲ میں ملاحظہ فرمائیے۔

ب: آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالت احرام میں مخصوص ایام شروع ہونے پر فرمایا: ”مُحَلِّسٌ لَكُمْ بَيْتَ اللَّهِ (اللہ) کے طواف کے سوا، جو کام حج کرنے والے کرتے ہیں، تم بھی کرو۔“ (ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الاحرام،، ۸۷۳/۲)۔

❷ اس کے دلائل میں سے ایک یہ ہے، کہ اُمّ المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے حیض کی خبر سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”کیا وہ ہمیں (سفر سے) روکیں گی؟“ آنحضرت ﷺ نے سمجھا تھا، کہ انہوں نے ماہواری کے آغاز سے قبل طوافِ افاضہ نہیں کیا تھا، لیکن جب ان کے پہلے سے طواف کرنے کی اطلاع ملی، تو آپ ﷺ نے ان کے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ (ملاحظہ ہو: اس کتاب کا ص ۳۶۵)

تبصرہ: طوافِ افاضہ حج کا رکنِ اعظم ہے۔ اس کے بغیر حج کو کیسے درست قرار دیا جاسکتا ہے؟ مزید برآں کسی عالم نے یہ بات نہیں کہی۔

۳: مخصوص ایام کے آغاز سے پیشتر طہارت کے دنوں میں قبل از وقت طوافِ افاضہ کر لے۔

تبصرہ: یہ بات امت کے کسی عالم سے ثابت نہیں۔ علاوہ ازیں یہ تو ایسے ہی ہے، کہ نوذوالحجہ سے پہلے کسی دن [وقوفِ عرفات] کر لیا جائے۔

۳: ایامِ حج میں حیض کے آنے کے امکان تک فریضہ حج ساقط رہے۔

تبصرہ: اس طرح عورتوں کی کثیر تعداد، بلکہ اکثریت سے فریضہ حج ساقط ہو جائے گا اور یہ باطل ہے، کیونکہ بعض شرائط اور کچھ ارکان کی تکمیل سے عاجز آنے کی صورت میں عبادات ساقط نہیں ہوتیں۔ ایسے حالات میں درست بات یہ ہے، کہ جس کی استطاعت ہو، وہ کر لیا جائے اور جو کچھ بساط سے باہر ہو، اسے چھوڑ دیا جائے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾^①

[اپنی استطاعت کے بقدر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔]

اور ارشادِ نبوی ﷺ:

”إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأَتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ.....الحديث.“^②

”جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں، تو بقدر استطاعت اس کی تعمیل

کرو.....الحديث۔

نماز کے متعلق بھی معاملہ یہی ہے، کہ اس کے جن ارکان اور شرائط کے پورا

① سورة التغابن / جزء من الآية ۱۶.

② ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب توفیرہ ﷺ..... ۴/۱۸۳۰.

کرنے سے بندہ عاجز ہو، وہ انہیں چھوڑ کر باقی ادا کرے۔

۵: ایسی خاتون واپس چلی جائے، البتہ احرام کی پابندیوں کا احترام جاری رکھے۔ جب بھی ممکن ہو، مکہ مکرمہ آ کر طوافِ افاضہ کر کے احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جائے۔

واپس آنے پر طوافِ افاضہ سے پہلے ماہواری کے آغاز کی صورت میں پاک ہونے تک مکہ مکرمہ ہی میں رکے اور نہ رک سکنے کی صورت میں چلی جائے، پھر واپس آئے، یہاں تک کہ طہارت کی حالت میں طوافِ افاضہ کرے۔

تبصرہ: اس صورت کی شریعت اسلامیہ کی رحمت و شفقت اور آسانی کے ساتھ کچھ میل نہیں۔

۶: ایسی خاتون [محصر] [یعنی حج سے رد کے گئے شخص] کی طرح حج کی پابندیوں سے آزاد ہو کر واپس چلی جائے، البتہ حج اس کے ذمے فرض رہے گا۔ جب استطاعت ہو، تو دوبارہ حج کے لیے آئے۔ اگر دوسری دفعہ آنے پر یہی صورت نمودار ہو، تو پھر مذکورہ بالا طرز عمل اختیار کرے۔

تبصرہ: ایسی خاتون کا [محصر] پر قیاس کرنا درست نہیں، کیونکہ اسے تو بیت اللہ تک پہنچنے سے روکا جاتا ہے اور یہ خاتون تو اس کے پڑوس میں موجود ہے۔ مزید برآں دونوں کا عذر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ محصر کا عذر حج کو ساقط کرتا ہے، لیکن اس کا عذر تو ساقط نہیں کرتا۔ علاوہ ازیں خاتون کے دوسری دفعہ حج کے لیے آنے کی شکل میں بھی طوافِ افاضہ سے پہلے ماہواری کے آغاز کا اندیشہ باقی رہتا ہے۔

۷: ایسی خاتون حیض کے خدشہ کی بنا پر، معذور شخص کی طرح، کسی کوچ میں اپنا نایب مقرر کرے۔

تبصرہ: دونوں کا عذر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ بیمار اور لاغر شخص تو شفا یابی سے مایوسی کی صورت میں نائب مقرر کرتا ہے، لیکن حائضہ کا عذر تو ختم ہونے والا ہے۔ علاوہ ازیں اس قول کے کہنے والا کوئی نہیں۔

۸: ایسی خاتون حج کے جن اعمال کی استطاعت رکھے، انہیں سرانجام دے اور جن شرائط اور واجبات کی اسے استطاعت نہ ہو، وہ اس سے ساقط ہو جائیں گے۔ اس صورت کے مطابق ایسی خاتون حرم شریف میں آ کر طوافِ افاضہ کرے اور اپنے وطن کی جانب سفر کے لیے روانہ ہو جائے۔

تبصرہ: اس میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے، کہ عدم استطاعت کی وجہ سے واجب یا شرط کو ترک کیا گیا ہے، لیکن استطاعت نہ ہونے کی صورت میں (عام حالات میں واجب) شریعت میں واجب نہیں رہتا اور ضرورت کے وقت حرمت کا حکم باقی نہیں رہتا۔

آٹھویں صورت پر اعتراضات اور ان کے جوابات:

امام ابن قیم نے آٹھویں شکل کے متعلق متعدد اعتراضات ذکر کر کے ان کے خود ہی جوابات تحریر کیے ہیں۔ ذیل میں ان کی اس حوالے سے گفتگو کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے:

پہلا اعتراض: ایسی صورت میں حائضہ مسجد میں داخل ہوگی، حالانکہ اس کا مسجد میں داخلہ جائز نہیں۔

جوابات:

۱: ضرورت کے وقت اسے مسجد میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔ پیش آمدہ شکل میں وہ ضرورت کی بنا پر ہی تو مسجد میں داخل ہو رہی ہے۔

- ۲: حیض کے خون سے مسجد میں گندگی کا خدشہ استحاضہ ❶ کے خون کی وجہ سے نجاست کے اندیشے کی مانند ہے۔ جس طرح استحاضہ والی خاتون نگوٹ کس کر اس اندیشے کو ختم کرتی ہے، اسی طرح حیض والی خاتون کرے گی۔
- ۳: حائضہ کو جنبی کی طرح مسجد میں داخلے سے روکا گیا ہے۔ بوقتِ ضرورت جیسے جنبی کو مسجد میں داخلہ کی اجازت ہے، اسی طرح حائضہ کو بھی ہوگی۔
- دوسرا اعتراض: ایسی خاتون حالتِ حیض میں طواف کرے گی اور طواف تو نماز کی مانند ہے۔

جواب: بلاشک و شبہ طواف میں طہارت اور ستر پوشی واجب ہیں۔ نماز میں ان دونوں کا وجود اور زیادہ ہے اور نماز میں ان دونوں میں سے کسی ایک کی عدم موجودگی میں نماز باطل ہے۔ لیکن جب بوقتِ ضرورت برہنہ حالت میں نماز اور طواف دونوں درست ہیں، تو حیض کی حالت میں بوقتِ ضرورت طواف کرنا بطریق اولیٰ صحیح ہوگا۔

تیسرا اعتراض: اگر حالتِ حیض میں طوافِ افاضہ درست ہے، تو اسی حالت میں نماز اور روزے کی بھی اجازت ہونی چاہیے۔

جواب: نماز اور روزے کا معاملہ پیش آمدہ صورت میں طوافِ افاضہ سے جدا ہے۔ حالتِ حیض میں جب نماز سرے سے فرض ہی نہیں ہوتی، تو اسے ادا کرنے کی اجازت کیونکر دی جائے گی؟

ایامِ ماہواری میں چھوڑے ہوئے روزے دوسرے دنوں میں رکھنے کا تبادلہ بند و بست موجود ہے، لیکن پیش آمدہ صورت میں تو خاتون کے لیے دوسرے دنوں میں طواف کرنا ممکن ہی نہیں۔

❶ حیض کے علاوہ بیماری کی بنا پر خاتون کا خون جاری رہنا۔

چوتھا اعتراض: طواف نماز کی مانند ہے، لہذا اس کے لیے نماز کی طرح طہارت شرط ہونی چاہیے۔

جواب: طواف کے لیے طہارت شرط ہونے کے متعلق نہ کوئی نص ہے اور نہ ہی اجماع۔ متقدمین اور متاخرین میں اس بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اسے شرط نہیں سمجھتے۔ امام احمد سے بھی ایک روایت ایسے ہی ہے۔ علاوہ ازیں طواف اور نماز میں اختلاف کی وجہ اتفاق والی باتوں سے زیادہ ہیں۔ نماز کے برعکس طواف میں گفتگو، کھانے پینے اور عمل کثیر کی اجازت ہے۔ اس میں تحریم و تحلیل^①، رکوع و سجود، قرأت و تشهد اور وجوب جماعت نہیں۔

دونوں میں وجہ اتحاد یہ ہے، کہ دونوں طاعت اور قربت^② ہیں اور ان دونوں کا تعلق بیت اللہ سے ہے، لیکن اس اتفاق کی وجہ سے دونوں کا حکم ایک جیسا نہیں۔ پانچواں اعتراض: حالت حیض میں طواف افاضہ کرنے والی خاتون طواف کی دو رکعتیں کیسے ادا کرے گی؟

جواب: طواف کی دو رکعتوں کے وجوب کے متعلق نزاع ہے۔ اگر انہیں واجب بھی سمجھا جائے، تو ان کا طواف کے فوراً بعد پڑھنا ضروری نہیں۔ ایسی خاتون طہارت کے بعد انہیں ادا کرے گی۔^③

① (تحریم) سے مراد (اللہ اکبر) کہہ کر نماز کی مقرر کردہ پابندیوں کے خود پر لازم کرنے کا آغاز کرنا ہے اور (تحلیل) سے مراد نماز کے اختتام پر (السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) کہہ کر ان پابندیوں سے آزاد ہونا ہے۔

② یعنی ان دونوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔

③ طواف کی دو رکعتوں کے ادا کرنے کے لیے جگہ کی بھی پابندی نہیں۔ مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے ادا کرنا مستحب ہے، لیکن حرم شریف کے اندر اور باہر دیگر جگہوں پر ادا کرنا بھی درست ہے۔ (ملاحظہ ہو: اس کتاب کا ص ۱۹)۔

چھٹا اعتراض: حالتِ حیض میں طواف کرنا اگر درست ہوتا، تو حائضہ کو طوافِ قدم اور طوافِ وداع کا حکم دیا جاتا۔ ان دونوں کا حالتِ حیض میں سقوط اس حالت میں طواف کے ممکن نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

جواب: حالتِ حیض میں طواف کرنا یقیناً ممنوع ہے اور ممنوعہ کاموں کی اجازت صرف بوقتِ ضرورت ہوتی ہے۔ طوافِ قدم اور طوافِ وداع دونوں حج کے رکن نہیں۔ ان کے بغیر حج ہو سکتا ہے، لہذا ان دونوں کے لیے حالتِ حیض میں طواف کی اجازت دینے کی ضرورت ہی نہیں۔ طوافِ افاضہ حج کا رکن ہے۔ اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ پیش آمدہ صورت میں خاتون کے لیے حالتِ طہارت میں یہ طواف کرنا ممکن نہیں، اس لیے بوجہ ضرورت حالتِ حیض میں طواف کی اجازت دی گئی۔^①

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن باز لکھتے ہیں، کہ اگر مخصوص ایام والی خاتون نے طوافِ افاضہ نہ کیا ہو اور مکہ مکرمہ میں اس کا ٹھہرنا بھی ممکن نہ ہو، تو وہ چلی جائے، لیکن پاک ہونے کے بعد مکہ مکرمہ واپس آ کر طوافِ افاضہ کرے۔ اس طواف کے کرنے تک اسے ازدواجی تعلقات کی اجازت نہ ہوگی۔ اگر اس کے لیے مکہ مکرمہ واپس آنا ممکن نہ ہو یا اسے خدشہ ہو، کہ وہ واپس نہ آسکے گی، تو ایسی حالت میں صحیح بات یہ ہے کہ، وہ اچھی طرح نیچے کپڑا باندھ کر طواف کر لے۔ اہل علم کے ایک گروہ نے اس بات کی اجازت دی ہے اور ان میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

① ملاحظہ ہو: إعلام الموقعین ۳/۲۵-۴۱۔ نیز ملاحظہ ہو: مجموع فتاویٰ شیخ الإسلام ابن تیمیہ

۸: حائضہ سے طوافِ وداع کا سقوط:

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں خود طوافِ وداع کیا ۱ اور اپنے ہمراہ حج کرنے والوں کو طوافِ وداع کیے بغیر واپس جانے سے منع فرمایا ۲، لیکن روانگی کے موقع پر ماہواری والی عورت کو اس کے بغیر ہی جانے کی رعایت دے دی۔ توفیقِ الہی سے اس کے متعلق ذیل میں تین احادیث پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ

انہوں نے بیان کیا:

”صفیہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو (طواف) افاضہ کے بعد ماہواری آئی۔“

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

”میں نے ان کے حیض کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے زور پر کیا، تو رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا:

”أَحَابِسْتُنَا هِيَ؟“

”کیا وہ ہمیں (سفر سے) روکیں گی؟“

انہوں نے بیان کیا: ”میں نے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ

① ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب طواف الوداع، رقم الحدیث ۱۷۵۶،

۵۸۵/۳ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباری ۳/۵۹۰-۵۹۱.

② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگ ادھر ادھر ہی سے لوٹ جاتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لَا يَسْفِرُونَ أَحَدَكُمْ حَتَّى يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ“. ”کوئی شخص کوچ نہ کرے، یہاں تک کہ اس

کا آخری وقت بیت اللہ کے ساتھ نہ ہو۔“ (یعنی طوافِ وداع کیے بغیر نہ جائے)۔ (صحیح مسلم،

کتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع.....، رقم الحدیث ۳۷۹- (۱۳۲۷)، ۲/۹۶۳).

حَاضَتْ بَعْدَ الْإِقَاضَةِ .“

”یا رسول اللہ ﷺ! وہ طوافِ افاضہ کرنے کے بعد حائضہ ہوئی ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”فَلْتَنْفِرْ.“^①

”تو پس وہ کوچ کریں۔“

صحیح البخاری میں ہے:

”فَلَا إِذَا.“^②

”پھر کوئی فکر نہیں۔“

ب: امام مسلم نے طاوس سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ”میں

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا، کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

”تُفْتِي أَنْ تَصُدَّرَ الْحَائِضُ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ آخِرَ عَهْدِهَا

بِالْبَيْتِ .“

”آپ حائضہ عورت کے طوافِ وداع کیے بغیر روانہ ہونے کا فتویٰ دے

رہے ہیں؟“

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا:

”إِمَّا لَا ، فَسَلْ فُلَانَةَ الْأَنْصَارِيَّةَ: هَلْ أَمَرَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

بِذَلِكَ .“

”اگر (آپ) نہیں (مانتے)، تو فلانی انصاری خاتون سے دریافت

① متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب طوافِ الوداع، رقم الحدیث ۱۷۵۷،

۴۵۸۶/۳ وصحیح مسلم، کتاب الحج، باب وجوب طوافِ الوداع، رقم الحدیث

۳۸۲- (۱۲۱۱)، ۹۶۴/۲. الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

② صحیح البخاری ۵۸۶/۳.

کہجے: ”کیا رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس کا حکم دیا تھا؟“
انہوں نے بیان کیا: ”پھر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہنستے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس لوٹے اور کہنے لگے:

”مَا أَرَاكَ إِلَّا صَدَقْتَ.“^①

”میں نے آپ کو درست بات کہتے ہوئے ہی پایا ہے۔“

ایک دوسری روایت میں ہے، کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

”سَلُّوا صَاحِبَتَكُمْ أُمَّ سَلِيمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا.“

”اپنی خاتون ام سلیم رضی اللہ عنہا سے دریافت کر لیجئے۔“

تو انہوں نے (دریافت کرنے پر) فرمایا:

”حِضْتُ بَعْدَ مَا طُفْتُ بِالْبَيْتِ، فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ

أَنْفِرَ.“^②

”میں بیت (اللہ) کے طواف کے بعد^③ حائضہ ہوئی، تو رسول

اللہ ﷺ نے مجھے کوچ کرنے کا^④ حکم دیا۔“

حج: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے،

کہ انہوں نے بیان کیا:

”أَمَرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع.....، رقم الحدیث ۳۸۱۔

(۱۳۲۸)، ۲/۹۶۳-۹۶۴۔ نیز ملاحظہ ہو: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب إذا حاضت

المرأة بعد ما أفاضت، رقم الحدیث ۱۷۵۸ و ۱۷۵۹، ۳/۵۸۶۔

② مسند أبي داود الطيالسي، جزء من رقم الحدیث ۱۷۵۶، ۳/۲۲۴۔ ڈاکٹر محمد التركي نے اسے

[صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش مسند الطيالسي ۳/۲۲۴)۔

③ یعنی طواف الوداع کے بغیر ہی۔

④ یعنی طواف افاضہ کے بعد۔

عَنِ الْحَائِضِ . ❶

”لوگوں کو حکم دیا گیا، ❷ کہ ان کا آخری وقت بیت (اللہ) کے ساتھ ہو (یعنی وہ طواف الوداع کریں) البتہ حائضہ خاتون سے رعایت کی گئی۔“
ان احادیث کے حوالے سے پانچ باتیں:

ا: حائضہ کو یہ رعایت دی گئی ہے، کہ وہ طوافِ وداع کیے بغیر واپس اپنے وطن چلی جائے۔ امام نووی نے مذکورہ بالا احادیث حسب ذیل عنوان کے تحت ذکر کی ہیں:

[بَابُ وَجُوبِ طَوَافِ الْوَدَاعِ وَسُقُوطِهِ عَنِ الْحَائِضِ] ❸

[طوافِ وداع کے وجوب اور حائضہ سے اس کے سقوط کے متعلق باب]

ب: پہلی اور دوسری حدیث میں یہ بات واضح ہے، کہ حائضہ کے لیے طوافِ وداع کے بغیر جانے کی اجازت تب ہے، جب کہ اس نے پہلے سے طوافِ افاضہ کر لیا ہو۔ امام ابن حبان کے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے متعلق واقعہ پر تحریر کردہ دو عنوانات درج ذیل ہیں:

۱: [ذِكْرُ الْأَمْرِ لِلْمَرْأَةِ إِذَا حَاضَتْ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ أَنْ تَنْفِرَ] ❹

[طوافِ افاضہ کے بعد ماہواری شروع ہونے والی خاتون کے لیے کوچ کرنے کے حکم کا ذکر]

۲: [ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ الْحَائِضَ إِتْمَا رُحِّصَ لَهَا أَنْ تَنْفِرَ ، وَإِنْ

❶ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب طواف الوداع، رقم الحدیث ۱۷۵۵،

۵۸۵/۳؛ وصحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث ۳۷۹- (۱۳۲۷)، ۹۶۳/۲.

❷ مراد یہ ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۵۸۵/۳).

❸ صحیح مسلم ۹۶۳/۲.

❹ الإحسان فی تفریب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب الإفاضة من منی لطواف الصدر

لَمْ يَكُنْ آخِرُ عَهْدِهَا بِالْبَيْتِ ، إِذَا كَانَتْ طَافَتْ قَبْلَ ذَلِكَ
طَوَافَ الزِّيَارَةِ ❶

[اس بات کا بیان، کہ حائضہ کو طواف و دواع کے بغیر جانے کی اجازت
تب ہے، جب کہ وہ اس سے پیشتر طواف افاضہ کر چکی ہو]

حج: طواف و دواع کے بغیر جانے والی حائضہ پر کوئی دم واجب نہ ہوگا۔ امام
ترمذی لکھتے ہیں، کہ طواف افاضہ کرنے کے بعد ماہواری کے شروع ہونے والی خاتون
طواف و دواع کے بغیر چلی جائے گی اور اس کے ذمے کچھ بھی نہ ہوگا۔ ثوری، شافعی، احمد
اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ ❷
علامہ خرقی تحریر کرتے ہیں:

”اگر خاتون کی ماہواری طواف و دواع سے پیشتر شروع ہو جائے، تو وہ
کوچ کر جائے۔ اس کے ذمے نہ طواف و دواع ہے اور نہ ہی کوئی فدیہ۔“

علامہ ابن قدامہ نے قلم بند کیا ہے، کہ سب علاقوں کے عام فقہاء کا یہی قول ہے۔ ❸
د: امام ابوداؤد نے حضرت حارث بن عبد اللہ بن اوس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے
روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے طواف افاضہ سے فارغ ہو کر ماہواری
شروع ہونے والی خاتون کے متعلق فتویٰ دیا، کہ وہ طواف و دواع کر کے جائے۔ ❹

❶ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ، كتاب الحج، باب الإفاضة من منى لطواف الصدر
۲۱۴/۹.

❷ ملاحظہ ہو: جامع الترمذی، أبواب الحج، باب ما جاء في المرأة تحيض بعد الإفاضة، ۱۲/۴۔
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ (ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذی ۱۲/۴)۔

❸ ملاحظہ ہو: المغنی ۳۴۱/۵۔ نیز ملاحظہ ہو: شرح النووي ۷۹/۹۔

❹ ملاحظہ ہو: سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب الحائض تخرج بعد المناسك، رقم
الحديث ۲۰۰۱، ۳۳۹/۵۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن أبي
داود ۳۷۷/۲۱)۔

امام طحاوی نے حضرت عائشہ ^۱ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ^۲ کی حدیثوں کی وجہ سے اسے منسوخ قرار دیا ہے۔ ^۳

امام خطابی تحریر کرتے ہیں، کہ اگر روانگی میں تاخیر ہو، تو حائضہ اس حدیث کے مطابق عمل کرے اور اگر روانگی جلدی ہو، تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کی بنا پر طواف واداع کئے بغیر روانہ ہو جائے۔ ^۴

۵: حضرات صحابہ میں سے عمر، ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم حائضہ کو طواف واداع کے لیے رکنے کا حکم دیتے تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بات گزر چکی ہے، کہ انہوں نے امّ سلیم رضی اللہ عنہا کی حدیث معلوم ہونے پر اپنی سابقہ رائے سے رجوع کر لیا۔ ^۵ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دو سال تک یہی فتویٰ دیتے رہے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث سننے پر اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ ^۶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شاید مذکورہ بالا احادیث نہ پہنچی تھیں۔ امام ابن منذر لکھتے ہیں: ”اس (یعنی حائضہ پر طواف واداع کے وجوب کے قول) سے ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا رجوع ثابت ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے، تو ہم نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے ثبوت کی بنا پر ان سے اختلاف کیا۔“ ^۷

۱ اس کتاب کے ص ۳۶۵ میں مذکور حدیث۔

۲ اس کتاب کے ص ۳۶۷ میں مذکور حدیث ج۔

۳ ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۱/۹۶؛ وفتح الباري ۳/۵۸۷۔ نیز ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ۱/۳۷۷؛ ومناسك الحج والعمرة للشيخ الألباني ص ۴۰-۴۱۔

۴ ملاحظہ ہو: معالم السنن ۲/۲۱۶۔

۵ اس کتاب کا ص ۳۶۶ ملاحظہ ہو۔

۶ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباري ۳/۵۸۹۔

۷ ملاحظہ ہو: فتح الباري ۳/۵۸۷؛ وعمدة القاري ۱/۹۶۔

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے، کہ طوافِ افاضہ کر چکنے والی حائضہ کو طوافِ وداع کے بغیر واپس جانے کی اجازت ہے اور ایسی صورت میں اس پر کوئی دم لازم نہیں آتا۔

۹: زچہ سے طوافِ وداع کا سقوط:

نفاس والی عورت اگر وہ طوافِ افاضہ کر چکی ہو، تو وہ بھی طوافِ وداع کیے بغیر مکہ مکرمہ سے کوچ کر سکتی ہے۔ توفیق الہی سے ذیل میں اس حوالے سے دو دلیلیں پیش کی جا رہی ہیں:

۱: امام ابن حبان نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت نقل کی ہے،

کہ انہوں نے بیان کیا:

”جب مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چادر میں لیٹے ہوئے حیض آنا

شروع ہوا، تو میں چپکے سے نکل گئی اور اپنے ماہواری والے کپڑے لے

لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

”أَنْفَسْتِ؟“

[کیا تم نفاس والی ہو گئی ہو؟]

میں نے عرض کیا: ”(جی) ہاں۔“..... الحدیث۔ ❶

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے [حیض] کے متعلق استفسار کرتے وقت

[نفاس] کا لفظ استعمال فرمایا۔ اسی سے استدلال کرتے ہوئے امام ابن حبان نے قلم

بند کیا ہے:

ذِكْرُ الْخَبْرِ الدَّالِّ عَلَى أَنَّ حُكْمَ النَّفْسَاءِ حُكْمُ الْحَائِضِ

❶ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحج، باب الإفاضة من منى لطواف الصدر،

جزء من رقم الحديث ۳۹۰۱، ۲۱۲/۹، شیخ ارناؤوط نے اس کی [سند کو بخاری و مسلم کی شرط پر

صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش الإحسان ۲۱۲/۹)۔

فِي هَذَا الْفِعْلِ ، إِذْ اسْمُ النَّفَاسِ يَقَعُ عَلَى الْحَيْضِ ،
وَالْعِلَّةُ فِيهِمَا وَاحِدَةٌ ❶

[اس (یعنی طواف و داع) میں زچہ کا حکم حائضہ کے حکم جیسا ہونے پر دلالت کرنے والی حدیث کا ذکر، کیونکہ [حیض] کو [نفاس] بھی کہتے ہیں اور (دونوں میں) سبب ایک ہی ہے]

ب: اسی بارے میں علامہ ابن قدامہ رقم طراز ہیں:

”وَالْحُكْمُ فِي النَّفْسَاءِ كَالْحُكْمِ فِي الْحَائِضِ ، لِأَنَّ أَحْكَامَ
النِّفَاسِ أَحْكَامَ الْحَيْضِ فِيمَا يُوجِبُ وَيُسْقِطُ .“ ❷

”زچہ کا حکم حائضہ کی طرح ہے، کیونکہ نفاس کی بنا پر واجب اور ساقط ہونے والی باتیں وہی ہیں، جو حیض کی وجہ سے ہوتی ہیں۔“

گفتگو کا ما حاصل یہ ہے، کہ خواتین کے لیے حج کی آسانیوں میں سے ایک یہ ہے، کہ زچہ طواف و داع کے بغیر مکہ مکرمہ سے روانہ ہو سکتی ہے، البتہ یہ ضروری ہے، کہ وہ اس سے پیشتر طواف افاضہ کر چکی ہو۔



❶ المرجع السابق ۲۱۲/۹ .

❷ المغني ۳۴۱/۵؛ نیز ملاحظہ ہو: مناسك الحج والعمرة للإمام النووي ص ۴۰۵-۴۰۶ .

تنبیہات

اس مقام پر معزز قارئین کی توجہ درج ذیل چار باتوں کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں:
۱: ثابت شدہ آسانیوں کے متعلق تردید نہ کرنا:

نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ دین کسی بھی قسم کی کمی بیشی کے بغیر امت تک پہنچا دیا۔ اس دین میں شرعی احکام کے ساتھ ساتھ آسانیاں بھی ہیں۔ اس دین پر ایمان کا دعویٰ کرنے والے کے لیے ان آسانیوں میں تردد کی کوئی گنجائش نہیں۔ حجۃ الوداع میں حج کے احرام کو عمرے کے احرام میں تبدیل کرنے کا واقعہ اس بات کو خوب واضح کرتا ہے۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے

بیان کیا:

”نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ حج کا تلبیہ پکارتے ہوئے چار (ذوالحجہ) کی صبح کو (مکہ) آئے۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں اسے عمرے (میں بدلنے) کا حکم دیا۔

ان پر (یہ حکم) بڑا بھاری گزرا، تو انہوں نے عرض کیا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ الْحَلِّ؟“

”یا رسول اللہ ﷺ! کون سا حلال ہونا؟“

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”حَلُّ كَلِّهِ“ ❶

❶ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب التمتع والقران والإفراد بالحج، وفسخ الحج لمن

لم یکن معه هدی، جزء من رقم الحدیث ۴۲۲/۳۰۶۶۴۔

”مکمل حلال ہونا۔“

اسی بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت میں ہے:

”آنحضرت ﷺ میرے ہاں تشریف لائے، تو آپ ناراض تھے۔“

تو میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو کس نے خفا کیا ہے، اللہ تعالیٰ اسے (دوزخ کی) آگ میں داخل کریں۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”أَوْ مَا شَعَرْتُ أَنِّي أَمَرْتُ النَّاسَ بِأَمْرٍ فَإِذَا هُمْ يَتَرَدَّدُونَ؟“^①

”کیا تم نے دیکھا نہیں ہے، کہ میں نے لوگوں کو ایک بات کا حکم دیا ہے اور وہ اس میں تردد کر رہے ہیں؟“

اسی واقعہ کے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت میں ہے:

انہوں (حضرات صحابہ) نے عرض کیا:

”كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتَعَةً ، وَقَدْ سَمِينَا الْحَجَّ؟“

”ہم اسے تمتع^② میں کیسے تبدیل کریں اور ہم نے تو (تلبیہ پکارتے ہوئے) صرف حج کا نام لیا تھا۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”افْعَلُوا مَا أَمَرْتُكُمْ.“^③

”میں نے تمہیں جو حکم دیا ہے، اس کی تعمیل کرو۔“

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الإحرام.....، جزء من رقم الحدیث ۱۳۰۔

(۱۲۱۱)، ۲/۸۷۹۔

② یعنی حج تمتع میں، کہ پہلے عمرہ کر کے احرام کھول دیں، پھر حج کا احرام باندھیں۔

③ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب التمتع والقران.....، جزء من رقم الحدیث ۱۵۶۸،

۴۲۲/۳۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک دوسری روایت میں ہے:

”تو ہم نے (آپس میں ایک دوسرے سے) کہا: ”جب ہمارے اور (وقوف) عرفات میں صرف پانچ دن باقی ہیں، آنحضرت ﷺ نے ہمیں ازواجی تعلقات قائم کرنے کا حکم دیا ہے، تو ہم عرفات میں اس حالت میں جائیں گے، کہ ہماری شرم گاہوں سے منی ٹپک رہی ہوگی۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”قَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي اتَّقَاكُمْ لِلَّهِ وَأَصْدَقُكُمْ وَأَبْرُكُمْ، وَلَوْلَا هَدْيِي لَحَلَلْتُ كَمَا تَحِلُّونَ. وَلَوْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسْقِ الْهَدْيِي.“^①

”یقیناً تم جانتے ہو، کہ بلاشک و شبہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا، تم سب سے زیادہ سچا اور تم سب سے زیادہ نیکو کار ہوں۔ اگر میرے ہمراہ قربانی نہ ہوتی، تو میں (بھی) تمہاری طرح حلال ہو جاتا اور اگر مجھے اس بات کا علم پہلے ہوتا، جس کا بعد میں ہوا، تو میں قربانی لے کر نہ آتا۔“

(حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:)

”فَحَلَلْنَا، وَسَمِعْنَا وَأَطَعْنَا.“^②

”سو ہم حلال ہو گئے، ہم نے (آنحضرت ﷺ کا حکم) سنا اور (اس کی) تعمیل کی۔“

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الإحرام..... جزء من رقم الحدیث ۱۴۱۔

(۱۲۱۶)، ۲/۸۸۳-۸۸۴۔

② المرجع السابق، جزء من رقم الحدیث ۱۴۱۔ (۱۲۱۶)، ۲/۸۸۳-۸۸۴۔

خلاصہ کلام یہ ہے، کہ کسی بھی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں، کہ وہ اپنے خیال کے مطابق زیادہ متقی بننے اور اجر و ثواب حاصل کرنے کی غرض سے آنحضرت ﷺ کے آسانی پر مشتمل ثابت شدہ حکم کے بارے میں تردد کا شکار ہو۔

۲: ثابت شدہ آسانی سے کسی امتی کے قول کی وجہ سے اعراض نہ کرنا:

کسی مسلمان کے لیے یہ زیبا نہیں، کہ وہ نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ آسانی سے اس وجہ سے روگردانی کرے، کہ کسی عالم، فقیہ، محدث یا امام کی رائے اس کے برعکس ہے۔ یہ سارے حضرات اپنی شان و عظمت کے باوجود امتی ہیں اور امتی کی وجہ سے نبی محترم ﷺ کی سنت کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔

امام شافعی نے کتنی عظیم الشان بات فرمائی ہے:

”وَإِذَا تَبَتَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الشَّيْءُ فَهُوَ اللَّازِمُ لِجَمِيعِ مَنْ عَرَفَهُ، لَا يُقْوِيهِ وَلَا يُؤْهِنُهُ وَغَيْرُهُ، بَلِ الْقَرَضُ عَلَى النَّاسِ اتِّبَاعُهُ، وَلَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لِأَحَدٍ مَعَهُ أَمْرًا يُخَالِفُ أَمْرَهُ.“^①

”جب رسول اللہ ﷺ سے چیز ثابت ہو جائے، تو اسے جاننے والے ہر شخص پر وہ ہی لازم ہے نہ تو کسی کی تائید اسے تقویت دیتی ہے اور نہ کسی مخالفت اسے کمزور کرتی ہے، بلکہ سب لوگوں پر اس کی اتباع فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کے لیے یہ اختیار نہیں رکھا، کہ اس کی بات آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مقابلے میں آسکے۔“

امام نووی نے اس بارے میں کتنی خوبصورت بات فرمائی ہے:

وَإِذَا تَبَّتِ السُّنَّةُ لَا تُتْرَكُ لِتَرْكِ بَعْضِ النَّاسِ أَوْ أَكْثَرِهِمْ أَوْ

① الرسالة ص ۳۳۰.

كُلِّهِمْ لَهَا. ❶

”اور جب سنت ثابت ہو جائے، تو بعض لوگوں یا اکثریت یا تمام لوگوں کے اسے ترک کرنے کی وجہ سے اسے چھوڑا نہ جائے گا۔“

فاروق اعظم — میرے ماں باپ ان پر قربان — رضی اللہ عنہ کتنی بڑی شخصیت والے ہیں! سنت سے ہٹ کر ان کی رائے کے متعلق ان ہی کے قابل فخر پوتے سالم رضی اللہ عنہ نے کس قدر قیمتی بات کہی ہے! امام شافعی نے ان سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”جب تم رمی، ذبح اور حلق کر لو، تو تمہارے لیے خواتین اور خوشبو کے سوا دیگر تمام ممنوعہ چیزیں حلال ہو جاتی ہیں۔“

سالم نے کہا: ”عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے احرام کی خاطر احرام سے پہلے، اور حلال ہونے کے لیے رمی جمرہ کے بعد اور بیت (اللہ) کی زیارت سے پہلے خوشبو لگائی۔“

سالم نے کہا:

”وَسُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ تُتَّبَعَ. ❷“

”اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اتباع کے زیادہ لائق ہے۔“

ائمہ کا خلاف سنت ان کے اقوال کو لینے سے روکنا:

جن حضرات ائمہ کرام کے نام کی آڑ میں، بعض لوگ سنت نبوی سے ثابت شدہ

❶ شرح النووي / ۵۶/۸.

❷ ملاحظہ ہو: ترتیب مسند الإمام الشافعی، کتاب الحج، الباب الرابع، فيما يلزم المحرم عند

تلبسه الإحرام، رقم الرواية ۷۷۹، ۲۹۱/۱.

آسانوں سے منہ پھیرتے ہیں، انہوں نے خود تاکید کی ہوئی ہے، کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے خلاف ان کی کسی بات کو نہ لیا جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”إِذَا قُلْتُ قَوْلًا يُخَالِفُ كِتَابَ اللَّهِ تَعَالَى وَخَبَرَ

الرَّسُولِ ﷺ فَأَتْرُكُوا قَوْلِي.“^①

”جب میں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول ﷺ کی حدیث کے خلاف کوئی بات کہوں، تو تم اسے چھوڑ دو۔“

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَلْطِئُ وَأُصِيبُ فَأَنْظُرُوا رَأْيِي، فَكُلُّ مَا

وَأَفَقَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوهُ، وَكُلُّ مَا لَمْ يُوَافِقِ الْكِتَابَ
وَالسُّنَّةَ فَأَتْرُكُوهُ.“^②

”بے شک میں بشر ہوں، میں غلطی کرتا ہوں اور ٹھیک بات (بھی) کہتا ہوں، پس (میری) جو (بات) کتاب و سنت کے مطابق ہو، اسے لے لو اور جو کتاب و سنت سے غیر موافق ہو، اسے چھوڑ دو“

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”إِذَا كَانَ حَدِيثُ النَّبِيِّ ﷺ خِلَافَ قَوْلِي فَأَعْمَلُوا

بِالْحَدِيثِ وَدَعُوا قَوْلِي.“^③

”جب نبی کریم ﷺ کی حدیث میرے قول کے خلاف ہو، تو تم حدیث

① الحاشية للشيخ ابن عابدين ۱/۶۸.

② جامع بيان العلم وفضله، باب معرفة أصول العلم وحقيقته، ص ۲۸۰؛ نیز ملاحظہ ہو:

الاعتصام ۲/۳۴۶.

③ شرح النووي ۱۴/۵۵.

پر عمل کرو اور میرا قول چھوڑ دو۔“

امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”مَنْ رَدَّ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَهُوَ عَلَى شَفَا هَلَكَةٍ.“ ❶

”جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو رد کیا، وہ ہلاکت کے کنارے

پر ہے۔“

قابلِ صدا احترام حضرات ائمہ کے ان واضح ارشادات کے بعد ان کی طرف منسوب اقوال کی وجہ سے سنتِ مطہرہ سے ثابت شدہ کسی آسانی کو رد کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

۳: سنت سے ثابت شدہ آسانیوں کی دو قسمیں:

آئحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ آسانیوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلی قسم ایسے آسانی والے اعمال یا ان کے کرنے کے ایسے آسان طریقے ہیں، کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اختیار فرمایا۔ اس قسم کی آسانیوں میں سے میقات سے پہلے احرام پہننا، احرام سے پہلے سر کے بال جمانا، حالتِ احرام میں غسل کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ حج و عمرہ کرنے والے ان سے بلا تردد فائدہ اٹھائیں۔ ان سے بہرہ ور ہونے میں نہ گناہ ہے، نہ فدیہ اور نہ ہی اجر و ثواب میں کمی، کیونکہ امام المستقین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انہیں سرانجام دیا۔

دوسری قسم میں ایسے آسانی والے اعمال یا آسان طریقے سے کیے ہوئے اعمال ہیں، کہ آئحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اجازت تو دی، لیکن خود ان کی بجائے دوسرے اعمال کیے یا ان سے قدرے کم آسانی والے طریقے اختیار فرمائے؛ جیسے کہ آئحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تو عرفات میں زوالِ آفتاب سے لے کر غروبِ آفتاب تک

❶ ملاحظہ ہو: مناقب الإمام احمد ص ۲۳۵۔

ٹھہرنے کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے اور پھر مزدلفہ میں مغرب و عشاء ادا کر کے نماز فجر پڑھنے کے بعد روشنی ہونے تک ٹھہرے، لیکن امت کے لیے وقوف عرفات اور مزدلفہ کے اوقات میں آسانی فرمائی، دس ذوالحجہ کے چاروں اعمال میں خود ترتیب برقرار رکھی، لیکن ترتیب میں تقدیم و تاخیر کی صورت میں [لَا حَسْرَةَ] کوئی مضائقہ نہیں] فرما کر امت کے لیے سہولت بہم پہنچائی۔

اس قسم کے اعمال میں نبی کریم ﷺ کے کیے ہوئے عمل اور طریقے کو اپنانے کا اہتمام کیا جائے، کیونکہ یہی استحباب اور زیادہ اجر و ثواب والی صورت ہے، البتہ آسان عمل یا آسان طریقہ اختیار کرنے میں نہ گناہ ہے، نہ فدیہ، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے خود ایسے کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ ہاں، اگر آپ ﷺ نے فدیہ دینے کے متعلق فرمایا ہے، تو پھر فدیہ دینا ہے۔

۴: آسانی کی آڑ میں دین میں تحریف سے دور رہنا:

اللہ کریم نے نبی کریم ﷺ پر مکمل دین نازل فرمایا۔ ارشاد باری ہے:

﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾^۱

[آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا]

اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کامل دین میں احکام کے ساتھ آسانیاں بھی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے آسانیوں سمیت پورا دین امت تک پہنچا دیا۔ اب کسی کو یہ حق نہیں، کہ وہ سہولت اور آسانی کی آڑ میں دین کی ثابت شدہ باتوں کو چھوڑنا شروع کر دے۔ دین موم کی ناک نہیں، کہ جیسے کوئی چاہے، اسے موڑ کر اس کا حلیہ بگاڑ دے۔ دین میں تحریف یہود و نصاریٰ کی خصلت ہے، اہل اسلام کو یہ زیبا نہیں۔



۱ سورة المائدة / جزء من الآية ۳.

حرفِ آخر

رب علیم و حکیم کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں، کہ محض ان کے فضل و کرم سے اس عظیم موضوع کے متعلق یہ اوراق ترتیب پائے۔ فَلَهُ الْحَمْدُ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَى نَفْسِهِ وَزِينَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ۔
اب انہی سے اس کی قبولیت اور اس میں موجود کمی اور کوتاہی کی معافی کی عاجزانہ التجا ہے۔ اِنه سمیع مجیب۔

خلاصہ کتاب:

- اس کتاب میں توفیقِ الہی سے حج و عمرہ کے تیرہ پہلوؤں کے متعلقہ ایک سو چار آسانیاں بیان کی گئی ہیں، جن کا اجمالی بیان حسب ذیل ہے:
- ✽ فرضیتِ حج سے متعلقہ پانچ آسانیاں
 - ✽ حج میں رزقِ حلال طلب کرنے کی اجازت
 - ✽ عمرے سے متعلقہ تین آسانیاں
 - ✽ حج و عمرہ میں نیابت کے متعلقہ چھ پہلوؤں پر مشتمل ایک آسانی
 - ✽ احرام کے متعلقہ ستائیس آسانیاں
 - ✽ مکہ مکرمہ آنے جانے سے متعلقہ دو آسانیاں
 - ✽ طوافِ وسعی سے متعلقہ اٹھارہ آسانیاں
 - ✽ عرفات سے متعلقہ سات آسانیاں
 - ✽ مزدلفہ سے متعلقہ پانچ آسانیاں

- ❁ منیٰ سے متعلقہ بارہ آسانیاں
- ❁ حج کی قربانی سے متعلقہ تیرہ آسانیاں
- ❁ طواف و داع سے متعلقہ آسانی
- ❁ حج و عمرہ میں خواتین سے متعلقہ نو آسانیاں

اپیل:

میں اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپیل کرتا ہوں:

۱: اہل علم اور طلبہ سے کہ وہ دین کے مختلف گوشوں اور حج و عمرہ کے متعلق شرعی احکام بیان کرتے ہوئے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اور نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ آسانیوں کو خوب اجاگر کریں۔

۲: حج و عمرے کے لیے جانے والے خوش نصیب خواتین و حضرات سے کہ:

۱: وہ دیارِ مقدسہ کی طرف رختِ سفر باندھنے سے پہلے حج و عمرہ کے احکام و مسائل کے ساتھ آسانیوں کو خوب اچھی طرح سمجھیں۔

ب: جن آسانیوں کو خود نبی کریم ﷺ نے اختیار فرمایا، وہ ان سے بلا تردد فائدہ اٹھائیں، کہ انہی کا کرنا مستحب اور زیادہ اجر و ثواب والا ہے۔ جن آسانیوں کی آنحضرت ﷺ نے اجازت دی، لیکن خود قدرے کم آسانی والے کام کیے، تو وہ آنحضرت ﷺ کے کیے ہوئے کام کرنے کی کوشش کریں، کہ ان کا کرنا مستحب اور زیادہ اجر و ثواب والا ہے، البتہ اگر انہوں نے ان کی بجائے وہ کام کیے، جن کی آنحضرت ﷺ نے اجازت دی ہے، تو وہ اطمینان رکھیں، کہ ایسا کرنے میں نہ گناہ ہے، نہ فدیہ۔ ہاں، اگر آپ ﷺ نے فدیہ دینے کے متعلق فرمایا ہے، تو پھر فدیہ دینا ہے۔

ج: کسی ثابت شدہ آسانی سے اس لیے روگردانی نہ کریں، کہ وہ ان کے یا کسی

اور کے تقویٰ کے خود ساختہ معیار کے منافی ہے یا امتی میں سے کسی کی رائے اس کے مخالف ہے، کیونکہ مخلوق میں سے سب سے زیادہ تقویٰ والی بات نبی کریم ﷺ کی ہے اور کسی بھی امتی کی رائے، بلکہ پوری امت کی بات بھی آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ
وَأَتْبَاعِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ وَأَخِرُ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ .



المراجع و المصادر

- ۱- "الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان" للأثير علاء الدين الفارسي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ، بتحقيق الشيخ شعيب الارناؤوط.
- ۲- "أحكام مناسك الحج والعمرة وزيارة المسجد النبوي" لشيخ الإسلام ابن تيمية، ط: دار المأمون للتراث دمشق، الطبعة الأولى ۱۴۲۷ھ، بتحقيق د. ناصر ابن علي الشيخ.
- ۳- "إرواء الغليل في تخريج أحداث منار السبيل" للشيخ الألباني، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ۱۳۹۹ھ.
- ۴- "أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن" للشيخ محمد الأمين الشنقيطي، طبع على نفقة الأمير أحمد بن عبد العزيز آل سعود، سنة الطبع ۱۴۰۳ھ.
- ۵- "الاعتصام" للعلامة الشاطبي، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع ۱۴۰۲ھ.
- ۶- "إنجاز الحاجة شرح سنن ابن ماجه" للشيخ محمد علي جانبا، ط: المكتبة القدوسية لاهور باكستان، الطبعة الأولى ۱۴۲۷ھ.
- ۷- "أيسر التفاسير لكلام العلي العظيم" للشيخ أبي بكر جابر الجزائري، بدون اسم الناشر، الطبعة الأولى ۱۴۰۷ھ.
- ۸- "بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع" للعلامة أبي بكر الكاساني، ط: دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۲ھ.
- ۹- "بذل المجهود شرح سنن أبي داود" للشيخ خليل أحمد السهار نفوري، ط: دار الكتب العلمية بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ۱۰- "بلوغ المرام من أدلة الأحكام" (المطبوع مع سبل السلام)، للحافظ ابن حجر، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ، بتحقيق الشيخ

عبدالقادر الأرناؤوط .

- ۱۱- "تحفة الأحوذی، شرح جامع الترمذی" للشیخ محمد عبد الرحمن المبارکفوری، ط: دارالکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۰ھ.
- ۱۲- "ترتیب مسند الإمام الشافعی"، ط: دارالکتب العلمیة بیروت، سنة الطبع ۱۳۷۰ھ، بتصحیح ا. السید یوسف علی الزواوی و ا. السید عزت العطار.
- ۱۳- "التحقیق والإیضاح لكثیر من مسائل الحج والعمرة والزیارة" للشیخ عبدالعزیز ابن عبد الله بن باز، ط: الرئاسة العام لإدارات البحوث العلمیة والإفتاء والدعوة والإرشاد، الطبعة العشرون، بدون سنة الطبع.
- ۱۴- "تفسیر البحر المحیط" للعلامة أبی حیان الأندلسی، ط: دارالکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۳ھ، بتحقیق مجموعة من الأساتذة.
- ۱۵- "تفسیر التحرير والتنویر" للشیخ ابن عاشور، ط: دارالتونسیة تونس، بدون الطبعة، سنة الطبع ۱۳۹۹ھ.
- ۱۶- "تفسیر أبی السعود" المسمی بـ "إرشاد العقل السلیم إلى مزايا القرآن الکریم" للقاضی أبی السعود، ط: دار إحياء التراث العربی، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ۱۷- "تفسیر الطبری" المسمی بـ "جامع البیان من تأویل آی القرآن" للإمام أبی جعفر الطبری، ط: دارالمعارف بمصر، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقیق الشیخین محمود محمد شاکر وأحمد محمد شاکر، [أو: ط: دارالمعرفة بیروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۸ھ].
- ۱۸- "تفسیر القاسمی" المسمی بـ "محاسن التأویل" للعلامة القاسمی، ط: دارالفکر بیروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۸ھ، بتحقیق الشیخ محمد فؤاد عبد الباقي.
- ۱۹- "تفسیر القرطبی" المسمی بـ "الجامع لأحكام القرآن" للإمام القرطبی، ط: دار إحياء التراث العربی، بیروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ۲۰- "تفسیر ابن کثیر" المسمی بـ "تفسیر القرآن العظیم" للحافظ ابن کثیر، ط: دارالفيحاء دمشق، ودارالسلام الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۳ھ.

- ۲۱۔ "التلخیص" (المطبوع بذیل المستدرک علی الصحیحین) للحافظ الذہبی، ط: دارالمعرفة بیروت، الطبعة الثانية، بدون سنة الطبع.
- ۲۲۔ "تهذيب الإمام ابن قيم الجوزية" (المطبوع مع مختصر سنن أبي داود للحافظ المنذري)، ط: مكتبة السنة المحمدية القاهرة، بدون الطبعة، سنة الطبع ۱۳۶۸ھ، بتحقيق الشيخ محمد حامد الفقي.
- ۲۳۔ "جامع بيان العلم وفضله" للإمام ابن عبد البر، ط: دارالكتب الحديثة مصر، بدون الطبعة، سنة الطبع ۱۹۷۵م، بتصحيح ا. عبد الرحمن محمود.
- ۲۴۔ "جامع الترمذي" (المطبوع مع شرحه تحفة الأحوزي)، للإمام أبي عيسى الترمذي، ط: دارالكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ۲۵۔ "جامع المناسك" للشيخ سلطان بن عبد الرحمن العيد، ط: مطابع الحمضي الرياض، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ.
- ۲۶۔ "الحاشية" للشيخ ابن عابدين، ط: شركة مصطفى البابي الحلبي وأولاده مصر، الطبعة الثانية ۱۳۸۶ھ.
- ۲۷۔ "حاشية السندي على سنن النسائي" (المطبوع مع شرح الحافظ السيوطي)، للشيخ ابي الحسن السندي، ط: دارالفكر بيروت، الطبعة الأولى ۱۳۴۸ھ.
- ۲۸۔ "حجة النبي ﷺ كما رواها عنه جابر رضي الله عنه" للشيخ الألباني، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة السابعة ۱۴۰۵ھ.
- ۲۹۔ "الحج والعمرة في الفقه الاسلامي" للدكتور نور الدين عتر، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثالثة ۱۴۰۲ھ.
- ۳۰۔ "الرسالة" للإمام الشافعي، بدون اسم الناشر والطبعة وسنة الطبع، بتحقيق وشرح الشيخ أحمد محمد شاكر.
- ۳۱۔ "روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني" للعلامة محمود الأوسلي، ط: داراحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الرابعة ۱۴۰۵ھ.
- ۳۲۔ "زاد المسير في علم التفسير" للحافظ ابن الجوزي، ط: المكتب الإسلامي

- بیروت، الطبعة الأولى ۱۹۸۴م.
- ۳۳- "زاد المعاد في هدي خير العباد" للإمام ابن قيم الجوزية، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ۱۳۹۹ھ۔ بتحقيق الشيخين شعيب الأرنؤوط وعبدالقادر الأرنؤوط.
- ۳۴- "سبل السلام" للشيخ محمد بن إسماعيل الصنعاني، ط: مطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر، الطبعة الرابعة.
- ۳۵- "سلسلة الأحاديث الصحيحة" للشيخ الألباني، المجلد الأول، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة الثانية ۱۳۹۹ھ؛ والمجلد الخامس، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ.
- ۳۶- "سلسلة الأحاديث الضعيفة" للشيخ الألباني، المجلد الثالث، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ.
- ۳۷- "سنن الدارقطني" للإمام الدارقطني، ط: حديث أكاديمي فيصل آباد باكستان، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ۳۸- "سنن الدارمي"، للإمام الدارمي، ط: حديث إكاديمي فيصل آباد باكستان، بدون الطبعة، وسنة الطبع ۱۴۰۴ھ.
- ۳۹- "سنن أبي داود" (المطبوع مع شرحه عون المعبر) للإمام أبي داود السجستاني، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۰ھ.
- ۴۰- "السنن الكبرى للإمام البيهقي" ط: مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد دكن الهند، الطبعة الأولى ۱۳۵۴ھ.
- ۴۱- "سنن ابن ماجه" للإمام ابن ماجه، ط: شركة الطباعة العربية السعودية، الطبعة الثانية ۱۴۰۴ھ، بتحقيق د. محمد مصطفى الأعظمي.
- ۴۲- "سنن النسائي" (المطبوع مع شركة السيوطي وحاشية السندي) للإمام النسائي، ط: دارالفكر بيروت، الطبعة الأولى ۱۳۴۸ھ.
- ۴۳- "سير أعلام النبلاء" للحافظ الذهبي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت.

- ۴۴۔ "شرح السنة" للإمام البغوي، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۰ھ، بتحقيق الشيخين شعيب الأرنؤوط ومحمد زهير الشاويش.
- ۴۵۔ "شرح صحيح البخاري" للإمام ابن بطال، ط: مكتبة الرشد الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ، بتحقيق وتعليق الأستاذ أبي تميم ياسر بن إبراهيم.
- ۴۶۔ "شرح الطيبي على مشكاة المصابيح" للإمام شرف الدين الطيبي، ط: مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ، بتحقيق د. عبد الحميد هندأوي.
- ۴۷۔ "صحيح البخاري" (المطبوع مع فتح الباري) للإمام محمد بن إسماعيل البخاري، ط: المكتبة السلفية، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ۴۸۔ "صحيح ابن خزيمة" للإمام ابن خزيمة، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة الأولى ۱۳۹۱ھ، بتحقيق د: محمد مصطفى الأعظمي.
- ۴۹۔ "صحيح سنن الترمذي" اختيار الشيخ الألباني، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۰۹ھ، بإشراف الشيخ الشاويش.
- ۵۰۔ "صحيح سنن أبي داود" صحح أحاديثه الشيخ الألباني، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۰۱ھ، بإشراف الشيخ الشاويش.
- ۵۱۔ "صحيح سنن ابن ماجه" للشيخ الألباني، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۰۹ھ، بإشراف الشيخ الشاويش.
- ۵۲۔ "صحيح مسلم" للإمام مسلم بن الحجاج القشيري، نشر و توزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، بدون الطبعة، سنة الطبع ۱۴۰۰ھ، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي.
- ۵۳۔ "صحيح سنن النسائي" صحح أحاديثه الشيخ الألباني، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۰۹ھ، بإشراف الشيخ الشاويش.

- ۵۴۔ "ضعيف سنن ابن ماجه" تاليف الشيخ الألباني، نشر: المكتب الإسلامي، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ، بإشراف الشيخ الشاويش.
- ۵۵۔ "عمدة القاري" للعلامة بدر الدين العيني، ط: دارالفكر بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ۵۶۔ "عون السمعود شرح سنن أبي داود" للشيخ محمد شمس الحق العظيم آبادي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۰ھ.
- ۵۷۔ "فتاوى تتعلق بأحكام الحج والعمرة والزيارة" من إجابة سماحة الشيخ عبدالعزيز بن عبد الله بن باز، ط: وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، الطبعة الثامنة ۱۴۲۴ھ.
- ۵۸۔ "فتح الباري" للحافظ ابن حجر العسقلاني، ط: المكتبة السلفية، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ۵۹۔ "فتح القدير الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير" للعلامة الشوكاني، ط: المكتبة التجارية مكة المكرمة، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتعليق الأستاذ سعيد محمد اللحام.
- ۶۰۔ "القواعد النورانية الفقهية" لشيخ الإسلام ابن تيمية، ط: إدارة ترجمان السنة لاهور، الطبعة الأولى ۱۴۰۲ھ، بتحقيق الشيخ محمد حامد الفقي.
- ۶۱۔ "الكافي" للعلامة ابن قدامة المقدسي، ط: هجر للطباعة والنشر، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ، بتحقيق د. عبد الله بن عبد المحسن التركي.
- ۶۲۔ "كتاب الإيضاح في مناسك الحج والعمرة" للإمام النووي، ط: المكتبة الإمدادية مكة المكرمة، الطبعة الثالثة ۱۴۱۵ھ.
- ۶۳۔ "كتاب المجموع شرح المهذب للشيرازي" للإمام النووي، التوزيع: المكتبة العالية بالفجالة، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الشيخ محمد نجيب المطيعي.
- ۶۴۔ "كشف المغطاء عن وجه الموطأ" للشيخ إشفاق الرحمن الكاندهلوي، ط: نور

محمد أصح المطابع كراتشي بدون الطبعة وسنة الطبع .

۶۵- "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" للمحافظ نور الدين الهيثمي ، ط: دارالكتاب العربي بيروت ، الطبعة الثالثة ، ۱۴۰۲ھ .

۶۶- "محاضرات في عقد الزواج وآثاره" للشيخ محمد أبي زهرة .

۶۷- "المحلى" للإمام ابن حزم ، الناشر: مكتبة الجمهورية العربية القاهرة ، سنة الطبع ۱۳۸۸ھ ، بإشراف الشيخ حسن زيدان طلبه .

۶۸- "مراجعة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح" للعلامة الملا علي القاري ، ط: المكتبة التجارية مكة المكرمة ، بدون الطبعة وسنة الطبع ، بتحقيق الاستاذ صديقي محمد جميل عطار .

۶۹- "المستدرک علی الصحیحین" للإمام الحاكم ، ط: دارالكتاب العربي ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

۷۰- "المسند" للإمام أحمد بن حنبل ، ط: المكتب الإسلامي ، بدون الطبعة وسنة الطبع . [أو: ط: دارالمعارف مصر ، الطبعة الثالثة ۱۳۶۸ھ] [أو: ط: مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ] .

۷۱- "مسند أبي داود الطيالسي" ط: دارهجر ، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ ، بتحقيق د. محمد بن عبد المحسن التركي .

۷۲- "مسند أبي يعلى الموصلي" للإمام أحمد بن علي بن المشي التميمي ، ط: دارالمأمون للتراث دمشق ، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ ، بتحقيق الأستاذ حسين سليم أسد .

۷۳- "المصنف" للإمام ابن أبي شيبه ، ط: الدارالسلفية بومباي الهند ، بدون الطبعة وسنة الطبع ، بتحقيق ا. عامر العمري الأعظمي .

۷۴- "المصنف" للمحافظ أبي بكر عبد الرزاق الصنعاني ، ط: المجلس العلمي جنوب أفريقيا ، الطبعة الأولى ۱۳۹۳ھ ، بتحقيق الشيخ حبيب الرحمن الأعظمي .

۷۵- "معالم السنن" للإمام أبي سليمان الخطابي ، ط: المكتبة العلمية بيروت ، الطبعة

الثانية ۱۴۰۱ھ۔

- ۷۶۔ "معجم البلدان" للعلامة ياقوت الحموي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۰ھ، بتحقيق ا. فريد عبد العزيز الجندي.
- ۷۷۔ "معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع" للعلامة عبد الله البكري الأندلسي، ط: عالم الكتب بيروت، الطبعة الثالثة ۱۴۰۳ھ۔
- ۷۸۔ "المغني" للعلامة ابن قدامة المقدسي، ط: هجر للطباعة القاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ، بتحقيق د. عبد الله بن عبد المحسن التركي ود عبد الفتاح الحلو.
- ۷۹۔ "المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم" للمحافظ أبي العباس أحمد القرطبي، ط: دار ابن كثير ودار الكلم الطيب دمشق بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ، بتحقيق الشيخ محي الدين أديب مستور ورقفائه.
- ۸۰۔ "منار السبيل" للشيخ إبراهيم بن محمد بن سالم، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة السادسة ۱۴۰۴ھ، بتحقيق الشيخ زهير الشاويش.
- ۸۱۔ "مناسك للحج والعمرة" للشيخ الألباني، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔
- ۸۲۔ "مناسك المرأة للدكتور صالح بن محمد الحسن، ط: مكتبة العبيكان الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ۔
- ۸۳۔ "مناقب الإمام أحمد بن حنبل" للمحافظ ابن الجوزي، الناشر: مكتبة الخانجي مصر، الطبعة الأولى ۱۳۹۹ھ، بتحقيق د. عبد الله بن عبد المحسن التركي.
- ۸۴۔ المنقى لابن الجارود" (المطبوع مع كتاب غوث المكدور)، ط: دار الكتاب الغربي، بيروت، سنة الطبع ۱۴۲۳ھ۔
- ۸۵۔ "منتقى الأخبار" (المطبوع مع شرحه نيل الأوطار) لمجد الدين ابن تيمية، نشر و توزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، الطبعة الأولى ۱۴۰۲ھ۔
- ۸۶۔ "موسوعة فقه الحسن البصري" للدكتور محمد رؤاس قلعه جي، ط: دار النفائس

- بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۹ھ۔
- ۸۷- "موسوعة فقه عائشة أم المؤمنين رضی اللہ عنہا" للدكتور محمد رواس قلعه جي، ط: دارالنفائس بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۹ھ۔
- ۸۸- "موسوعة فقه عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما" للدكتور محمد رواس قلعه جي، ط: دارالنفائس بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۶ھ۔
- ۸۹- "الموطأ" للإمام مالك بن أنس، ط: دار إحياء التراث العربي، بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي.
- ۹۰- "النهاية في غريب الحديث والأثر" للإمام ابن الأثير، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بدون الطبعة وسنة الطبع.
- ۹۱- "نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار" للعلامة الشوكاني، نشر وتوزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، الطبعة الأولى ۱۴۰۲ھ۔
- ۹۲- "هامش الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان" للشيخ شعيب الأرنؤوط، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ۔
- ۹۳- "هامش زاد المعاد" للشيخين شعيب الأرنؤوط و عبد القادر الأرنؤوط، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ۱۳۹۹ھ۔
- ۹۴- "هامش سنن ابن ماجه" للدكتور بشار عواد معروف، ط: دار الجبل بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ۔
- ۹۵- "هامش شرح السنة" للشيخين شعيب الأرنؤوط وزهير الشاويش، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ۱۳۹۰ھ۔
- ۹۶- "هامش صحيح ابن خزيمة" للدكتور محمد مصطفى الأعظمي، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة الأولى ۱۳۹۹ھ۔
- ۹۷- "هامش المسند" للشيخ أحمد محمد شاكر، ط: دار المعارف مصر، الطبعة الثالثة ۱۳۶۸ھ۔

۹۸۔ ”ہامش المسند“ للشيخ شعيب الأرنؤوط ورفقائه، ط: مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ۔

۹۹۔ ”ہامش مسند أبي يعلى الموصلي“ للأستاذ حسين سليم أسد، ط: دارالمأمون للتراث، دمشق، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ۔

اُردو کتب:

۱۔ ”اٹلس سیرت نبوی ﷺ“ تالیف: ڈاکٹر شوقی ابوظیل، ترجمہ حافظ محمد امین، توضیح و اضافہ: محسن فارانی، ط: دار السلام الرياض سعودی عرب۔

۲۔ ”احسن البیان“ از مولانا صلاح الدین یوسف، ط: شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس مدینہ طیبہ۔ سن طباعت ۱۴۲۰ھ۔

۳۔ ”اشرف الحواشی“ از شیخ الحدیث مولانا عبدہ الفلاح، ط: شیخ محمد اشرف لاہور۔

۴۔ ”ترجمان القرآن“ از مولانا ابوالکلام آزاد، ط: اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور، سن طباعت ۱۹۷۶ء۔

۵۔ ”حج، عمرہ اور زیارت“ تالیف: شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، ترجمہ: شیخ مختار احمد ندوی، ط: مکتبہ دار السلام الرياض، النسخہ السابعہ ۱۴۱۲ھ۔

۶۔ ”صحیح بخاری شریف مترجم“ ترجمہ: علامہ وحید الزمان، ط: مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، طبع نومبر ۱۹۹۹ء۔

۷۔ ”صحیح بخاری مترجم“ ترجمہ و تشریح: مولانا محمد داؤد راز، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور، طبع ۲۰۰۳ء۔

۸۔ ”صحیح مسلم مترجم“ ترجمہ و تشریح: علامہ وحید الزمان، ط: مکتبہ اسلامیہ لاہور، تاریخ اشاعت ستمبر ۲۰۰۶ء۔

۹۔ ”فیروز اللغات“ اردو جدید، فیروز سنز لمیٹڈ۔



مؤلف کی عربی مؤلفات

۱. فضل آية الكرسي وتفسيرها
۲. إبراهيم عليه الصلاة والسلام أبا
- حب النبي ﷺ وعلاماته
- سائل حب النبي ﷺ
۵. مختصر حب النبي ﷺ وعلاماته
۶. النبي الكريم ﷺ معلماً
۷. التقوى: أهميتها وثمراتها وأسبابها
۸. أهمية صلاة الجماعة (في ضوء النصوص ومسير الصالحين)
۹. الأذكار النافعة
۱۰. من تصلي عليهم الملائكة ومن تلعنهم
۱۱. فضل الدعوة الى الله تعالى ۱۲. ركائز الدعوة الى الله تعالى
۱۳. الحرص على هداية الناس (في ضوء النصوص ومسير الصالحين)
۱۴. السلوك و أثره في الدعوة الى الله تعالى
۱۵. من صفات الداعية: مراعاة أحوال المخاطبين (في ضوء الكتاب والسنة)
۱۶. من صفات الداعية: اللين والرفق
۱۷. الحسبة: تعريفها و مشروعيتها و جوبها
۱۸. الحسبة في العصر النبوي و عصر الخلفاء الراشدين رضی اللہ عنہم
۱۹. إشبهات حول الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر
۲۰. مسؤولية النساء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر (في ضوء النصوص ومسير الصالحين)
۲۱. حكم الإنكار في مسائل الخلاف
۲۲. الاحتساب على أئمة الدين: مشروعيته، ودرجاته، وآدابه
۲۳. الاحتساب على الأطفال
۲۴. قصة بعث أبي بكر جيش أسامة رضی اللہ عنہما (دراسة دعوية)
۲۵. مفاتيح الرزق (في ضوء الكتاب والسنة)
۲۶. التدابير الواقية من الزنا في الفقه الإسلامي
۲۷. التدابير الواقية من الربا في الإسلام
۲۸. شناعة الكذب وأنواعه
۲۹. لا تينسوا من روح الله (تحت الطبع)

مصنف کی اُردو تالیفات

- ۱۔ ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد
- ۲۔ ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا قصہ، دُرُوسِ زِعْمَرَتِیں
- ۳۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم ۴۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت والد
- ۵۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں
- ۶۔ نبی کریم ﷺ سے محبت کے اسباب
- ۷۔ مختصر حج و عمرہ کی آسانیاں ۸۔ تقویٰ: اہمیت، برکات، اسباب
- ۹۔ ازکارِ نافعہ
- ۱۰۔ فرشتوں کا دُرُود پانے والے اور لعنت پانے والے
- ۱۱۔ لشکرِ اُسامہ کی روانگی
- ۱۲۔ فضائلِ دعوت ۱۳۔ دعوتِ دین کون دے؟
- ۱۴۔ دعوتِ دین کس چیز کی طرف دی جائے؟ ۱۵۔ دعوتِ دین کسے دیں؟
- ۱۶۔ والدین کا احتساب ۱۷۔ بچوں کا احتساب
- ۱۸۔ نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری
- ۱۹۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے متعلق شبہات کی حقیقت
- ۲۰۔ مسائلِ قربانی ۲۱۔ مسائلِ عیدین
- ۲۲۔ رزق کی کنجیاں ۲۳۔ بیٹی کی شان و عظمت
- ۲۴۔ قرض کے مسائل ۲۵۔ جھوٹ کی سنگین اور اقسام
- ۲۶۔ زنا سے بچاؤ کی تدبیریں (زیر طبع)

مؤلف کے قلم سے

بیٹی کی شان و عظمت

کتاب کے موضوعات

- ۱ اللہ تعالیٰ کا بیٹیوں کا ذکر بیٹوں سے پہلے کرنا
- ۲ بیٹی کی پیدائش پر افسردہ ہونے کا کافروں کی صفات میں سے ہونا
- ۳ بیٹیوں کو ناپسند کرنے کی ممانعت
- ۴ بیٹیوں کا پیار کرنے والیاں اور بیش قیمت ہونا
- ۵ نیک بیٹیوں کا ثواب اور امید میں بیٹوں سے بہتر ہونا
- ۶ بیٹیوں کا محسن باپ کے لیے دوزخ کے مقابلہ میں رکاوٹ بننا
- ۷ بیٹیوں کا محسن باپ کو جنت میں داخل کروانا
- ۸ دو بیٹیوں کے سر پرست کو روز قیامت رفاقتِ نبوی ﷺ میسر آنا
- ۹ بیٹیوں کے لیے ایثار کرنے والی والدہ کے لیے وجوبِ جنت
- ۱۰ بیٹیوں کے لیے ایثار کرنے والی والدہ کے لیے آزادیِ جہنم
- ۱۱ بیٹیوں کے لیے ایثار کرنے والی والدہ کے لیے رحمتِ الہی
- ۱۲ بیٹی کی رضامندی کے بغیر نکاح کا نہ ہونا
- ۱۳ بیٹی کی مرضی کے خلاف کیے ہوئے نکاح کا فسخ ہونا
- ۱۴ ہدیہ میں بیٹی کا بیٹے کے برابر ہونا
- ۱۵ بیٹی کا وراثت میں حصہ
- ۱۶ نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں بیٹی کا مقام

مؤلف کے قلم سے

نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں

کتاب کے موضوعات:

- ۱ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساری مخلوق سے زیادہ محبت کرنے کی فریضیت
- ۲ آنحضرت ﷺ کی محبت کے دنیا و آخرت میں ثمرات و فوائد
- ۳ آنحضرت ﷺ سے محبت کی چار علامتیں:

← آپ ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید ترنا
← آپ ﷺ پر سب کچھ نچھا اور کرنے کی کامل استعداد
← آپ ﷺ کی مکمل اطاعت
← آپ ﷺ کے لئے ہوئے دین کی خاطر جان و مال کی قربانی کے لیے مستعد رہنا

- ۴ آنحضرت ﷺ کی محبت کے متعلق حضرات صحابہ کے (۳۶) ایمان افروز شہری واقعات

تنبیہ:

شانِ مصطفیٰ ﷺ کے بیان میں راہ اعتدال سے نہ ہٹنا

پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی کے قلم سے

قرض کے فضائل اور مسائل

اس کتاب کے موضوعات:

- قرض اور اس کی شرعی حیثیت
- قرض دینے اور مقروض کے ساتھ حسن معاملہ کی تلقین
- ادائیگی قرض کی تلقین
- قرض کی واپسی کے لیے قانونی اقدامات
- نادار مقروض کی اعانت
- ادائیگی قرض کو یقینی بنانے کے لیے بعض تدبیریں
- ادائیگی قرض میں تاخیر پر تجویز کردہ دوسراؤں کی شرعی حیثیت
- قرض کیساتھ کوئی اور شرط لگانا
- قرض کی زکوٰۃ
- بینک کارڈز اور ان کی شرعی حیثیت

مولف کے قلم سے

نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم

اس کتاب میں موضوع بالا کے متعلق چھیالیس باتیں بیان کی گئی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

- ہر مناسب وقت اور جگہ میں تعلیم
- تعلیم میں اشاروں، شکلوں اور لکھنوں کا استعمال
- تعلیم بالعمل
- پہلے اجمال پھر تفصیل
- فقیر طلبہ کے لیے ایثار
- طلبہ کے احوال کو پیش نظر رکھنا
- لائق طلبہ کی حوصلہ افزائی
- تعلیم میں آسانی

LIBRARY

Lahore

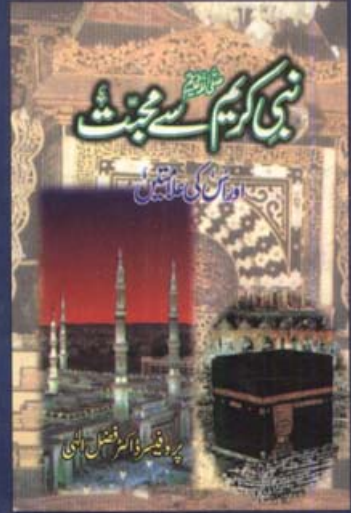
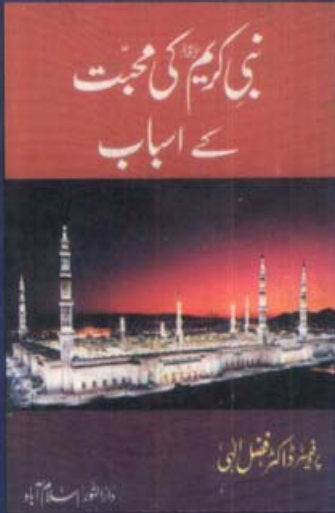
Book No.

Islamic

1812

University

91-Bahar Block, Garden Town, Lahore



دَارُ النَّبِيِّ ﷺ سَلَامُ آبَاد